يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ

احادیث وسیلہ پر اعتراضات کا علمی محاکمہ

تالیف

محدث العصر شیخ محمود سعید ممدوح

ترجمہ

مولانا محمد اکرام اللہ

نظر ثانی

مفتی محمد خان قادری

حجاز پبلی کیشنز لاہور

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	رفع المنارة لتخريج احاديث التوسل والزيارة
ترجمہ کا نام	احادیث وسیلہ پر اعتراضات کا علمی محاکمہ
تصنیف	محدث کبیر شیخ محمود سعید ممدوح
اردو ترجمہ	مولانا اکرام اللہ زاہد
نظر ثانی	مفتی محمد خان قادری
زیر اہتمام	علامہ محمد اسلم شہزاد
ناشر	حجاز پبلی کیشنز لاہور
بار اول	جون ۲۰۰۲ء
تعداد	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	۱۵۰ روپے

محقق العصر مفتی محمد خان قادری کی تمام تصانیف کے علاوہ دیگر علماء کی تحقیقی و علمی کتب بارعایت حاصل کرنے کے لئے حجاز پبلی کیشنز مرکز الاویس ستارہ ہوٹل دربار مارکیٹ لاہور سے رجوع فرمائیں۔ فون:-7324948

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدائیہ

ہمیشہ سے اُمت مسلمہ کا معمول رہا ہے کہ وہ اپنی دعاؤں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ بناتے ہیں، کتاب وسنت سے اس پر متعدد شواہد و دلائل موجود ہیں، لیکن اب کچھ لوگ اس معمول کو شرک و بدعت قرار دینے لگ گئے ہیں جب ان کے سامنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ بیان کر کے ثابت کیا جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی خود تعلیم دی ہے، تو ان احادیث و روایات کو ضعیف اور موضوع ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے ہیں۔

استاذ المحدثین امام عبداللہ صدیق غماری نے مذکورہ لوگوں کے بارے میں کیا خوب کہا:

لهم مسلك عجيب! تراهم يستدلون لما يوافق مرادهم بالاحاديث ويتغضون عما في بعضها من ضعف، ويدعمون ما استطاعوا ان يدعموه منها. فاذا صدموابحديث يرداهواءهم انحرفواعنه واحاولوا تضعيفه وبهذا فاتهم، ولم يقبلوا دعمه ولا تقويته، واصروا في عناد على

ان کا مسلک عجیب ہے، ان کے مطلب و مراد کے مطابق اگر حدیث ہو تو اس سے استدلال کریں گے اگرچہ اس میں ضعف ہی کیوں نہ ہو اور قوی بنانے کی سر توڑ کوشش کریں گے، لیکن جب کوئی حدیث ان کی رائے کے خلاف ہو تو اس کا انکار کر دیتے ہیں اور اسے ضعیف ثابت کرتے

القدلص عنہ

گے یہ ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتے
ہیں اور اس کی تقویت کے دلائل
کو مسترد کرتے ہوئے عناداً اس سے
علانیہ انحراف کرتے ہیں۔

ضرورت تھی اس بات کی کہ اس موضوع پر علمی و تحقیقی انداز میں کام کیا جائے اور احادیث پر مخالفین کے تمام اعتراضات کا مسکت جواب دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عظیم محدث شیخ عبداللہ غماری نے حدیث توسل ضریر پر کام کیا جس کا نام "غایۃ التحریر فی بیان صحۃ حدیث توسل الضریر" رکھا انہی کے عظیم شاگرد محدث کبیر شیخ محمود سعید ممدوح حفظہ اللہ تعالیٰ نے اس مسئلہ پر کتاب "رفع المنارۃ لتخریج احادیث التوسل والزیارۃ" تحریر کی جس میں انہوں نے امت مسلمہ کی طرف سے پیش کردہ احادیث کی صحت کو دلائل کے ساتھ واضح کر کے ثابت کر دیا کہ اس امت کا یہ معمول بحمد اللہ سنت کے مطابق ہے اسے بدعت و شرک قرار دینا کم ظرفی، کم علمی اور کج فہمی کے سوا کچھ نہیں۔

بندہ کے کہنے پر پہلی کتاب کا ترجمہ مولانا رسول بخش سعیدی جب کہ دوسری کتاب کا مولانا محمد اکرام اللہ زاہد نے کیا ہے۔ اگرچہ یہ ان کی اولین کاوش ہے مگر بہت ہی بہتر ہے۔ بندہ نے حسب استطاعت نظرثانی کی صورت میں اس میں حصہ ڈالا ہے۔

ہم مذکورہ دونوں کتب کے ترجمہ کی اشاعت کا شرف بھی پا رہے ہیں۔

یاد رہے رفع المنارۃ کا احادیث زیارت والا حصہ کا ترجمہ از علامہ محمد عباس رضوی بنام زیارت روضہ رسول اسی طرح شیخ غماری کی کتاب نہایۃ الآمال

فی شرح و صحۃ حدیث عرض الاعمال کا ترجمہ از مولانا رسول بخش سعیدی پہلے ہی شائع ہو چکا ہے۔

اہل علم سے میری گزارش ہے کہ ان دلائل کو اچھی طرح پڑھیں سمجھیں اور امت مسلمہ کے ہر فرد تک پہنچائیں تاکہ پیدا کردہ غلط فہمیوں کا ازالہ کیا جا سکے۔

اللہ تعالیٰ مصنفین، مترجمین اور تمام معاونین کی اس خدمت کو قبول و منظور فرمائے اور ان کتب کو امت مسلمہ میں پیدا شدہ غلط فہمیوں کے ازالہ کا سبب بنا دے۔

اسلام کا ادنیٰ خادم
محمد حسان قادری
جامع رحمانیہ شادمان۔ لاہور
۲۷ مارچ ۱۹۹۹ء۔ بروز ہفتہ بوقت ۱۰:۳۰ دن

فہرست

مقدمہ توسل کی لغوی تحقیق	۲۱
ابن تیمیہ کا ذکر کیوں	۲۵
ابن تیمیہ کا استدلال	۲۶
استدلال کا جائزہ	۲۷
مفید خلاصہ کلام	۳۶
ایک وہم اور اس کا ازالہ	۴۶
الشیخ بشیر السہسوانی	۵۳
علامہ بدر الدین عینی	۵۴
علامہ محمود آلوسی	۶۳
توسل کا تعلق اعتقادیات سے نہیں۔	۶۴
الشیخ حسین بن غنام الاحسائی	۶۶
الشیخ سعد بن محمد بن عتیق النجدی	۶۸
محمد بن عبد الوہاب	۷۰
الشیخ قنوجی	۷۱
دلیل مخالف کی صحیح تحقیق	۷۵
آلوسی کے قول کی حقیقت	۸۱

ابوبکر الجزائری کا محاسبہ ۸۲
محمد صالح العثیمین کا تعاقب ۸۴
حدیث نمبر ۱ ۹۱
حدیث نمبر ۲ ۹۴
سند کی توثیق ۹۴
حافظ ابن حجر علیہ الرحمہ عسقلانی کا استنباط ۹۵
نفیس تحقیق ۹۵
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء ۹۵
سند کی تحقیق ۹۶
مشہور ضابطہ ۹۷
اثبات مسئلہ ۹۸
حدیث نمبر ۳ ۹۸
تخریج حدیث ۱۰۰
متابعت کی تخریج ۱۰۰
تقریر مؤلف ۱۰۰
ابوجعفر ۱۰۱
موقوف حدیث ۱۰۱
توثیق سند ۱۰۴
اعتراض ۱۰۴
جواب ۱۰۴
ضعیف کہنے والوں کی کوشش ۱۰۵
وجوہات باطلہ کا تفصیلی رد ۱۰۵

علت ثانیہ کا تجزیہ ۱۰۶
اعتراض ۱۰۶
جواب ۱۰۷
تیسری قسم کی صحت ۱۰۷
اعتراض ۱۰۷
جواب ۱۰۷
جواب نمبر ۲ ۱۰۸
تنبیہ ۱۰۸
فصل ۱۱۱
اعتراض ۱۱۱
جواب ۱۱۱
فصل ۱۱۲
أمر ثانی ۱۱۸
أمر ثالث ۱۱۹
امر اخیر ۱۲۲
خلاصہ کلام ۱۲۵
البانی کا تضاد ۱۲۷
حدیث نمبر ۴ ۱۲۸
فائدہ ۱۳۳
توثیق ابن حبان کی تعمیم ۱۳۴
حدیث نمبر ۵ ۱۳۸

توثیق سند	۱۳۹
حافظ عراقی	۱۴۴
تحقیقی گفتگو	۱۴۴
البانی اوراس کا محاسبہ	۱۴۵
محدثین کی توثیق	۱۴۷
حاصل کلام	۱۵۱
حدیث نمبر ۹	۱۵۴
مفصل گفتگو	۱۵۴
اسباب تعلیل	۱۵۶
فصل	۱۵۷
فصل	۱۵۸
تنبیہ	۱۵۹
اعتراض	۱۶۱
جواب	۱۶۱
حاصل کلام	۱۶۵
اہم نوٹ	۱۶۶
علت ثانیہ	۱۶۶
قاعدہ	۱۶۶
جرح بسبب تدلیس	۱۶۶
جرح بسبب تشیع	۱۶۷
بسبب روایت منکر	۱۶۷

حاصل کلام	۱۹۴
امام ابن شاہین	۱۹۶
امام ابوبکر بزار	۱۹۶
ابوحاتم الرازی	۱۹۷
یحییٰ بن سعید القطان	۱۹۷
امام ابن خزیمہ	۱۹۷
امام ابوعیسیٰ الترمذی	۱۹۸
حدیث نمبر ۱۰	۲۰۰
تردید وہم	۲۰۱
امام تقی الدین کی تصریح	۲۰۱
فصل	۲۰۳
پہلے کلام کا خلاصہ	۲۰۳
حاصل کلام	۲۰۳
علت ثالثہ کے بارے میں	۲۰۵
مرفوع روایت کرنے والے محدثین	۲۰۶
موقوف روایت کرنے والے محدثین	۲۰۷
محدثین کے دو مسلک	۲۰۸
پہلا مسلک	۲۰۸
دوسرا مسلک	۲۰۸
ایک غلطی کا تدارک	۲۱۰
فصل	۲۱۰

حدیث نمبر ۱۳	۲۳۴
بیان سند	۲۳۵
مصنف کی رائے	۲۳۷
حاصل کلام	۲۳۸
حدیث نمبر ۱۴	۲۴۱
بیان سند	۲۴۲
حدیث نمبر ۱۵	۲۴۴
بیان سند	۲۴۵
سعید بن زید	۲۴۸
عمرو بن مالک النکری	۲۴۸
ابن حبان کا فیصلہ	۲۴۹
ایک وہم اور اسکا تدارک	۲۵۰
تنبیہ	۲۵۱
ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ	۲۵۲
حاصل کلام	۲۵۳
حدیث نمبر ۱۶	۲۵۴
بیان سند	۲۵۵
تردید بالترتیب	۲۵۶
مالک الدار کا مجہول ہونا	۲۵۷
پہلا طریقہ	۲۵۸
دوسرا طریقہ	۲۵۹

درس آخر	۲۶۳
حاصل کلام	۲۶۴
چوتھا طریقہ	۲۶۴
شیخ البانی کی عبارات میں غلطیوں کی نشاندہی	۲۶۷
فصل	۲۷۰
ایک وہم کا ازالہ	۲۷۰
تیسری علت	۲۷۱
چوتھی علت	۲۷۲
پانچویں علت	۲۷۲

الحمد لله ربّ العلمين منزل الكتاب واهب العطاء

يختص من شاء بما شاء فهو السميع العليم الحكيم الكريم

المبدئ المعيد الوهّاب ۔

والصلوٰة والسلام على سيدنا محمّدِن المخصوص بالكمالات،

السراج المنير والبشير النذير الفارق بين الحق والباطل

والهدىٰ والضلال والرشاد والغيّ، من تبعه نجا ومن خالفه

هلك والإيمان به وسيلة كل مسلم ۔ امّا بعد

فأعوذ بالله من الشيطن الرجيم . بسم الله الرحمٰن الرحيم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ تلاش کرو (المائدہ ۳۵)

صدق الله العلي العظيم وبلغنا رسوله النبيّ الكريم

وصلّى الله وسلّم وبارك عليه وزاده فضلاً وشرفاً

لديه وعلى آله الأطهار وصحابته الأبرار ومن تبعه بإحسان

وصلّى الله وسلّم . . . . بإحسان ۔

مسئلہ توسل ایک ایسا موضوع ہے جس پر کثیر لوگوں نے لکھا اور متعدد

کتب تصنیف ہوئیں۔ تائید اور تردید کا معرکہ گرم رہا یہاں تک کہ ہے ۔

کے درمیان اختلاف حد سے تجاوز کر گیا اور بعض تشدد ا حفظہ اللہ واصحابہ

غفر اللہ لہ

انتہا پسندی یہاں تک پہنچی کہ انہوں نے اس کو اعتقادیات کا مسئلہ شمار کر لیا۔ یہی سبب تھا کہ اسلاف کے موقف میں غور و خوض ہونے لگا تاکہ جمہور مسلمانوں کا موقف بے غبار ہو جائے۔

اہل علم جانتے ہیں، بعض لوگوں نے اس کی ممانعت و مخالفت پر ایڑی چوٹی کا زور لگایا اور اس مسئلہ میں تحریر کی نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک رسالہ بنام الاخطاء الاساسیۃ فی توحید الالوھیۃ الواقعۃ فی فتح الباری لکھا گیا جس میں صاحب رسالہ نے حافظ ابن حجرؒ کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنایا محض اس جرم میں کہ انہوں نے توسل کو جائز اور زیارت کو مستحب ٹھہرایا جو کہ انتہائی جہالت، سرکشی اور تعصب کا شاہکار ہے۔

کتنے ظلم کی بات ہے کہ قاضی قضاۃ المسلمین شیخ المحدثین معجزۃ المسلمین حافظ احمد بن حجر العسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اتنا بیباک ہو کر بے حیائی کا ظلم ڈھایا محض عقیدت کے انحراف پر واضح دلیل ہے اور اس تشدد کے انحراف کی کئی مثالیں موجود ہیں جن میں مبالغہ آرائی اور طعن و تشنیع کو شعار بنایا گیا لیکن اہل علم و فضل نے ایسی تالیفات کو قابل اعتناء نہ سمجھا کیونکہ ان کی حیثیت محض ایک دروازے کے چرچرانے یا مکھی کے بھنبھنانے کی سی ہے جو ایک بحر عظیم کو مضر نہیں ہو سکتیں۔ شعر

ما یضر البحر امسی زاخراً
ان رمی فیہ غلام بحجر

موجیں مارتے ہوئے دریا میں کوئی آدمی پتھر دے مارے تو اس سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

اگر علم و عنایت کے انتشار کے دور میں اس طرح کے رسائل زیر تحریر آئے تو قضاء اور علماء کا موقف ایسی بدمزاجیوں کے خلاف ہی ہوگا اور حق پرست لوگ متشددین کی گفتگو کے فساد سے واقف ہیں جن کا مقدر ہے اور حق ہمیشہ صاحب فضل لوگوں کے ساتھ رہتا ہے۔

اے غیور مسلمانو! یقیناً یہ اختلاف فروع دین سے ہے نہ کہ اصول سے لہٰذا خدارا کسی سرکش شیطان یا ذلیل و خوار قسم کے جاہل شخص کے اشارے پر اپنے اسلام کو فاسد نہ کرو۔

اس فتنہ کو سرنگوں کرنے کے لیے ہم احادیث توسل کے بارے میں حق بات کی تحقیق پر اللہ تعالیٰ کی مدد چاہتے ہیں اور اس مسئلے میں انصاف کی شاہراہ پر گامزن ہونے کا ارادہ کرتے ہیں جو بے انصافی، ہٹ دھرمی اور سینہ زوری سے کوسوں دور ہو اور تمام تر گفتگو حدیث شریف کے قواعد کی پابند ہوگی۔ ان شاء اللہ

سلسلہ احادیث میں حق بیانی کے ساتھ ساتھ اس کتاب کی غرض و غایت بھی واضح ہے کہ مسئلہ توسل میں اختلاف فروعی اختلاف ہے، لہٰذا اس میں کسی کے لیے بھی روا نہیں کہ وہ دوسرے کو سب و شتم کا نشانہ بنائے اور جو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ توسل کے قائل ہیں ان کا اعتماد ایسے ثبت دلائل پر ہے جو پہاڑوں کی طرح مضبوط ہیں جن کی تردید کسی یا وہ گو یا سینہ زور کے علاوہ کوئی نہیں کر سکتا، اگر صبر نہ کر سکے تو پھر بھی خاموشی سے تسلیم کرے اور کسی کو برا بھلا نہ کہے کیونکہ فروع میں اس قدر افراط کی صلاحیت نہیں ہوتی۔

ہم اللہ تعالیٰ سے رحمت کی التجا کرتے ہیں کہ سوء بیان سے درگزر اور حسن بیان کو قبول فرمائے اور مسلمان علماء کے ساتھ حسن ظن واجب ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو سیدھے راستے پر چلائے۔ وصلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ والحمد للہ رب العالمین۔

محمود سعید ممدوح غفر اللہ لہ

مقدمہ
توسّل کی لغوی تحقیق

علامہ جوہری (الصحاح: ۵/۱۸۴۱) میں مادہ "وسل" کے تحت لکھتے ہیں:

الوسیلة: ما یتقرب به الی الغیر.	وسیلہ وہ ہے جس کے ساتھ غیر کی طرف قرب حاصل کیا جائے۔
والجمع: الوسیلة والوسائل والتوسیل والتوسل واحد	وسیلہ اور وسائل جمع ہے جس کی واحد توسیل اور توسل آتی ہے۔
یقال: وسل فلان الی ربه وسیلة وتوسل الیه بوسیلة أی تقرب الیه بعمل.	کہا جاتا ہے کہ فلاں نے اپنے رب کی طرف وسیلہ پکڑا یعنی کسی عمل سے قرب حاصل کیا۔

اور امام قرطبی نے اپنی تفسیر ص ۲۱۵۶، طبعۃ الشعب) میں کہا۔

فرمانِ خداوندی ہے

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو"

یہاں وسیلہ بمعنی قربت ہے۔ ابو وائل، حسن، مجاہد، قتادہ، عطاء، سدی، ابن زید، اور عبداللہ بن کثیر سے بھی منقول ہے اور یہ فعیلة کے وزن پر ہے اور قربت

کے معنی میں ہے جیسے توسلت إليه کا معنی تقربت إليه، عنترہ نے کہا:

إن الرجال لهم إليك وسيلة ... أن يأخذوك تكحلي وتخضبي

"تیرا سرمہ لگانا اور خضاب لگانا اس امر کا سبب ہے کہ لوگ تیرے قرب کے طلبگار ہیں"

اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا ... وعاد التصافي بيننا والوسائل

"جونہی چغل خوروں نے غفلت کی تو ہم باہمی ملاپ کے لیے تیار ہو گئے اور خالص محبت اور قربتیں ہمارا مقصد ٹھہریں"

کہا گیا ہے کہ توسلت، تساءلت کی اس سے مشتق ہے یعنی طلبت، اور یہ معنی جانبین سے برابر پایا جاتا ہے۔ یعنی ہر ایک اپنے دوسرے ساتھی کو طلب کرتا ہے۔ لہٰذا اصل طلب ہے اور وسیلہ ایک ایسی قربت کا نام ہے جس کے ساتھ کو طلب کرنا مناسب ہو اور وسیلہ بمعنی قربت ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں مفسرین کا کوئی اختلاف نہیں، جیسا کہ علامہ ابن کثیر نے اپنی تفسیر (۲/۹۷) میں اس کی یوں وضاحت کی:

الوسيلة هي ما يتوصل بها إلى تحصيل المطلوب. ... وسیلہ وہ ہے جس کے ساتھ حصول مطلوب تک رسائی ہو۔

لیکن بعض نے وسیلہ کی یہ تعریف کی ہے کہ وسیلہ بندے اور رب کے درمیان واسطہ پکڑنے کا نام ہے۔ یہ محض غلط ہے کیونکہ توسل کو اس سے کوئی علاقہ نہیں اور متوسل کسی سے دعا نہیں کرتا سوائے اللہ وحدہ لا شریک کے اور اللہ تعالیٰ ہی معطی مانع نافع اور ضار ہے۔ بلکہ وسیلہ ایک قربت کا نام ہے جس کے سبب اپنی دعا کی قبولیت کی امید ہو اور دعا بھی قربت بالاتفاق جائز ہے۔

وسیلہ مرتبہ اور درجہ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ مشہور صحیح حدیث میں ہے:

سلوا الله لي الوسيلة ... اللہ سے میرے لیے وسیلہ طلب کرو

یہاں وسیلہ یعنی مرتبہ اور درجہ ہے لیکن یہاں بحث صرف پہلے معنی سے متعلق ہے یعنی "الوسيلة بمعنى القربة"

توسل کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ جس پر سب کا اتفاق ہے جس کے درپے ہونا کی درست ہے کیونکہ اس سے تکرار اور تحصیل حاصل لازم آئے گا۔

۲۔ جس میں اختلاف ہے اور وہ نبی، ولی، حق، مرتبہ، حرمت یا کسی ذات وغیرہ کے ساتھ سوال کرنا ہے۔

حالانکہ اسلاف کے اقوال پر نظر رکھنے والا نہیں جانتا کہ کسی نے اس نوع کی حرمت کا فتویٰ دیا ہو یا اسے بدعت و ضلالت کہا ہو یا اس میں تشدد کیا ہو اور اس کو عقائد کا موضوع بنایا ہو۔

یہ تشدد ساتویں صدی ہجری سے شروع ہوا اور شدت اختیار کر گیا جبکہ اسلاف سے اسی قسم کا توسل منقول و معروف ہے۔

ابن تیمیہ اور توسل ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ صفحہ ۹۸ میں کہا

وهذا الدعاء ونحوه الذي فيه التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم قد روي أنه دعا به السلف، ونقل عن أحمد بن ... "یہ دعا جس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کی مثل مروی ہے کہ اس کے ساتھ اسلاف دعا کیا کرتے اور امام احمد بن حنبل سے

حنبل في منسك المروزي التوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم في الدعاء

بھی منسک المروزی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دعا میں وسیلہ پکڑنا منقول ہے۔

اسی اپنی مذکورہ کتاب کے صفحہ ۱۵۵ پر بھی ہے اور صفحہ ۹۰ پر اس نے یوں نقل کیا ہے۔

والتوسل بدعائه والتوسل بالمخلوق: فهذا يجوزه طائفة من الناس ونقل في ذلك آثار عن بعض السلف وهو موجود في دعاء كثير من الناس.

مخلوق کے واسطے سے سوال کرنا لوگوں کے ایک گروہ نے جائز ٹھہرایا ہے اور اس مسئلہ میں بعض سلف کے آثار بھی منقول ہیں جو کہ بے شمار لوگوں کی دعاؤں میں موجود ہے۔

اور ایک حدیث بھی ذکر کی جس میں توسل بالنبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ثبوت ہے، الفاظ یوں ہیں۔

اللهم إني أتوجه إليك بنبيك محمد نبي الرحمة صلى الله عليه وسلم تسليما يا محمد إني أتوجه بك إلى ربك وربي يرحمني مما بي

اے اللہ! میں تیری طرف تیرے رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے متوجہ ہوتا ہوں یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بے شک میں تمہارے وسیلے سے آپ کے اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں تاکہ وہ مصیبت والی پر رحم فرمائے۔

ابن تیمیہ نے کہا کہ :-

ایسی دعائیں اسلاف سے مروی ہیں اور امام احمد بن حنبل سے منسک المروزی میں بھی منقول ہے جن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑنا۔

اور یہی امام احمد بن حنبل کی عبارت ہے جو انہوں نے منسک المروزی میں روایت کی ہے :-

سل الله حاجتك متوسلا بنبيه صلى الله عليه وسلم تقض من الله عز وجل

اللہ کی بارگاہ میں اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے ہوئے اپنی حاجت طلب کر تو بارگاہ صمدیت سے تیری حاجت پوری ہو جائے گی۔

اسی طرح اس کو ابن تیمیہ نے الرد علی الاخنائی ص ۱۶۸ میں ذکر کیا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑنا تمام اہل مذاہب کا قابل اعتماد مسئلہ ہے جس پر اکابر علماء کے شواہد کے علاوہ تفسیر کی کتب جیسا کہ ... دلائل النبوۃ اور ... ایسے دلائل سے بھری پڑی ہیں جو اس کی حرمت کے لیے مانع اور قاطع کی حیثیت سے ہیں۔

ابن تیمیہ کا ذکر کیوں؟

ابن تیمیہ نے اپنی تصنیفات میں توسل کی دوسری قسم کے بارے اکثر بحث کرتے ہوئے اس کے ... کیا ہے اور پیروکاروں نے اس کی تقلید کی اور متضاد کلام تردید کا انداز اپنایا ہے۔

ابن تیمیہ کا کلام مع تردید ذکر کرنا بھی نہایت مفید ہے اور فقط ابن تیمیہ پر ہی میرا اقتصار کرنا بھی بہت بہتر ہے اس لیے کہ جو اس کے ... ہیں وہ اس سلسلے میں مواد تلاش کرتے ہیں اس سے زیادہ ... نہیں ہو سکتا۔

... نے انبیاء و اولیاء اور صالحین کے ساتھ توسل کے منع پر ہمیشہ ... توسل حقیقت میں توسل بالدعا ہی ہے اور دعا ہی صرف

ترجمہ کی۔ اس مسئلہ کو اس نے اپنی کتاب "التوسل والوسیلۃ" کے کئی مقامات پر ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۶۹)

ابن تیمیہ کا استدلال

ابن تیمیہ نے "التوسل والوسیلۃ" (ص ۱۶۹) پر پہلا استدلال یوں وارد کیا:

السؤال به (أي بالمخلوق) فهذا يجوزه طائفة من الناس الذين [illegible] وما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم في ذلك كله ضعيف بل موضوع وليس عنه حديث ثابت قد يظن أن لهم فيه حجة إلا حديث الأعمى لا حجة لهم فيه فإنه صريح في أنه إنما توسل بدعاء النبي صلى الله عليه وسلم وشفاعته وهو طلب من النبي صلى الله عليه وسلم الدعاء وقد أمره النبي صلى الله عليه وسلم أن يقول "اللهم شفعه في" ولهذا رد الله عليه بصره لما دعا له النبي صلى الله عليه وسلم وكان ذلك مما يعد من آيات النبي صلى الله عليه وسلم ولو

مخلوق کے ساتھ سوال کرنے کو علماء کی ایک جماعت نے جائز قرار دیا ہے لیکن جو کچھ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے وہ سب ضعیف بلکہ موضوع ہے اور اس بارے میں کوئی حدیث ثابت نہیں۔ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ان کے پاس کوئی حجت ہوگی لیکن نابینا والی حدیث کے علاوہ کوئی حجت نہیں اور اس میں بھی ان کی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ وہ تو اس مسئلے میں صریح ہے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور شفاعت کے ساتھ وسیلہ کیا جس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کی گزارش کی تھی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو یوں کہنے کا حکم صادر فرمایا: اے اللہ! آپ کی سفارش میرے حق میں قبول فرما "اللهم شفعه في" اسی لیے اللہ نے اس کی بینائی لوٹا دی۔

[illegible] من العميان الذين [illegible] النبي صلى الله عليه [illegible] بدعاء [illegible] [illegible]

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا کی اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت میں سے ایک ہے اگر اس کے علاوہ دوسرے نابینا لوگ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑیں جن کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعا نہ فرمائیں تو ان کا حال ایسا نہیں ہوگا یعنی ان کی بینائی نہیں لوٹائی جائے گی۔

[illegible] استدلال کا جائزہ

گزارش ہے کہ ابن تیمیہ کا یہ کہنا "كله ضعيف بل موضوع وليس عنه حديث ثابت قد [illegible] لهم فيه حجة إلا ......" إن شاء الله العزيز اس [illegible] بالتفصیل آگے چل کر تخریج احادیث میں بحث قارئین کی جائے گی [illegible] کہ اس مسئلہ میں صحیح، حسن اور ضعیف احادیث [illegible] ائمہ حدیث کی توثیق ہے اور قواعد فن اصول حدیث [illegible]

[illegible] ابن تیمیہ کا یہ کہنا: "إلا حديث الأعمى لا حجة لهم فيه" [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا اور شفاعت کے ساتھ وسیلہ پکڑنے [illegible] صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا کرانا ہے اور نبی صلی اللہ [illegible] حکم دیا: "اللهم شفعه في" اسی لیے تو [illegible] بینائی واپس کردی اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی [illegible] ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی تحقیق یہ ہے کہ نابینا کا توسل نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعا کے ساتھ ہے، حالانکہ یہ کلام محل نظر ہے کیونکہ نابینا سے توسل والی احادیث کی تحقیق کرنے والا مندرجہ ذیل امور پا سکے گا

۱۔ نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی "اُدعُ اللّٰہ اَن یعافینی" میرے لیے دعا کریں، اللہ مجھے عافیت بخشے تو نابینا نے دعا کے لیے التماس کی۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یوں کہا:

إن شئتَ أخّرتُ ذٰلك وهو خيرٌ	اگر تو چاہے تو میں اسے مؤخر کر دوں اور یہی بہتر ہے، اگر تو چاہے تو میں
وإن شئتَ دعوتُ۔	دعا کرتا ہوں۔

گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اختیار دیا اور ساتھ بیان بھی کر دیا کہ صبر افضل ہے۔

۳۔ نابینا نے شدید حاجت کی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دعا ہی کی گزارش کی۔

۴۔ اس کے اصرار پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے وضو کرنے کا حکم فرمایا تو اس نے اچھی طرح وضو کیا اور دو رکعتیں ادا کیں۔

۵۔ نابینا نے اس پر مزید یہ دعا کی۔

"اللّٰهُمَّ إنّي أسألك وأتوجّه	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں
إليك بنبيّك محمّد نبيّ الرحمة	اور تیری رحمت والے نبی محمد [illegible]
يا محمّد إنّي توجّهتُ بك	علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیری [illegible]
إلى ربّي في حاجتي لتقضى لي	متوجہ ہوتا ہوں یا محمد صلی اللہ
	وآلہ وسلم میں آپ کے ساتھ [illegible]

اپنی حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوا ہوں پس میری حاجت پوری کی جائے۔

[illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا مانگی جس طرح نابینا نے حدیث کے [illegible] میں عرض کی اور نابینا نے یہ دعا مانگی جس طرح اس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم دی۔

[illegible] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو جو دعا تعلیم دی وہ توسل بالنبی صلی اللہ [illegible] ہے اور یہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسی نص ہے جو کسی قسم کی [illegible] احتمال نہیں رکھتی اور یہ کسی طرح یہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ [illegible] محمول ہو سکتی ہے جبکہ اس میں "أتوجّه إليك بنبيّك" اور "إنّي [illegible]" کی واضح عبارات موجود ہیں۔

[illegible] اب بھی اس کے علاوہ کوئی رائے رکھتا ہے تو حدیث پاک کا سمجھنا [illegible] ہے۔

شیخ البانی نے بھی ابن تیمیہ کے کلام پر فخر کرتے ہوئے "التوسل" [illegible] میں اس مسئلہ کی یوں تردید کی۔

[illegible] فهذه القصة كلها تدور	اس سارے واقعہ کا محل و محور توسل
حول الدعاء كما هو ظاهر	بالدعا ہی ہے جو کہ ظاہر ہے اس میں
[illegible] ذكر لما يزعمون	ایسی کوئی چیز مذکور نہیں جو ان کے خیال
	کی جا سکتی ہو۔

[illegible] گزارش ہے کہ یہ حدیث کے پہلے حصے کا مفہوم ہے اور بقیہ حصہ [illegible] ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے خود اس شخص کو جو دعا تعلیم فرمائی اس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ

ہاں یہ بات قابل تسلیم ہے کہ اس واقعہ کا دار و مدار دعا پر ہے لیکن اس مقام پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سے الفاظ ہیں جن سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا مانگی اور وہ دعا کونسی ہے جو آپ نے اس نابینا آدمی کو تعلیم فرمائی؟

کوئی بھی انصاف پسند اس کے علاوہ جواب گھڑنے کی جرأت نہیں کر سکتا کہ یقیناً یہ وہی دعا ہے جس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی موجود ہے۔ نابینا آدمی نے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر مطلق دعا طلب کی کہ اس کی بصارت لوٹ آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دعا کی تعلیم فرمائی اور حکم صادر فرمایا کہ یہ دعا مانگے جس میں توسل بالنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہے لہٰذا مطلوب ثابت ہے۔

۷۔ پھر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے یوں عرض کرنے کو کہا:

اللّٰھم فشفعہ فی وشفعنی فی نفسی۔	اے اللہ! آپ کی دعا میرے حق میں اور میری دعا بھی میرے حق میں قبول فرما۔

سوال یہ ہے کہ وہ کونسی دعا ہے جس کی قبولیت کا مطالبہ کیا جا رہا ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ہر شخص کے ذہن میں بار بار یہی طور پر یہی وارد ہوتا ہے کہ یہ وہی مذکورہ دعا ہے جس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے اور یقیناً یہ جواب اب تحقیق نظر کا محتاج ہے اور نہ ہی [illegible] و دلائل کا اور یہ مسئلہ دن کے سورج کی طرح روشن ہے اور یوں بھی صحیح ہوگا کہ شفاعت کی قبولیت کا سوال کرنا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

[illegible] کے ساتھ توسل پر بھی دلیل ہے اور آپ کی دعا کے ساتھ توسل پر بھی اور یہی حدیث پاک کے مفہوم کا مدعا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

[illegible] بینائی واپس آنے کا سبب فقط توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] ائمہ محدثین نے مفہوم لیا انہوں نے اس حدیث کو اپنی تصنیفات میں [illegible] اور ذکر حدیث کے ساتھ واضح کیا کہ یہ بھی ان دعاؤں میں سے [illegible] حاجات کے وقت مانگی جاتی ہیں۔ امام بیہقی نے "دلائل النبوۃ" [illegible] باب "ما جاء فی تعلیمہ الضریر ما کان فیہ شفاؤہ حین [illegible] ظهر في ذالك من آثار النبوة" میں نقل کیا۔

[illegible] کوئی شک نہیں کہ سید دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اندھے کو [illegible] دعا سکھائی جس میں توسل بالذات ہے جس پر بیہقی کی عبارت نہایت واضح [illegible] امام بیہقی ایک مجتہد اور حافظ ہیں۔

[illegible] اس حدیث کو امام نسائی نے ذکر کیا اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ میں [illegible] نے الدعوات میں امام طبرانی نے الدعا میں امام حاکم نے [illegible] میں منذری نے الترغیب والترہیب میں اور حافظ ہیثمی نے [illegible] میں صلوٰۃ الحاجۃ و دعائہا کے تحت ذکر کیا اور امام [illegible] الاذکار میں اس طرح ذکر کیا کہ یہ بھی ان اذکار میں سے ایک ہے [illegible] پیش آنے پر کہے جاتے ہیں اور محدث ابن جزری نے [illegible] ۱۶۱ پر باب "صلوٰۃ الضر والحاجۃ" کے تحت [illegible]

[illegible] شوکانی "تحفۃ الذاکرین" میں صفحہ ۱۶۲ پر لکھتے ہیں

[illegible] دلیل علیٰ	اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ

جواز التوسل برسول الله صلى الله عليه وسلم إلى الله عز وجل مع إعتقاد أن الفاعل هو الله سبحانه وتعالى وأنه المعطي المانع ما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن۔

علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں بطور وسیلہ پیش کرنے کے جواز پر دلیل ہے جبکہ اعتقاد یہ ہو کہ فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہی معطی اور مانع ہے جو وہ چاہتا ہے ہوتا ہے اور جو نہ چاہے نہیں ہوتا۔

جن حفاظ کبار نے یہ کہا کہ حدیث شریف اپنے عموم پر ہے اور اس دعا کا استعمال عام ہے جس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ان سب کو بیان کرنا خاصی طوالت کا سبب ہے۔

۹۔ حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ جو کہ اس حدیث کے راوی بھی ہیں انہوں نے اس سے عموم اخذ کیا تبھی تو آپ نے اس شخص کو جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ تک رسائی چاہتا تھا، اس دعا کی طرف متوجہ کیا جو حدیث پاک میں مذکور ہوئی جس میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کی سند بالکل صحیح ہے جس کا مفصل بیان ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے مقام پر آئے گا اور جلیل القدر صحابی حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ نے حدیث پاک کو سمجھنے کا حق ادا کر دیا۔

۱۰۔ ابن ابی خیثمہ نے ثقہ حافظ حماد بن سلمہ کے طریق سے اس حدیث کی روایت کی اور اس میں "فان كانت حاجة فافعل مثل ذالك" کا جو اضافہ ہے وہ صحیح اور مقبول ہے اس لیے کہ یہ اضافہ ایک ثقہ حافظ کا ہے اور اصول حدیث میں بھی ثقہ کا اضافہ مسلّم ہے۔ لہٰذا یہ روایت عموم پر

دلالت کرتی ہے نیز ظاہری حیات میں اور وصال شریف کے بعد قیامت تک حضور سے وسیلہ پکڑنے کی مقتضی ہے۔ پھر ابن تیمیہ نے کہا:

"اگر کوئی اور نابینا شخص اسی طرح وسیلہ پکڑے جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہ کی ہو تو اس کا حال ایسا نہیں ہوگا۔"

ابن تیمیہ نے جو دوسرے مقام پر کہا:

ولو كان أعمى توسل به صلى الله عليه وسلم ولم يدعه الرسول صلى الله عليه وسلم بمثل ذلك الأعمى لكان عميان الصحابة أو بعضهم يفعلون مثل ما فعل الأعمى فعدولهم عن هذا إلى هذا دليل على أن المشروع ما ذكروه۔

"اس نابینا کی بجائے اگر کسی اور نابینا کے لیے یوں وسیلہ جائز ہوتا جس کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا نہ کی ہو تو نابینے صحابہ بھی ایسا کرتے یا بعض صحابہ نے ایسا کیا بھی ہوتا تو ان کا اس طرف رجوع کرنا فقط ان کے سوال کے جواز پر دلیل ہے نہ کہ اس سے زیادہ کسی امر پر جسے انہوں نے ترک کیا۔

ہم کہتے ہیں کہ اس کا جواب نہایت آسان ہے اور ہم اس کا حق ادا کرتے ہیں تاکہ اس اعتراض کا قلع قمع ہو جائے۔ لیکن ہم نے ایک گروہ کو ایسا بھی دیکھا ہے کہ انہوں نے اسی اعتراض کو لیا اور اپنی اپنی طرف منسوب کیا۔ اصل بات تو یہ ہے کہ اس اعتراض کا ذکر ہی نہ کیا جائے کیونکہ اس کا بطلان ظاہر ہے یا اس کو معترض کی نسبت سے بیان کیا جائے تو اس لیے ہم بیان کر ہی دیتے ہیں تاکہ معترض بھی بے نقاب ہو جائے جنہوں نے اس اعتراض کو اپنی طرف منسوب کیا ان میں سے ایک شیخ البانی

ہے جس نے "التوسل" (صفحہ ۱۶۹) میں کہا

"اگر نابینا کی شفاء کا راز اسی میں ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت، و صداقت کے ساتھ وسیلہ پکڑا جیسا کہ عام متاخرین نے سمجھا ہے تو ضروری بات ہے کہ اس کے علاوہ دوسرے نابینے جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرتبہ کے ساتھ وسیلہ پکڑا تو انہوں نے بھی شفاء حاصل کی ہو اور ہو سکتا ہے کہ انہوں نے اس کے ساتھ کبھی کبھی جمیع انبیاء و مرسلین، تمام اولیاء، شہداء اور صالحین کے مرتبے کا بھی وسیلہ پکڑا ہو بلکہ ہر وہ مخلوق جس کو بارگاہ ایزدی سے کوئی مقام ملا ہو مثلاً ملائکہ، انسان اور جن ان کے مقام کا بھی وسیلہ پکڑا ہو لیکن ہمارے گمان کی حد تک بھی معلوم نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے لے کر آج تک اس عرصہ دراز میں کوئی اس طرح مراد حاصل ہوئی ہو۔"

اسی اعتراض کو "التوصل الی حقیقۃ التوسل" کے ص ۲۴۳ اور "ھذہ مفاہیمنا" (ص ۴۰) پر بھی ذکر کیا گیا۔

اس اعتراض کا جواب درج ذیل ہے۔

۱۔ دعا کے صحیح ہونے کے لیے دعا کی قبولیت شرط نہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ	تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

اور ہم نے کئی مسلمانوں کو دیکھا ہے کہ وہ دعا کرتے ہیں لیکن قبول نہیں ہوتی، لہذا یہ اعتراض تو ہر قسم کی دعا پر وارد ہوتا ہے پس اس اعتراض پر غور کرو اور دیکھو کہ معترض کو کہاں فرار ہے؟

اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ نابینے صحابہ وغیرہم نے وسیلہ نہیں پکڑا یہ فقط احتمال ہے جس کی تائید میں کوئی دلیل نہیں حالانکہ اس کے علاوہ اور مضبوط ترین احتمالات درج ذیل ہیں۔

۱۔ انہوں نے وسیلہ پکڑا اور ان کی دعا قبول ہوئی۔

۲۔ انہوں نے اس کو ترک کیا تاکہ اجر و ثواب میں اضافہ ہو۔

۳۔ انہوں نے وسیلہ پکڑا اور ان کی دعا کا اجر آخرت کے لیے ذخیرہ کیا گیا۔

۴۔ انہوں نے جلدی کی اور ان کی دعا قبول نہ ہوئی۔

جیسا کہ آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

یستجاب لاحدکم ما لم یعجل یقول قد دعوت فلم یستجب لی۔	جو بھی جلدی کرتا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی، پھر کہتا ہے کہ میں نے دعا کی تھی لیکن قبول نہیں ہوتی۔

(بخاری و مسلم وغیرہما)

۵۔ بلکہ دعا کرنے والے ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات کے وسیلہ سے دعا کرتے ہیں لیکن ان کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی اور یہ اعتراض اس مقام پر وارد ہوگا یعنی ہم نے اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات یا نیک آدمی کی دعا کے ساتھ وسیلہ پکڑ کر دعا کرتے بھی دیکھے اور دعا کو قبول ہوتے نہیں دیکھا، یہ گفتگو تو معترضین پر اتمام حجت ہے اس اعتراض کو رد کرنا تھا اور یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ کر عبادت (قبولیت) میں تلازم نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ دعا وہی ہے جو قبول ہو اور جو قبول ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ (واللہ اعلم)

علاوہ ازیں شیخ البانی کا یہ کہنا " لا نعلم ورد التوسل بجاہ [illegible]" انتہائی ظلم پسندی ہے اور حقیقت کی نفی پر شہادت ہے جس سے کوئی بھی صاحب عقل آدمی دعویٰ نہیں کر سکتا۔

مختصر خلاصۂ کلام

توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حدیث کی واضح دلالت کے بعد یہ بات آپ پر روز روشن کی طرح واضح ہو گئی کہ مخالف محض مکڑی کے گھر کی طرح بے بنیاد دیواریں کھڑی کرنے کے در پے ہے جن کا دلائل کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں اور یہ یقینی بات ہے کہ مخالفین کے پاس اپنے موقف کے ثبوت میں کوئی وزنی دلیل نہیں جس کے سہارے وہ تخصیص کا دعویٰ کر سکیں علاوہ ازیں جو مخالف بھی دلیل سے استدلال حاصل کرتا ہے وہ اس جواز توسل کے اعتراف پر مجبور ہوتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ وہ ما فی الضمیر کی وجہ سے طرح طرح کے شبہات پیدا کرتا ہے۔ دیکھیں شیخ البانی نے "التوسل" (صفحہ ۷۶) میں کہا:

"حدیث پاک کی روشنی میں میرا موقف یہ ہے کہ اگر یہ صحیح ہو کہ نابینا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا وسیلہ پکڑا تو یہ حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہی خاص ہو گا۔ آپ کے علاوہ کوئی نبی ولی اس حکم میں شریک نہیں ہو گا اور آپ کے ساتھ دوسرے انبیاء و اولیاء کے الحاق کو نظر صحیح قبول نہیں کر سکتی کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سب کے سردار اور افضل ہیں اور ممکن ہے کہ یہ بھی ان خصوصیات میں سے ایک ہو جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاص فرمائی ہیں اور اس کے ساتھ سب پر آپ کی فضیلت کو واضح کیا ہو

[illegible] میں کئی ایسی مثالیں ہیں ان کی آپ کے ساتھ تخصیص ہے [illegible] یہ ہے کہ خصوصیات میں [illegible] ثابت نہیں ہوتی لہذا جو شخص اعتقاد رکھے [illegible] نابینا کا توسل [illegible] علیہ وآلہ وسلم کی ذات کے ساتھ تھا تو اس پر لازم ہے کہ اس [illegible] پر ہی محدود رکھے اور اس پر کسی طرح کا کوئی اضافہ نہ کرے جیسا کہ [illegible] سے منقول ہے اور یہی حق [illegible] وہ عمومی گفتگو کرتی ہے جو انصاف کے ساتھ ہو۔"

[illegible] وضاحت کر دی [illegible] تمام تر خیالات کی بنیاد کیا [illegible] واضح دلیل کو چھوڑ کر محض تقلید کو ترجیح کیوں دی جائے؟ بیشک [illegible] واسطہ تو یہاں واضح ہے لیکن فقط حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] کے ساتھ توسل کا حصر کرنا کیسے صحیح ہے جبکہ اس پر کوئی دلیل نہیں [illegible] مختص ہے اور خصوصیت کسی دلیل کے بغیر ثابت نہیں [illegible] امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [illegible] حالانکہ ان سے توسل بالغیر کی ممانعت منقول نہیں اور [illegible] آپ کی طرف منسوب کیا گیا اس سے آپ پر بڑی [illegible] غور طلب ہے کہ [illegible] حضرت امام احمد [illegible] نابینا [illegible] جواز [illegible] کسی نے بھی [illegible] دعویٰ نہیں کیا جو البانی نے [illegible] ملاحظہ فرمائیں۔

[illegible] "القول" [illegible] بیان فرمایا [illegible] دلیل [illegible] کسی [illegible] وسیلہ [illegible]

بمذہب قال احمد فی منسکہ الذی کتبہ للمروذی انہ یتوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی دعائہ وجزم بہ فی المستوعب وغیرہ ۔

ہے اور بعض حنابلہ نے مستوعب کہا ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ منسک المروذی میں فرماتے ہیں کہ اس نے اپنی دعا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ کی ذات کا وسیلہ پکڑا اور "المستوعب" وغیرہ میں اس کی توثیق کی گئی۔

۲۔ پھر ابن تیمیہ نے کہا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی استسقاء میں دعا جو مہاجرین و انصار میں مشہور ہے وہ یہ ہے۔

اللّٰھم انا کنا اذا اجدبنا نتوسل الیک بنبینا، وانا نتوسل الیک بعم نبینا

اے اللہ جب ہم قحط سالی ہوتے تھے تو تیری بارگاہ میں اپنے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تو تو ہمیں سیراب کر دیتا تھا اب ہم تیری بارگاہ میں اپنے نبی کے [illegible] کا وسیلہ پیش کرتے ہیں۔

امیر المؤمنین کا یہ قول اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کے نزدیک جو توسل جائز ہے وہ دعا اور شفاعت کے ساتھ سوال ہے نہ کہ ذات کے ساتھ سوال کرنا کیونکہ اگر یہ جائز ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کے ساتھ سوال کرنے کو ترک کر کے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ نہ کرتے۔" (التوسل والوسیلہ صفحہ ۶۶)

اور ابن تیمیہ دوسرے مقام پر کہتا ہے کہ "صحیح بخاری میں ابن عمر اور انس وغیرہ رضی اللہ عنہم سے یہ ثابت ہے کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ

[illegible] استسقاء کے ساتھ وسیلہ پکڑتے لیکن یہ کسی سے بھی منقول نہیں کہ [illegible] علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیات مبارکہ میں کسی نے مخلوق کے وسیلے سے [illegible] سوال کیا ہو نہ آپ سے نہ آپ کے علاوہ کسی سے، نہ ہی استسقاء [illegible] میں کسی اور موقع پر اور نابینا والی حدیث کے بارے میں ہم وضاحت [illegible] ہیں کہ اگر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوال کرنا صحابہ کے [illegible] معروف ہوتا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ضرور کہتے کہ نبی کریم [illegible] علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوال اور توسل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے [illegible] سوال اور توسل سے کہیں افضل ہے۔ لہٰذا ہم اس مشروع امر کو ترک [illegible] رہے ہیں جو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کرتے [illegible] اور وہ مشروع امر مخلوق میں سب سے افضل کے ساتھ توسل ہے [illegible] ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی قریبی رشتہ کا وسیلہ پکڑ لیں یہ تو [illegible] مشروع کو ترک کرنے اور ایک افضل امر سے عدول کرنے کے مترادف [illegible] دونوں وسیلوں میں سے کمزور کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا باوجود اکمل [illegible] پر قدرت بھی ہو کیونکر صحیح ہے؟ حالانکہ ہم عام الرمادہ (ہلاکت کا [illegible] میں انتہائی مجبور بھی تھے، یہ وہ سال ہے قحط سالی میں جس کی مثال [illegible] ملتی ہے اور جنہوں نے یہ سوال کیا وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے جن کی [illegible] حضرت معاویہ نے بھی صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یوں [illegible] انہوں نے حضرت یزید بن اسود الجرشی کے ساتھ وسیلہ پکڑا جیسا کہ [illegible] رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ وسیلہ ۔

([illegible]، صفحہ ۹۸)

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے کہتے ہیں کہ

ابن تیمیہ کے کلام کو بغور پڑھنے والا بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ وہ توسل بالذات کی مطلقاً نفی کرتا ہے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے ساتھ توسل کو ترک کر دیا اس لیے کہ توسل فقط دعا پر موقوف ہے اور وصال کے بعد آپ کی دعا ناممکن ہے، اگر بعد از وصال بھی آپ کی ذات کے ساتھ توسل ممکن ہوتا تو صحابہ کبھی اس کو ترک نہ کرتے۔

اس اعتراض کا جواب مندرجہ ذیل نقاط سے قارئین کی نظر کیا جاتا ہے۔

۱۔ معترض کی غرض وغایت یہ ہے کہ شدتِ حاجت کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کو چھوڑ دیا گیا یعنی ترک کیا گیا، گزارش یہ ہے کہ کسی امر کا محض ترک، تحریم یا کراہیت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ترک سے تو متروک کے جواز کا فائدہ حاصل ہوتا ہے چہ جائیکہ تحریم یا کراہیت اور کسی شئے کی تحریم یا کراہت کسی دوسری دلیل کی محتاج ہوتی ہے جو ممانعت کا فائدہ دے اور مناسب یہ ہے کہ خاموشی اختیار کرنے والے کی طرف قول منسوب نہ کیا جائے اور ہمارے شیخ محقق دوراں علامہ عبداللہ بن الصدیق الغماری رحمہ اللہ تعالیٰ و نور قبرہ نے اپنے رسالہ "حسن التفہم والدرک لمسألة الترک" میں مسئلہ ترک کے تمام پہلوؤں کا ہر زاویے سے جائزہ لیا ہے۔[1]

۲۔ اگر ترک تحریم پر ہی دلالت کرتا ہے تو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے اس توسل کو بھی ترک کیا جس کی علامات اور فضیلت پر سب کا اتفاق ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء اور صفات مبارکہ کے ساتھ توسل ہے حالانکہ وہ شدت

---

[1] اس رسالہ کا ترجمہ "مسئلہ ترک" کے نام سے بندہ نے کیا جو شائع ہو چکا ہے۔
مفتی محمد خان قادری

قحط کی وجہ سے انتہائی مجبور بھی تھے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استغاثہ سے معلوم ہے۔

۳۔ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کا یہ عرض کرنا "وإنا نتوسل إليك بعم نبينا" توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت سے خالی نہیں ہو سکتا اور سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ اپنی دعا میں یوں عرض گزار ہوئے:

وقد توجه القوم بي إليك لمكاني من نبيك	اے اللہ! یہ قوم تیری بارگاہ عالی میں میرے واسطے سے اس لیے متوجہ ہوئی ہے کہ مجھے تیرے پیارے نبی کے ساتھ نسبت کی وجہ سے عزو شرف حاصل ہے۔

اسی لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے "بعم نبيك" کہا اور "بالعباس" نہ کہا اور پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لیے زیادہ مناسب یہ تھا کہ اس سخت ضرورت کے وقت اس کا وسیلہ پکڑتے جو صحابہ میں سے حضرت عباس سے افضل ہو اور ایسے کئی حضرات موجود تھے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو اتخذہ وسیلة الی اللہ یعنی اللہ کی بارگاہ میں انہی کو وسیلہ بنایا اور آپ نے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عدول نہیں کیا بلکہ آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو وسیلہ پکڑنے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری اور قرابت کو پیش نظر رکھا ہے اس لیے کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کی عزت و تکریم ہے اور ان کا وسیلہ پکڑنا حقیقت میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قربت کی بنا پر ہے۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ ان کی دعا کی قبولیت کی امید بھی ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الفتح ۲/۴۹۷ میں فرماتے ہیں

ویستفاد من قصة العباس استحباب الاستشفاع باهل الخیر والصلاح واهل بیت النبوة، وفیه فضل العباس وفضل عمر لتواضعه للعباس ومعرفته بحقه۔

سیدنا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قصے سے اس مسئلے کا فائدہ ملتا ہے کہ نیکوکار، برگزیدہ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اہل بیت کے ساتھ شفاعت طلب کرنا مستحب ہے اور اس میں حضرت عباس اور عمر رضی اللہ عنہما دونوں کی فضیلت ہے اس لیے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس کے لیے انکساری کی اور ان کے قدر اور مقام کو جانا۔

ایک وہم اور اس کا ازالہ

التوسل ص ۶۸ میں شیخ البانی کا روح فرسا قول ہے کہ

"اگر یہ روایت صحیح ہے تو یہ اس سبب پر دلالت کرے گی جس کی وجہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا ہی وسیلہ پکڑا اور حاضرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کسی اور کا انتخاب نہیں کیا اور یہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک اور توسل بالعباس کے جواز پر دلیل ہے۔ اگر ان کے نزدیک توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم جائز ہوتا تو ایسا ہرگز نہ کرتے اور کبھی ایسا ہو بھی نہیں سکتا، کیونکہ ضروری اور بدیہی طور پر ہم بیان کر چکے ہیں (جیسا کہ بعض کا موقف ہے) کہ اگر ایک قوم کو شدید قحط نے آ لیا

اور اس کے ساتھ توسل کا ارادہ کریں تو یہ ممکن نہیں کہ وہ ایسے شخص سے عدول کریں جس کی دعا اجابت اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کے زیادہ قریب ہو۔ فرض کریں اگر کسی انسان پر کوئی گراں بار مصیبت آ پہنچے اور اس کے سامنے ایک نبی اور ایک غیر نبی موجود ہوں ان میں سے کسی ایک سے دعا طلب کرنے کا ارادہ ہو تو یقیناً وہ نبی سے ہی طلب کرے گا اگر اس نے نبی کو چھوڑ کر غیر نبی سے دعا طلب کی تو وہ ایک جاہل اور گنہگار شمار ہوگا تو پھر یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بمع کثیر صحابہ رضی اللہ عنہم توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اعراض کر کے توسل بالغیر کا سہارا لیا؟"

ہماری گزارش یہ ہے کہ یہ روایت "واتخذوہ وسیلة الی اللہ" ... الاسناد (اس کی سند مقبول) ہے، انشاء اللہ اس پر مفصل کلام اپنے مقام پہ آئے گا۔

اس کے درج ذیل قول کے بارے میں

فهی انما تدل علی السبب الذی من اجله توسل عمر بالعباس دون غیره من الصحابة

یہ اس سبب پر دلالت کرتی ہے جس کی بنا پر عمر نے عباس کا ہی وسیلہ پکڑا (رضی اللہ عنہما) اور حاضرین میں سے کسی اور صحابی کا وسیلہ نہیں پکڑا۔

عرض ہے کہ یہ ہمارا مطلوب تو ان کو بھی تسلیم ہے، لہٰذا یہاں کلام کو مختصر کرنا ہی صحیح رہے گا ورنہ ......

... نبی کے ہوتے ہوئے ادنیٰ کے ساتھ اور مفضول کے ہوتے ہوئے فاضل ... توسل کی بے شمار مثالیں صحابہ سے ملتی ہیں جو اپنے اپنے مقام پر معلوم ... اب دیکھنا ان کا یہ دلسوز کلام:

ولو طلبه من غير النبي صلى الله عليه وسلم وترك النبي لعدّ من أرذل الناس في العالمين.

اگر اس نے غیرِ نبی سے دعا کا مطالبہ کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ترک کیا تو اس کا شمار جاہلوں اور گمراہوں میں ہوگا۔

تو ہم اس کے بارے میں صحیح جان لیتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

یہ سب کچھ محض پریشان کرنے، گڈمڈ کرنے اور اوہامِ باطلہ میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ آج تک کسی نے اس طرح کی کوئی بات نہیں کی اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل ہے۔ بس اس کی غرض یہ ہے کہ انھوں نے توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ترک کیا، حالانکہ ترک نفسِ جواز پر دلالت کرتا ہے اور ان کے ترک کو اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس کے کئی احتمالات ہو سکتے ہیں اور توسل کرنے والے کی طرف کوئی بات منسوب کرنا مناسب نہیں۔ ہاں اگر صدقِ دل سے غور و فکر کیا جائے تو یہی بات واضح ہوگی ورنہ تعصب کے اندھیروں میں اسلام لے ڈوبے۔

۲۔ اس میں ایک احتمال یہ بھی ہے

کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ: "اللّٰهم إنا كنا إذا أجدبنا نتوسل إليك بنبينا فتسقينا وإنا نتوسل إليك بعم نبينا" اس پر دلالت کرتا ہے کہ وہ لوگ آپ کی دعا اور شفاعت کے ساتھ توسل کیا کرتے تھے نہ کہ آپ کی وفات کے بعد سوال کرتا۔

جیسا کہ کہتے ہیں کہ اس کا یہ قول صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کی سمجھ کے خلاف ہے اور ان کی فکر سے بہت دور ہے اور معرفت والے ہیں توسل بالعباس

سمجھا گیا حالانکہ وہ سب خالص عربی ہیں کوئی عجمی ان میں شامل نہیں لہٰذا یقیناً ان کا اور ابن تیمیہ کی فہم میں اتنا ہی فرق ہے جتنا سیاہ اور سفید میں، لہٰذا صحابہ کا قول ہی معتبر ہے اور حق ہمیشہ ان کے ساتھ ہے اور جو شخص بھی صحابہ کا رد کرتا ہے تو وہ صحابہ کا موقف ہی اختیار کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔

جن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے توسل بالعباس سے توسل بذاتِ العباس سمجھا ہے کہ آپ کی دعا کے ساتھ توسل، ان میں سے شاعرِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا مبارک کلام درج ذیل ہے جو قابلِ غور ہے:

سأل الإمام وقد تتابع جدبنا — فسقى الغمام بغرة العباس
عم النبي وصنو والده الذي — ورث النبي بذاك دون الناس
أحيا الإله به البلاد فأصبحت — مخضرة الأجناب بعد الياس

"ہم پر مسلسل قحط سالی پڑی ہوئی تھی یہاں تک کہ لوگوں نے عباس رضی اللہ عنہ کی عظمت کے ساتھ سوال کیا تو بادل برسنے لگے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم چچا اور آپ کے والد گرامی کے وہ بھائی ہیں جو سارے لوگوں سے ممتاز ہیں، اس لیے کہ انھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اس امر میں وارث بننے کا شرف حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ بستیوں کو دوبارہ زندگی عطا کر دی اور خشک سالی کے بعد تمام اطراف سرسبز و شاداب نظر آنے لگے۔"

ایک اور صحابی حضرت عباس بن عتبہ رضی اللہ عنہ کا کلام بھی ملاحظہ ہو:

بعمي سقى الله الحجاز وأهله — عشية يستسقي بشيبته عمر
توجه بالعباس في الجدب راغبا — إليه فما إن رام حتى أتى المطر

وفينا رسول الله فينا ثنى ثم   فهل فوق هذا للمفاخر مفتخر

"ہم میں جو تھا اور اُس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حجازِ مقدس اور اہلِ حجاز کو اس رات ہی سیراب کر دیا جب عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کی بزرگی کے ساتھ بارش مانگی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ قحط سالی میں عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ بارگاہِ ایزدی میں متوجہ ہوئے جس کی غرض یہ تھا کہ بارش نازل ہوئی۔ اللہ جل جلالہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم میں سے ہیں اور ہم میں ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ کیا کسی فخر کرنے والے کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی قابلِ فخر چیز ہو سکتی ہے؟"

مذکورہ اشعار سے نہایت صراحت کے ساتھ یہ مسئلہ پایۂ ثبوت کو پہنچا کہ یہاں توسل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے ہی ساتھ ہے۔ اب جس نے بھی یہاں الفاظ کو اس ظاہری مفہوم سے پھیرنے کا قصد کیا یقیناً اس نے ان دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہما پر جھوٹ باندھا اور اپنے نفس کی پیروی کا ارتکاب کیا۔

۵۔ بعض لوگوں نے یہ دلیل بھی پیش کی کہ یہ کلام اپنے ظاہر پر نہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول میں مضاف محذوف کا عقیدہ ہونا ضروری ہے یعنی "وانا نتوسل الیک بعم نبینا" سے مراد "بجاہ نبینا" ہے۔

ان لوگوں کا یہ مغالطہ قول کوئی حیثیت نہیں رکھتا کیونکہ اس میں نص کو اپنے ظاہر سے پھیرنا لازم آتا ہے اور ان کے پاس محض ایک ظنی شبہ ہے اور کوئی دلیل بھی نہیں کہ جس پر کوئی غور کیا جا سکے۔

لہٰذا نص کو اپنے ظاہر پر ہی قائم رکھنا واجب ہو گا کیونکہ حذف خلافِ اصل ہے اور اصل پر عمل کرنا واجب ہے۔ مخالف کا یہ کہنا کہ "ان دعونا بدعاء عم نبیک" دائم خطا ہے کیونکہ ارادے کا محل دل ہے اور کلام کے خلاف ارادے کی تعیین باطل ہے اور یہ نہیں ہو سکتا کہ سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس طرح لوگوں پر دین کو مشتبہ کیا ہو کہ ان کا ظاہر کلام ان کے ارادے کے خلاف ہو۔

۶۔ یہ قصہ مذکورہ کلام تو فقط ایک شبہ کے رد میں تھا ورنہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑا جو حضرت ابی عمرو بلال بن الحارث المزنی[۱] اور ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے جس کا مفصل بیان ان شاء اللہ اپنے مقام پر آئے گا اور توسل

۱؎ حضرت بلال بن حارث مزنی کا واقعہ جو فتح الباری (۲/۴۹۵) میں بطور تعلیق مذکور ہے یعنی روایت معلق[۱] ہے مخالف نے اس پر نہایت تکلف

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

۱؎ المعلق: ما حذف من مبدأ اسناده راو فاكثر على التوالي" معلق وہ روایت ہے جس کی ابتدائے سند سے ایک یا ایک سے زیادہ مسلسل راوی حذف کیے جائیں، مثلاً امام بخاری نے صحیح میں باب مناقب ... کے مقدمہ میں یہ حدیث نقل کی: "وقال ابو موسى غطى النبي صلى الله عليه وسلم ركبتيه حين دخل عثمان" ابو موسیٰ نے کہا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک زانوؤں کو ڈھانپ لیا جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ داخل ہوئے۔ یہ حدیث معلق ہے کیونکہ امام بخاری نے ایک صحابی کے علاوہ اس کی تمام سند کو حذف کر دیا اور وہ ایک صحابی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ ہیں (تیسیر مصطلح الحدیث ۱۴۰)

بالعباس (ذی اللمعۃ) کی تصریح میں اشعار گزر چکے ہیں۔
کسی بھی صاحب نقل سے یہ بات تحقیق نہیں کہ ایک متوسل از وسیلہ

کے ساتھ طرح طرح کے اعتراضات کی بوچھاڑ کر دی اور کہہ دیا کہ یہ ایک اثر ہے۔ اگر بقول شارح اس کا صحیح ہونا فرض بھی کر لیا جائے تو یہ بعد از وصال استسقاء بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز پر حجت ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتا جس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ یہاں سائل مجہول ہیں یعنی معلوم نہیں کہ سوال کرنے والا کون ہے؟

۲۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا عمل اس کے خلاف ہے حالانکہ وہ شریعت کے تقاضوں کو سب سے زیادہ جانتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور پر بارش وغیرہ مانگنے کے لیے نہیں آیا بلکہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ نے بھی اس سے عدول کیا اور قحط کی شدت میں حضرت عباس کے توسل سے بارش مانگی جس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ حق یہی ہے۔

۳۔ بے شک اس شخص کا جو فعل ہے وہ منکر اور شرک کی طرف وسیلہ ہے بلکہ بعض اہل علم نے اس کو شرک کی اقسام میں ذکر کیا ہے۔ پھر سیف کی مذکورہ روایت میں سائل کا نام 'بلال بن حارث' بتایا گیا ہے، جس کی صحت میں نظر ہے۔ حالانکہ شارح نے بھی یہاں سیف کی سند کو ذکر نہیں کیا۔

۴۔ فرض کریں یہ روایت اس سے صحیح ہے لیکن پھر بھی اس مسئلے میں حجت

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مانگنے والا کسی مردہ یا زندہ سے قطعی طور پر کچھ نہیں مانگتا اور یقیناً اللہ تعالیٰ ہی سے مانگتا ہے لیکن اس میت یا زندہ کی بزرگی یا اس کے نیک عمل وغیرہ کے

نہیں بن سکتی کیونکہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل اس کے خلاف ہے حالانکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی شریعت کو دوسروں سے زیادہ جانتے ہیں۔

یہ تھا ان اعتراضات کی تفصیل جو حضرت بلال بن حارث کے اثر (حدیث) پر ہوئے۔ اب ہم ان معاندانہ اعتراضات کی لغویت کا احساس دلانے کی مختصر کوشش کرتے ہیں اور عرض گزاشت مذکورہ ترتیب کے عین مطابق ہوگی۔

۱۔ پہلا اعتراض کہ سائل مجہول ہے۔ یہ دراصل شیخ البانی کے کلام سے ماخوذ ہے جو "التوسل" کے صفحہ (۱۳۲) پر درج ہے۔

على أن القصة صحيحة فلا	فرض کریں کہ یہ قصہ صحیح ہے تو پھر بھی
حجة فيها لأن مدارها على	اس میں حجت اور دلیل نہیں کیونکہ اس
رجل لم يسم وتسميته بلالاً	کا دارومدار ایک غیر معین شخص پر ہے۔
في رواية سيف لا يساوي	روایت سیف میں بلال کا نام آنا بھی
شيئاً لأن سيفاً متفق على ضعفه	ناکافی ہے کیونکہ سیف کے ضعف پر اتفاق ہے

ہم اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عرض گزار ہیں کہ قبر انور شریف پر آنے والا چاہے صحابی ہو یا تابعی، اس سے کوئی فرق نہیں، حجت ہے تو امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اقرار میں ہے جس کا بین ثبوت آپ کا مبارک عمل ہے کہ آپ نے اس فعل سے منع نہیں کیا بلکہ خود رو رو کر عرض کرنے لگے۔

يا رب ما آلو إلا ما	اے اللہ! میں اپنی کوشش میں
عجزت عنه.	ذرا بھی کوتاہی نہیں کروں گا مگر وہ ام

بقیہ اگلے صفحہ پر

جس سے میں عاجز ہوں۔

ii ۔ رہی دوسری بات کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل اس کے خلاف ہے۔
ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اس کا حکم صرف ترک کا ہے اور ترک جواز کا فائدہ دیتا ہے۔ علاوہ ازیں اس آنے والے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اقرار ایک ایسی دلیل ہے جس کے بعد ہر کریم النفس محقق کی تحقیق اس نکتہ پر مرکوز ہو جاتی ہے کہ قطعی طور پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عمل مبارک اس کے خلاف نہیں۔ جس کی مثال "فتح الکوفہ" میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اثر (حدیث) سے بھی ملتی ہے اور یہ دونوں حدیثیں اس مسئلے میں فلق کی حیثیت رکھتی ہیں۔

iii ۔ تعلیمہ کے اعتراض کے بارے میں جو کہ "اس آدمی کا فعل منکر اور شرک کی طرف وسیلہ ہے۔ بلکہ بعض اہل علم نے شرک کی اقسام سے شمار کیا۔"
ہم کہتے ہیں کہ یہ ایک دانستہ خطا ہے۔ اس لیے کہ حدیث کی صحت کو تسلیم کر لینے کے بعد کیا یہ گمان ہو سکتا ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو شرک پر ٹوکا؟ مخالف کی یہاں کیا رائے ہوگی؟ العیاذ باللہ
اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے، آمین۔

پھر ایک محقق آدمی کو یہ حق پہنچتا ہے کہ وہ بطور تعجب ان سے دریافت کرے کہ کیا ہم صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے دین کی تعلیم حاصل کرتے ہیں؟ یا ان کے اعمال میں محض اس لیے غور و فکر کرتے ہیں کہ غیر مسلم قواعد کے سہارے اپنی طبیعت کے مطابق ان پر حکم لگاتے رہیں؟ اور تعلیقات

بقیہ اگلے صفحہ پر

[illegible] مقبول ہونے کا کوئی حق ہے؟
[illegible] بیشک اہل علم کا یہی وطیرہ رہا ہے اور ہے کہ جو امر آثار صحیحہ اور عمل [illegible] رضی اللہ عنہم کے خلاف ہو اس کو چھوڑ دیتے ہیں اور [illegible] التسلیم [illegible] رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی مرقد انور شریف پر حاضری دینا [illegible] طلب کرنا شرک نہیں جیسا کہ بعض تشدد پسند لوگوں کا شیوہ ہے اور ابن [illegible] نے بھی ایسے واقعات کا اعتراف کیا ہے۔ جن کو آپ "اقتضاء الصراط [illegible]" کے صفحہ ۳۷۳ پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
تو کیا ابن تیمیہ نے نہایت سنجیدگی سے شرک کی داغ بیل ڈالی ہے یا مطلق کی [illegible] کا حق ادا نہیں کیا؟ معاملہ کیا ہے؟
ہم بدحواسی، تناقض اور بدعت و شرک کی مرض سے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی پناہ مانگتے ہیں۔

iv ۔ رہی یہ آخری بات کہ حدیث کو اگر صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو اس میں [illegible] نہیں کیونکہ کبار صحابہ کا عمل اس کے خلاف ہے۔ حالانکہ وہ دوسرے [illegible] سے آپ کی شریعت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔"
اس کے بارے میں پہلے بھی ہم تفصیل سے بیان کر چکے ہیں اور مخالف [illegible] کو جانب حق گامزن کرنے کی مکمل کوشش کی ہے لیکن پھر بھی ہم [illegible] دیتے ہیں کہ حجت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول اور اقرار میں ہے اور [illegible] تشفی [illegible] رہے کہ معیار چھوٹے اصحابہ کی مخالفت ہوتے [illegible] صحابہ کا عمل حجت نہیں ہوتا جیسا کہ علم اصول حدیث میں مقرر

بقیہ اگلے صفحہ پر

۳۔ تیسرے اور آخری اعتراض کی تفصیل درج ذیل ہے۔

امام المحدثین محمد بن اسماعیل بخاری نے صحیح بخاری میں نقل کیا۔ (الفتح ۲/۴۹۴) ہم سے عمرو بن علی نے بیان کیا، ہم سے ابو قتیبہ نے بیان کیا، ہم سے عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن دینار نے اپنے والد گرامی سے یوں بیان کیا کہ میں نے ابن عمر کو ابو طالب کے شعر کی مثال دیتے ہوئے سنا۔

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

"وہ دلکش سفید رنگ والے جن کے نورانی چہرہ مبارک کی طفیل بارش سے سیراب کیا جاتا ہے۔ وہ مقدس ہستی یتیموں کی ملجا و ماویٰ اور بیوگان کی عصمت کی محافظ ہے۔"

اور عمر بن حمزہ نے کہا: کہ ہم سے سالم نے اپنے باپ سے بیان فرمایا کہ بسا اوقات میں نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرے والضحیٰ پر اپنی تر سی نگاہوں کی ٹکٹکی لگا کر شاعر کا قول ذکر کیا تو اس قدر موسلادھار بارش برستی رہتی یہاں تک کہ ہر پرنالہ خوب جوش میں بہنا شروع ہو جاتا۔ اور وہ شعر یہ ہے

وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

اور یہ حضرت ابو طالب کا قول ہے جس میں محل استدلال ان کا قول "یستسقی الغمام بوجہہ" ہے۔

اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ابو طالب کے قول کی مثال دی اور

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۱)

ہے۔ یہاں کلام تو مزید بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر طوالت کا خوف لاحق نہ ہو تو ہم ایڈمنٹ کا جواب پتھر سے دینے کا حق ادا کر دیں۔ ...

اس نے ذکر کیا اس حال میں کیا کہ نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تھی اور یہ استسقاء ابیض ... یعنی صلی اللہ علیہ وسلم پر دلالت ہے۔ "یہ نص غیر کا احتمال نہیں رکھتی۔"

شیخ بشیر السہسوانی "یہ نص غیر کا احتمال نہیں رکھتی" اور شیخ بشیر السہسوانی نے اس صریح نص سے کیے گئے استدلال کا جواب دیتے ہوئے کہا (ص ۲۷۳)

"اگر تم یہ کہو کہ "یستسقی الغمام بوجہہ" کے الفاظ اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ فضیلت والی ذوات کے ساتھ توسل جائز ہے۔ تو میں کہتا ہوں یہ وہ توسل مکروہ ہے جس میں یوں کہا جائے کہ "میں تجھ سے فلاں کے حق یا حرمت کے ساتھ سوال کرتا ہوں"۔ ہاں اگر نیک لوگ بارش مانگنے کے مقام پر موجود ہوں ان سے دعا طلب کی جائے تو یہ مکروہ نہیں اور نہ ہی مکروہ ہے کوئی شے بلکہ یہ سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔"

اور دوسرے مقام پر یہ کہا (ص ۲۷۴)

"جب صحابہ، تابعین، تبع التابعین اور صلحاء کی موجودگی نصرت و فتح کا سبب بن سکتی ہے تو پھر اولادِ آدم کے سردار حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کے بارے میں تیرا کیا خیال ہے۔؟"

پھر اس نے صفحہ ۲۷۵ پر کہا کہ "ابو طالب کے قول "یستسقی بوجہہ" کی "بوجہہ" سے مراد "ببرکۃ حضور ذاتہ او بید عائہ" ہے یعنی آپ کی بابرکت ذات کی موجودگی یا آپ کی دعا کے ساتھ سیراب کیا جاتا ہے۔"

ہم اللہ تعالیٰ کی کامل توفیق سے کہتے ہیں کہ شیخ السہسوانی کا اس توسل کو تبرک بالذات یا دعا کی طرف پھیرنا مقام غور ہے۔ جہاں تک دعا

سے تعلق ہے وہ تو مخفی نہیں لیکن "یستسقی بوجھہ" سے حضور کی ذات کی برکت مراد لینا تو باطل ہے۔ ہاں ممکن ہے کہ تبرک اور توسل ان کے نزدیک دونوں باہم ہم معنی ہوں تو پھر صحیح ہے۔

علامہ بدرالدین عینی

علامہ بدرالدین عینی نے "عمدۃ القاری ج ۳/" میں اس کی تصریح یوں کی:

"حضرت ابوطالب کے قول کا معنی دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کی بارگاہ میں ان کے پیارے نبی حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا کیونکہ آپ عبدالمطلب کے استسقاء کے وقت حاضر تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ساتھ تھے تو لوگوں کا اس وقت بارش مانگنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس چہرہ انور کی برکت کے طفیل تھا۔

اور کیوں نہ ایسا ہو جبکہ "یستسقی الغمام بوجھہ" کے الفاظ میں توسل ہی ہے اور ضروری ہے کہ نص کو اپنے ظاہر پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ دلیل کے بغیر تاویل نہیں ہو سکتی اور یہاں کوئی دلیل موجود نہیں۔

علامہ محمد بن علی الشوکانی

علامہ محمد بن علی الشوکانی نے انبیاء اور صالحین کے ساتھ توسل کے جواز پر کلام کرتے ہوئے مخالفین کا رد ہی نہیں بلکہ ان کے اعتراضات کی خوب بیخ کنی کی اور علامہ موصوف علیہ الرحمۃ نے اپنی کتاب "الدر النضید فی اخلاص کلمۃ التوحید" میں کہا کہ:

"اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی مخلوق کے کسی فرد کے وسیلہ پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بندہ اپنے رب سے اسے طلب کرتا ہے اور شیخ عزالدین بن عبدالسلام نے کہا کہ

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علاوہ کسی کا وسیلہ پیش کرنا جائز نہیں۔ اگر اس بارے میں حدیث صحیح ہو تو۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس نے اسی حدیث کی طرف اشارہ کیا ہو جس کو امام نسائی نے اپنی "سنن" میں نقل کیا ہے۔ امام ترمذی نے اس کو نقل کر کے اس کو "صحیح" بھی کہا اور ابن ماجہ وغیرہ نے بھی اس کی تخریج کی کہ ایک نابینا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا ......" اس نے کہا کہ اس میں دو قول ہیں۔

۱۔ ایک تو وہ توسل ہے جس کا ذکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

"کنا اذا اجدبنا نتوسل بنبیک الیک فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا" جو صحیح بخاری وغیرہ میں ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ لوگ حیات طیبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کیا کرتے تھے اور بارش مانگتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کے چچا حضرت عباس کا وسیلہ پکڑا گیا اور ان کا توسل بارش مانگنا ہی تھا یعنی وہ دعا فرماتے اور لوگ ان کے ساتھ دعا میں شریک ہوتے تو یہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کا وسیلہ ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس میں ان کے لیے شافع اور سفارش کرنے والے اور داعی (دعا کرنے والے) کی حیثیت سے ہوتے تھے۔

۲۔ توسل کا دوسرا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک حیات میں بعد از وصال پاک، موجودگی اور عدم موجودگی میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرنا اور یہ مخفی نہیں رہا کہ حیات مبارکہ میں توسل یعنی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور بعد از وصال توسل بالغیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اجماع سکوتی سے ثابت ہے۔ اس لیے کہ ان میں سے کسی فرد نے بھی امیرالمومنین

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر اعتراض یا انکار نہیں کیا جب آپ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ پیش کیا۔

یہ تھی شیخ عز الدین کی تقریر جس پر علامہ شوکانی کی تفریع درج ذیل ہے [1] کہ میرے نزدیک ایسی کوئی وجہ نہیں

جس کی بناء پر صرف توسل کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خاص رکھا جائے۔ جیسا کہ عز الدین بن عبد السلام کا گمان ہے اور وجہ تخصیص نہ ہونے کی دو وجوہ ہیں۔

۱۔ ہم نے تمہارا یہ موقف اجماع صحابہ رضی اللہ عنہم سے نہیں سمجھا یعنی یہ موقف اجماع صحابہ سے ثابت نہیں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صاحب فضل اور اہل علم کے ساتھ توسل کی تحقیق یہ ہے کہ ان کے اعمال صالحہ اور خصائل حمیدہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنا کیونکہ فضیلت اعمال سے ہی حاصل ہوتی ہے [1] لہذا جب کوئی قائل یوں کہے:

اللھم انی اتوسل الیک بالعالم الفلانی فھو باعتبار ما قام بہ من العلم۔	"اے اللہ میں تیری بارگاہ میں فلاں عالم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس علم کا وسیلہ جو اس فرد کے پاس ہے"

اور صحیحین وغیرہما میں ثابت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تین اشخاص کا ذکر فرمایا جن پر غار کی ایک بھاری چٹان نے راستہ بند کر دیا تھا کہ ان میں سے ہر ایک نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے

---

[1] تعبیر یہی ہے کہ توسل کا قول درست ہے اور مخالفت جس امر سے منع کرنے کے در پے ہے۔ اس کا حقیقت میں کوئی وجود نہیں۔

باقی اگلے صفحہ پر

اعمال میں سے سب سے زیادہ خلوص والے عمل کا وسیلہ پیش کیا تو چٹان ہٹ گئی اور راستہ صاف ہو گیا۔

اگر اعمال صالحہ کے ساتھ توسل جائز نہ ہوتا یا شرک ہوتا جیسا کہ اس مسئلہ میں تشدد پسند لوگوں کا گمان ہے جیسے ابن عبد السلام، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] الشیخ عز الدین بن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ متشدد نہیں تھے۔ لیکن علامہ شوکانی کا بھی عذر منقول ہے کہ انہوں نے یہ کلام بالواسطہ نقل کیا۔ جیسا کہ محقق الشیخ علامہ السید عبد اللہ بن الصدیق الغماری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الرد المحکم المتین صفحہ ۵۵ میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا: کہ یہ ابن عبد السلام سے نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کا فتویٰ مخلوق کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانے کے بارے میں ہے نہ کہ کسی کے عزت و مرتبے کے ساتھ سوال کرنے کے بارے میں، اور ہم ان کا کلام بعینہٖ یہاں نقل کر دیتے ہیں تاکہ مراد واضح ہو جائے اور ان کا یہ قول "قادح فی موصلیہ" سے ماخوذ ہے۔

جہاں تک مسئلہ دعا کا تعلق ہے تو وہ بعض احادیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی آدمی کو دعا سکھائی جس کے شروع میں یہ کہا:

قل اللھم انی اقسم علیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ	تم یوں کہو کہ اے اللہ میں تجھ پر تیرے رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قسم اٹھاتا ہوں۔

اگر یہ حدیث صحیح ہے تو مناسب ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا خاص سمجھا جائے کیونکہ آپ اولاد آدم کے سردار ہیں۔ کسی اور نبی،

باقی اگلے صفحہ پر

ان کے واقعہ کو بیان کرنے کے بعد ان کے اس فعل کی تردید کرتے ہیں ذرا بھی تامل نہ فرماتے یا اس واقعہ کا انکار فرما دیتے، حالانکہ آپ کے غلاموں میں سے بھی کسی نے یہ نہیں کہا کہ ان کی دعا قبول نہیں ہوئی تو اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء اور اولیاء کے ساتھ توسل سے منع کرنے والے جو اعتراضات پیش کرتے ہیں وہ در اصل وارد نہیں ہوتے بلکہ وہ محل نزاع پر ایک ایسا استدلال

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۵

فرشتے یا ولی کے ساتھ اللہ پر قسم اٹھائی جائے کیونکہ ان کا یہ مقام نہیں ہے البتہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارفع و اعلیٰ درجے پر فائز ہونے کی وجہ سے آپ ہی کا خاصہ ہے۔"

پھر السید عبداللہ بن الصدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،
کہ عز الدین کا کلام حرف بحرف جس نے فتاویٰ موصلیہ سے نقل کیا ہے اور علامہ السیوطی، امام قسطلانی وغیرہما نے بھی اسی طرح نقل کیا اور اس کے ساتھ استدلال اسی مسئلے پر کیا کہ اس کی مراد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر قسم اٹھانا آپ کی خصوصیات سے ہے اور یہ ہمارے موضوع سے خارج ہے، ہمارا موضوع کسی کے جاہ و عزت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے سوال کرنا ہے جبکہ اس پر قسم اٹھانا، ان دونوں مسئلوں میں بہت زیادہ فرق ہے جو مخفی نہیں، ابن تیمیہ پر بھی یہ حقیقت مشتبہ ہو گئی اور یہ دونوں مسئلے اس پر باہم متداخل ہو گئے۔ کمال اللہ ہی کو حاصل ہے۔

"بحوالہ الرد المحکم المتین صفحہ ۱۴۳، ۱۵۵ اور اسی کتاب کا حاشیہ صفحہ ۲۲۴"

جس کو اصل مسئلہ سے دور کا بھی واسطہ نہیں مثلاً قرآن کریم کی مندرجہ ذیل آیات طیبات۔

۱۔ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۔ (الزمر ۳)
ہم تو صرف انہیں اتنی بات کیلئے پوجتے ہیں کہ یہ ہمیں اللہ کے پاس نزدیک کر دیں۔

۲۔ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا (الجن ۱۸)
تو اللہ کے ساتھ کسی کی بندگی نہ کرو۔

۳۔ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ (الرعد ۱۴)
اسی کا پکارنا سچا ہے اور اس کے سوا جن کو پکارتے ہیں وہ ان کی کچھ بھی نہیں سنتے۔

ان مشرکین کا یہ کہنا "مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى۔" اس امر کی وضاحت کر رہا ہے کہ وہ ان بتوں کی عبادت کرتے تھے اور کسی عالم کا وسیلہ پکڑنے والا لامحالہ اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ وہ سمجھتا ہے کہ اس کے علم کی وجہ سے اس کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مرتبہ و مقام حاصل ہے اور اسی کے سبب اس کا وسیلہ پکڑتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان "فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا" اس سے روکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر کو بھی پکارو گویا کہ یوں نہ کہو "یا اللہ و یا فلاں" اور کسی عالم کا وسیلہ پکڑنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پکارتا اور محض اس کی بارگاہ میں اسی کے کسی بندے کے نیک عمل کو بطور وسیلہ پیش کرتا ہے۔ جیسا کہ ان تین آدمیوں نے اپنے اپنے نیک اعمال کا وسیلہ پیش کیا جن پر ایک بھاری چٹان نے غار کا منہ بند کر دیا تھا اور اسی طرح ہی اللہ تعالیٰ کے اس فرمان "وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ" وضاحت کرتا ہے

کہ وہ لوگ ان بتوں کو پکارتے ہیں جو ان کی دعائیں ہی نہیں سکتے اور اس رب کو نہیں پکارتے جو دعا سنتا اور قبول کرتا ہے۔

پس عالم کا وسیلہ پیش کرنے والا شخص اللہ تعالیٰ سے ہی دعا کرتا ہے۔ اس کے علاوہ نہ کسی سے دعا کرتا ہے اور نہ ہی اس کے ساتھ کسی اور سے دعا کرتا ہے۔

جب یہ مفہوم آپ کے ذہن نشین ہو گیا تو اب توسل سے روکنے والوں کے اعتراضات کی تردید آپ پر مخفی نہیں رہی کیونکہ وہ ایسے دلائل ہیں جو محل نزاع سے بالکل خارج ہیں اور استدلال کرنے والوں کی غباوت و جہالت پر واضح ترین دلیل ہیں۔ جیسا کہ اوپر ذکر گزر چکا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور استدلال جو وہ پیش کرتے ہیں، ملاحظہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَا أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ
اور تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن

ثُمَّ مَا أَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ
پھر تو کیا جانے کیسا انصاف کا دن۔

يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا وَالْأَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ.
جس دن کوئی جان کسی جان کا کچھ اختیار نہ رکھے گی اور سارا حکم اس دن اللہ کا ہے

(الانفطار/۱۹،۱۸،۱۷)

اس آیۂ شریفہ کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جل جلالہ روز قیامت منفرد بالامر ہوگا یعنی صرف اسی کا ہی حکم ہوگا اور اس ذات پاک کے علاوہ کسی کا ذرا بھی حکم نہیں ہوگا اور کسی نبی یا عالم وغیرہ کا وسیلہ پکڑنے والا یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ یہ روز قیامت کے امر میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے ساتھ شریک ہے

(العیاذ باللہ)

خدانخواستہ اگر کسی کا کسی بھی بندے کے بارے میں یہ عقیدہ ہو جائے تو

[illegible] یا غیر نبی۔ تو وہ بھی گمراہی میں ہے۔ اسی طرح منع توسل پر ایک اور استدلال [illegible]ت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ
یہ بات تمہارے ہاتھ نہیں (آل عمران)

قُلْ لَّآ أَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا.
تم فرماؤ میں اپنی جان کے بھلے برے کا خود مختار نہیں۔ (الاعراف/۱۸۸)

یہ دونوں آیتیں تصریح کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے [illegible] امر سے کچھ نہیں اور وہ اپنی ذات کے لیے نفع کے مالک ہیں نہ ضرر کے [illegible] اور کے لیے وہ کیسے مالک ہو سکتے ہیں حالانکہ ان دونوں آیتوں میں نہ آپ [illegible] اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل منع ہے اور نہ ہی کسی اور نبی، ولی یا عالم [illegible]، جبکہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقام محمود عطا کیا ہے جو شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے اور مخلوق کو تلقین کی کہ اس مقام [illegible] کے لیے اللہ تعالیٰ سے مانگتے رہا کریں اور اسی کیلیے ارشاد ہے:۔

سَلْ تُعْطَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ
مانگ تجھے عطا کیا جائے گا اور سفارش کر تیری سفارش قبول کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب حکیم میں یہ قید بیان فرمائی کہ شفاعت نہیں [illegible] مگر اسی کے حکم سے اور حکم نہیں ہوگا مگر اسے جس کو وہ پسند کرے۔

اسی طرح منع توسل پر ایک اور استدلال ہدیۂ قارئین ہے جب یہ فرمان [illegible] تعالیٰ نازل ہوا۔

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ
اور اے محبوب اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔ (الشعراء/۲۱۴)

تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یوں کہتے تھے۔

یا فلان بن فلان لا املک لک من اللہ شیئا۔	اے فلاں کے بیٹے! میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں
اور	
یا فلانۃ بنت فلان لا املک لک من اللہ شیئا۔	اے فلاں کی بیٹی! میں تیرے لیے اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا بھی مالک نہیں ہوں

اس میں یہ وضاحت کی گئی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو نفع نہیں دے سکتے جس کو اللہ تعالیٰ نے ضرر دینے کا ارادہ کیا ہو اور اس کو ضرر نہیں دے سکتے جس کو اس نے نفع دینے کا ارادہ کر رکھا ہو اور وہ کسی کے لیے بھی اللہ تعالیٰ سے کسی چیز کا مالک نہیں چاہے وہ قریبی رشتہ دار ہو یا کوئی اور...

یہ حقیقت تو ہر مسلمان کو معلوم ہے لیکن اس میں ایسی کوئی دلیل نہیں جس سے یہ کہا جا سکے کہ اللہ جل جلالہ کی بارگاہ میں بطور وسیلہ بھی پیش نہیں کیا جا سکتا اور یقیناً یہ اس سے کچھ طلب کرتا ہے جو امر و نہی کا مالک ہے اور مانگنے والے کا یہ ارادہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی طلب سے پہلے کوئی ایسا وسیلہ پیش کرے جو حقیقی طور پر عطا کرنے والے اور منع کرنے والے (اللہ تعالیٰ وحدہ) کی بارگاہ میں قبولیت کا باعث بنے اور وہی ذات جو عطا و منع میں منفرد ہے وہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی ذات پاک ہے اور وہی روز قیامت کا مالک ہے۔

یہاں تک علامہ شوکانی کا کلام من وعن نقل کیا گیا ہے اور اب علامہ آلوسی کا کلام پیش خدمت ہے۔

علامہ محمود آلوسی اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ و مقام کے ساتھ وسیلہ پیش کرنے میں بھی کوئی حرج معلوم نہیں کرتے، چاہے یہ عمل آپ کی حیات مبارکہ میں ہو یا بعد از وصال۔ اور جاہ سے وہ معنی مراد ہے جو صفات باری تعالیٰ میں سے کسی ایک صفت کی طرف راجع ہو مثلاً اس سے مراد وہ محبت تامہ ہے جو آپ کی شفاعت کی نا قابل رد قبولیت کا تقاضا کرتی ہے۔ لہٰذا سوال کرنے والے کے اس قول کا معنی یہ ہوگا۔

الٰہی اتوسل الیک بجاہ نبیک صلی اللہ علیہ وسلم ان تقضی لی حاجتی۔	اے اللہ میں تیرے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جاہ کو تیری بارگاہ میں وسیلہ بناتا ہوں کہ تو میرے لیے میری حاجت پوری فرما
یعنی: الٰہی اجعل محبتک لہ وسیلۃ فی قضاء حاجتی۔	اے اللہ تو جو تجھے اپنے محبوب سے محبت ہے اس کو میری حصول مراد میں وسیلہ قبول فرما۔

اس سوال اور مندرجہ ذیل سوال میں کوئی فرق نہیں۔

الٰہی اتوسل الیک برحمتک ان تفعل کذا	اے اللہ میں تیری بارگاہ میں تیری ہی رحمت کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ تو یہ کام کر دے
یعنی: الٰہی اجعل رحمتک وسیلۃ فی فعل کذا	اے اللہ میرے اس کام میں اپنی رحمت کا وسیلہ قبول فرما۔

(بحوالہ "جلاء العینین" صفحہ ۲۲۷)

توسل کا تعلق اعتقادیات سے نہیں

توسل فروعی مسائل کا ایک موضوع ہے کیونکہ اس کی حقیقت وسیلہ پکڑنا یعنی اللہ تعالےٰ کی جناب میں قربت حاصل کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے :۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ	اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔

(المائدہ ۳۵)

توسل کی کئی تفصیلیں ہیں اور اس کا حکم جواز، مستحب اور حرمت پر مختلف صورتوں میں مشتمل ہوتا ہے۔ اس کے حکم کا تعین احکام شرعیہ سے متعلق ہے جس کا موضوع علم فقہ ہے اور فقہ کے موضوعات کو توحید اور عقائد میں داخل کر دینا بلا شبہ غلطی ہے۔ اتنی احتیاط بہر صورت ضروری ہوتا ہے کہ ہر بحث اپنے مقام پر قائم رہے۔

امام المسلمین حضرت سیدنا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کسی شخص کا اپنی دعا میں یوں کہنا مکروہ ہے :۔

اسئلك بمعقد العز من عرشك	میں تجھ سے تیرے عرش معقد العز کے ساتھ سوال کرتا ہوں۔

(امام محمد کی الجامع الصغیر صفحہ ۳۹۵ مع النافع الکبیر)

امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس قول کو "یکرہ" سے تعبیر کیا تو اب امر یہاں مشترک ہے کہ آیا کراہت تنزیہہ ہے یا تحریمہ جیسا کہ اصحاب

سے فنی اپنی فقہی تصنیفات میں کتاب الکراہیۃ والحظر والاباحۃ کے تحت یہ اصول مقرر کیا ہے۔

اور فقہا استسقاء کے باب میں اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے وقت توسل کا ذکر کرتے ہیں۔

بہر حال توسل کی بحث کو عقائد میں داخل کرنا اور اس کو شرک کے مسائل میں سے ایک وسیلہ بنانا بدعت ہے کئی مسلمان اسی کا شکار ہوئے اور ایک عجیب مسالک نے جنم دیا جس کی بنا پر آپس میں عداوت کی لکیر کھنچ گئی اور بھائی بھائی اور باپ بیٹے کے درمیان اختلافات پیدا ہوئے۔

جو شخص بھی دیانت داری سے ان کتب و رسائل کا گہری نظر سے مطالعہ کرتا ہے جن کو بعض معاصرین نے تصنیف کیا ہے۔ مثلاً "عقیدۃ اهل السنۃ والجماعۃ"، "اصول اهل السنۃ"، "عقیدۃ الفرقۃ الناجیۃ"، "العقیدۃ الصحیحۃ"، "مجمل اصول اهل السنۃ والجماعۃ" اور خصائص اور امتیازات کا مطالعہ کرے گا یقیناً خوف اور جہالت کو کھلا دیکھے گا اور تشدد کی کئی اقسام سے واقف ہوگا اور جلد ہی اس پر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی واضح ہو جائے گا۔

صاحب عقل و دانش پر ضروری ہے کہ ایسے لوگوں کا انکشاف کیا جائے اور امت کے خطرات سے آگاہ کیا جائے اور ساتھ ساتھ ان کی حقیقت کو بھی عیاں کیا جائے جو ان لوگوں کے پروگرام یعنی اختلاف بین المسلمین کو آگے بڑھانے کے لیے اجرت پر جفاکش مزدوروں کی طرح سرگرم ہیں۔

بےشک کسی آدمی کا دونوں میں کسی ایک رائے کو اختیار کرنا قریب

نہیں لیکن انتہائی تعجب تو یہ ہے کہ جو کسی ایک رائے کی پیروی کرتا ہے پھر اسی کو برحق سمجھتا ہے اور اسی کی طرف ہی رجوع کرنے کو ضروری قرار دیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی رائے کو اختیار کرنے کو ان کے بدعتی ہونے کی دلیل بناتا ہے۔ ایسے لوگوں سے علیحدگی بہر صورت ضروری ہے۔

خدا کے لیے ہمیں بتاؤ کہ ائمہ علماء میں سے کسی عالم نے یہ عجیب مختلف مسلک اختیار کیا ہے؟ حاشا وکلا! ایسے تو کثیر اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے بھی ابتداع وغیرہ کے متہم ہو جائیں گے۔ حالانکہ تحقیق کی جائے تو حق بات ان کے ساتھ ہے اور جہالت کا ڈھیر اغیار کے پاس۔ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو امر حق بات کی طرف لوٹا دے۔

اس مسئلہ میں تشدد کرنے والے بھائیوں کی خیر خواہی کے لیے ہم پر ضروری ہے کہ ہم بعض نصوص کا ذکر کریں جو حق بات کی تائید کرتی ہیں جس کو ہم نے ذکر کر دیا اور ہماری غرض توسل کے مانعین کے لیے ردّ حجت پیش کرنا ہے۔

۱۔ الشیخ حسین بن غنام الاحسائی[1] — شیخ حسین بن غنام احسائی نے روضۃ الافکار والافہام لمرتاد حال الامام میں کہا: استسقاء میں ان کا قول ہے۔

---

[1] یہ محمد بن عبد الوہاب کے اصحاب کے جید سے ہے اور اس کی مذکورہ کتاب طبع ہو چکی ہے۔ دیکھیے
(روضۃ الناظرین ۱/۷۸)

[1] س بالتوسل بالصالحین — اولیاء کے ساتھ توسل میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مشہور ہے۔ باوجود یکہ ان کا قول ہے کہ مخلوق سے استغاثہ نہیں کیا جاتا، تو ان میں فرق نہایت واضح ہے۔ اس پر مفصل کلام ہمارے موضوع سے متعلق نہیں تو بعض علماء کا اولیاء کے ساتھ توسل کی نسبت دینا اور بعض کا اس کو صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہی خاص رکھنا ایک مشہور مسئلہ ہے اور اکثر علماء اس سے منع کرتے ہیں اور اس کی کراہت کے قائل ہیں۔ اگر ہمارے نزدیک جمہور کا قول ہے تو وہ مکروہ ہے، لیکن ہم اس کے قائل پر انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی مسائل اجتہاد میں انکار ہوتا ہے۔

(الہدیۃ السنیۃ کی کتاب کا صفحہ ۴۳ و ۱۰۲)

---

[1] "اکثر علماء" سے مراد وہی علماء ہیں جو اس کے نزدیک معتبر ہیں اور حق بات یہ ہے کہ جمہور علمائے اُمت کا فتویٰ اس کے جواز پر ہے اور شیخ مالکی ہیں کے اہل مذہب کا توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز پر اتفاق ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کراہت پر علمائے مالکیہ میں سے کسی ایک کا قول بھی نہیں ملتا جیسا کہ اس کی تحقیق ہمارے شیخ علامہ محقق السید عبد اللہ بن الصدیق الغماری قدس اللہ سرہ نے "الرد المحکم المتین" (۹۱ – ۹۱) [illegible]

۴۳۔ الشیخ سعد بن محمد بن عتیق النجدی

توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ ہے کہ کوئی

یوں کہے: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
(تو یہ) ایک مشہور مسئلہ ہے اور اس میں کلام اہل علم کے نزدیک معروف
ہے۔ علماء کی ایک جماعت نے اس سے منع کیا ہے چاہے توسل بالنبی صلی اللہ
علیہ وسلم ہو یا کسی غیر کے ساتھ ہو۔ بعض نے فقط توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کو جائز قرار دیا ہے اور توسل بالغیر کو نہیں۔ اور ان کا استدلال ترمذی اور نسائی
کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بعض اصحاب کو اس طرح دعا
کرنے کی تعلیم دی: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِنَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ
نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ اَتَوَسَّلُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ لِیَقْضِیَهَا
اَللّٰھُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ۔ اس حدیث پاک کے ساتھ انھوں نے حیات ظاہری
اور بعد از وصال بھی توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز میں استدلال کیا ہے
اور انھوں نے کہا کہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم میں مخلوق کا پکارنا اور مخلوق
سے استغاثہ کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک دعا ہے جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے مرتبہ و مقام کا وسیلہ پکڑا گیا ہے۔ انھوں نے مزید کہا کہ یہ اسی قول کی نظیر
ہے جس کو نماز کی طرف نکلنے والے کے بارے میں ابن ماجہ نے روایت کیا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِحَقِّ	اے اللہ بیشک میں تجھ سے حق رکھنے
السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ	والے سائلین کے حق اور اپنے اس
هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا	چلنے کی بدولت تجھ سے سوال

۱؎ شیخ نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دیگر انبیاء و اولیاء کے ساتھ توسل کو جائز قرار دیا ہے۔

وَلَا بَطَرًا وَلَا رِیَاءً وَلَا سُمْعَةً	کرتا ہوں بیشک فخر و تکبر کیلئے
خَرَجْتُ اتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ	نہیں نکلا بلکہ تیرے غضب کے خوف
مَرْضَاتِكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ	اور تیری رضامندی کی تلاش کے لیے
تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ جَمِیْعًا اِنَّهٗ	نکلا ہوں۔ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ
لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ	مجھے آگ سے بچا اور میرے لیے میرے سارے
(سنن ابن ماجہ)	گناہ بخش دے اور یقیناً تیرے سوا
	کوئی گناہوں کو نہیں بخش سکتا۔

یہ اصل ہے۔ اس دلیل کو جس کے ساتھ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کے قائلین استدلال کرتے ہیں۔
اور مانعین توسل سے روکنے والے اس کے بارے میں کہتے ہیں
کہ اگر حدیث صحیح ہے تو اس میں بعد از وصال توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم
کی کوئی دلیل نہیں اور اس کا جواز فقط آپ کی حیات طیبہ میں آپ کی
دعا کے ساتھ ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے قول کی تصحیح پر یہ دلیل ہے کہ
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے توسل
سے بارش مانگی اور کہا: اے اللہ ہم جب قحط سالی کا شکار ہو جایا کرتے
تھے تو تیرے نبی کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کر دیتا
تھا اب ہم تیرے پیارے نبی کے چچا کا وسیلہ پیش کرتے ہیں تو ہمیں
سیراب کر دے۔ اور انہیں سیراب کر دیا گیا۔
اگر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل بعد از وصال جائز
ہوتا [illegible] تو امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ
نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا وسیلہ

...پیش کرتے، یہی دلیل ہے جو ان علماء نے اس مسئلہ میں ذکر کی۔[1]

اگرچہ ہم ایسے الفاظ کی روشنی میں توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منع کے قائل ہیں جبکہ ہمارا اعتقاد بھی منع کے صحیح ہونے پر ہے۔ اس کے باوجود ہم توسل کے قائل کے بارے میں تشدد نہیں کریں گے، چہ جائیکہ ہم اس کی تکفیر کریں کیونکہ اس کا استدلال بھی حدیث سے ہے (صفحہ ۲۲)۔

۴۔ **محمد عبدالوہاب** محمد بن عبدالوہاب سے پوچھا گیا کہ استسقاء کے بارے میں ان کا قول ہے:

لا بأس بالتوسل بالصالحين — صالحین کے ساتھ توسل میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام احمد کا قول ہے: "يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم خصوصا" "نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل پکڑتے ہیں" باوجود ان کے اس قول کے کہ "لا يستغاث بمخلوق" "مخلوق سے فریاد نہیں کی جائے گی"۔ ان اقوال کے پیش نظر فتویٰ کیا ہے؟ تو انہوں نے جس بات سے جواب دیا وہ من وعن پیش خدمت ہے۔

---

[1] یہ بحث گزر چکی ہے کہ استدلال کی غرض اور انتہا ذکر سے ہے جس کا جواب ہم نے ذکر کر دیا ہے کہ ترک فقط اس کے ترک کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔ علاوہ ازیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بعد از وصال بھی وسیلہ پیش کیا جیسا کہ بلال بن حارث، ابن عمر اور عائشہ رضی اللہ عنہم کے آثار میں موجود ہے اور توسل بالعباس ان کی ذات اور دعا دونوں کے ساتھ توسل ہے جیسا کہ گزر گیا۔

وهذه المسألة من مسائل الفقه، وإن كان الصواب عندنا قول الجمهور إنه مكروه، فلا ننكر على من فعله ولا إنكار في مسائل الاجتهاد۔
فتاوى ابن عبد الوهاب ۲۶/۳

اس مسئلہ کا تعلق فقہ سے ہے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک جمہور کا یہ قول صحیح ہے[1] کہ توسل مکروہ ہے تو پھر بھی ہم اس کے قائل پر انکار نہیں کریں گے کیونکہ اجتہادی مسائل میں انکار نہیں ہوتا۔

۱۰۔ **شیخ القنوجی** شیخ قنوجی نے نزل الابرار کے باب آداب الدعاء صفحہ ۳۴۱ میں اس کی یوں تصریح کی ہے: "توسل کی دو صورتیں ہیں۔"

۱۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں انبیاء کا وسیلہ پیش کرنا اور اس پر وہ حدیث شاہد ہے جس کو امام ترمذی نے عثمان بن حنیف سے نقل کیا۔ یہاں شیخ نے نابینا کے توسل والی حدیث کا ذکر کیا۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں صالحین کا وسیلہ پیش کرنا اور اس پر دلیل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری میں درج ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ

---

[1] بلکہ اس کا الٹ صحیح ہے جمہور کا فتویٰ جواز اور مستحب پر ہے۔ "الفروع لابن مفلح الحنبلی" ۱/۲۰۱۵ میں اس کی یہ تصریح ہے۔

ويجوز التوسل بصالح وقيل يستحب. قال أحمد في منسكه الذي كتبه للمروذي إنه يتوسل بالنبي صلى الله عليه وسلم في دعائه وجزم به في المستوعب وغيره۔

"اور برگزیدہ شخص کے ساتھ توسل جائز ہے اور بعض نے مستحب کہا۔ امام احمد نے منسک المروزی میں کہا کہ دعا میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتے تھے اور المستوعب وغیرہ میں اس پر جزم (یقین) کیا گیا۔"

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محترم چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے بارش طلب کی۔

پھر شیخ اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے ہیں کہ

"انبیاء اور اولیاء کے ساتھ توسل ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں اہل علم کا اختلاف اتنا شدید ہو گیا کہ نوبت یہاں تک پہنچ گئی کہ انھوں نے ایک دوسرے کی تکفیر کی یا بدعتی اور گمراہ ٹھہرایا۔ حالانکہ مسئلہ اتنا پیچیدہ نہ تھا کہ اس میں ایسے افراط وتفریط کی ضرورت تھی اور صاحب کتاب 'الدین الخالص' نے اور علامہ شوکانی نے 'الدر النضید فی اخلاص کلمة التوحید' میں اس مسئلے سے متعلق پوری پوری بحث کا حق ادا کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پیش آنے والے چند واقعات کی روشنی میں ان کے ساتھ توسل جائز ہے اور کچھ روایات کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر توسل کا قصر بھی جائز ہے یعنی توسل صرف آپ کی ذات گرامی کے ساتھ ہی خاص ہے اور نہ ہی اس پر کسی کو قیاس کیا جائے اور نہ ہی کسی چیز کا اضافہ کیا جائے۔ لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ جو شخص توسل کو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص نہیں سمجھتا تو اس پر کوئی گناہ یا وبال نہیں اور جو شخص اس کے برعکس توسل کا قائل ہے وہ بھی گنہگار نہیں بلکہ اس نے ایک جائز فعل کا ارتکاب کیا ہے اور اسی طرح اعمال صالحہ کے ساتھ بھی توسل ثابت ہے۔ جیسا کہ پہلے اس کی طرف اشارہ کر چکا ہے۔ ماحصل کلام یہ ہے کہ یہ مسئلہ اس درجے کے تزلزل اور اضطراب کا محل نہیں ہے لیکن جہالت اور تعصب کے فسادات، تکفیر کے فتنے اور بے راہ روی کے خطرات شمار سے باہر ہیں۔"

اب کوئی مضائقہ نہیں کہ ایک اچھے قاری کی نظر التفات ان رسائل کی ایک قسم کی طرف مبذول کرائی جائے جو حماقت وضلالت کے جوالا مکھی اور مسلمانوں پر جبر وستم سے لبریز ہیں۔ ان رسائل میں سے ایک رسالے کا "الملحقات مع کتاب للدعاة نقطة" ہے جس میں مؤلف نے للدعاة کے مصنف کو عیب دار بنانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے استعمال کیے۔

بطور مثال اس کا ایک مسئلہ پیش خدمت ہے۔ امام حسن البنا رحمۃ اللہ کا قول ہے:

والدعاء اذا قرن بالتوسل الى الله تعالى بأحد من خلقه خلاف فرعي في كيفية الدعاء وليس من مسائل العقيدة۔ (صفحہ ۲۰)

اور دعا جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس کی مخلوق کے کسی فرد کے توسل کے ساتھ ملائی جاتی ہے تو اس دعا کی کیفیت میں فرعی اختلاف ہے جس کا عقیدے کے مسائل سے کوئی تعلق نہیں۔

یہ حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس کا منکر محسوسات کا منکر ہے اور بدیہی اور ضروری مسائل میں شک کرنے والا ہے۔ حالانکہ بداہت اور ضرورت محتاج دلیل نہیں ہوتی۔ ان کا بیان ہے کہ مذکورہ رسالے کا مؤلف بعض ایسے رسائل پر مطلع ہوا جو حماقت وضلالت کی کان تھے اور ان میں اختلافات بین المسلمین کی بنیاد کا سامان تھا۔ جب ان رسائل کی ورق گردانی میں مشغول ہوا اور اپنی مراد کے موافق فتویٰ دینے والوں کو نمایاں کیا حتیٰ کہ ایک شخص نے ایک مقام پر غیر سنجیدہ قول سے اس کو خوب افادیت بخشی۔

ــــــــــــ

۱ــ صائع القرآن

کو اس لئے تو سمجھا ہے وہ اسلاف اور ائمہ دین کو سب و شتم اور اکابر کو الزام دینے کے سوا کچھ بھی نہیں۔

یہی یہ بات کہ دعا عبادت کی اعلیٰ قسم ہے۔ یہ بات حق ہے لیکن اس سے یہ غلط اخذ کیا گیا ہے کیونکہ وسیلہ پکڑنے والا اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوا کسی سے دعا نہیں کرتا بلکہ محض وہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی پیروی کرتا ہے۔

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا	اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو
وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ	اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو۔
(المائدۃ ۳۵)	

وسیلہ ڈھونڈنے سے مراد یہی دعا میں وسیلہ پکڑنا ہے اور اس وسیلے کی بعض اقسام میں اختلاف ہے جن میں کچھ جائز اور کچھ ناجائز ہیں لیکن یہ اختلاف بھی فروعیت والا ہے اور اس اختلاف کا محل علم فقہ کا موضوع ہے اور اس کا علم العقیدہ یا علم توحید کا تعلق ہے۔ اس میں الٰہیات، نبوات اور سمعیات سے متعلق کلام کیا جاتا ہے۔ لہٰذا توسل کی بحث کو عقیدہ میں داخل کرنے کا کوئی معنی نہیں کیونکہ ان دونوں علوم کے درمیان زمین آسمان کا فرق ہے۔

دلیلِ مخالف کی صحیح تحقیق

اس مسئلہ کے جواب جن آیات ربانی سے استدلال کیا جاتا ہے ان کی تاویلین کی نظر کی جاتی ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ (المؤمن ۶۰)	اور تمہارا پروردگار فرماتا ہے کہ مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

متوسل بذوات الصالحين أو حقهم أو جاههم يعتبر أمراً بدعاً و وسيلة من وسائل شرك والخلاف فيه يعتبر ملحقاً في مسائل العقيدة لا مسائل الفروع، لأن الدعاء فيه أعظم أنواع العبادة ولا يجوز فيه إلا ما ورد في الكتاب والسنة .....» (ص۱۲-۱۳)	برگزیدہ لوگوں کی ذات یا مقام و مرتبہ کے ساتھ توسل کو اعتبار ایک بدعت ہے اور شرک کے وسائل میں سے ایک وسیلہ ہے اور اس میں اختلاف کا اعتبار عقیدہ کے مسائل میں ہوگا نہ کہ فروعی مسائل میں کیونکہ اس میں دعا ہے جو عبادت کی ایک اعلیٰ ترین قسم ہے اور اس میں جائز نہیں مگر وہی جو کتاب و سنت میں وارد ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ صحیح اور حسن آثار اور احادیث اس کے قول کی تردید کرتی ہیں۔ اگر یہ شخص ان میں ایک حدیث بھی ذہن نشین کر لیتا تو ضرور بقدرِ انصاف تک رسائی حاصل کر لیتا۔ مثلاً نابینے کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑنے والی حدیث، حضرت عثمان بن حنیف کا اس دوسرے شخص کو عمل بتانا اور حماد بن سلمہ کی زیادت وغیرہ اور اسے چاہیے کہ غیر کی تقلید چھوڑ کر اپنی تمام تر گفتگو سے بھی اعراض کرے اگر تقلید چھوڑنے سے انکار کرے تو توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مسئلے میں کم از کم اسے اپنے امام کی تقلید بہتر رہے گی بلکہ اسلاف کی ایک بڑی جماعت کی تائید بھی میسر آئے گی جیسا کہ شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلۃ کے صفحہ (۶۵، ۹۸) پر نقل کیا ہے جب حضرت امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور اسلاف کا گروہ اس مسئلے کو نہ شرک سمجھتا ہے اور نہ ہی شرک کے اسباب میں سے، تو اس کی یہ تعریف سراسر ان پر زیادتی ہے۔

فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۔ (المومن ۱۴) — پس اللہ کو پکارو اسی کے لیے عبادت کو خالص بنا کر۔

یہ ایک انوکھا استدلال ہے کیونکہ یہ استدلال ایسی آیات سے ہے جو محل نزاع سے خارج بلکہ اس سے اجنبی ہے اور اس کا الٹا لیکن جواب علامہ شوکانی کی مثال اور دو آیات ربانی سے گزر چکا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنا ہے اور دوسری آیت میں اخلاص کے ساتھ دعا پر ابھارنا ہے۔ توسل فی نفسہ اللہ تعالیٰ کی قربت کا حصول ہے جو دعا کی قبولیت میں رغبت کا داعی ہے اور اسی قربت کی مختلف اقسام ہیں جو معلوم ہو چکی ہیں تو ان دو آیات کے مضمون سے کسی وجہ سے بھی توسل کی نفی لازم نہیں آتی بلکہ توسل ان آیات کے اس حیثیت سے عین مطابق ہے کہ متوسل محض اللہ تعالیٰ جل جلالہ سے ہی دعا کرتا ہے نہ کہ کسی غیر سے۔

پھر طرفہ عجیب یہ ہے کہ شیخ ... اپنے ایک رسالے بنام "تعقیبات علی کتاب السلفیۃ لیست مذہبا" میں توسل کے بارے میں لکھتے ہیں۔

انها مسألة خطيرة تمس العقيدة وتجر إلى الشرك فكيف تكون فيه ... — یہ عقیدے سے تعلق رکھنے والا ایک نازک مسئلہ ہے جو شرک تک پہنچا دیتا ہے تو کس طرح اس میں نرمی کا تصور ہو سکتا ہے

ہم کہتے ہیں (یہی عاقبت نااندیشی تو ہے یا شیخ!) جب توسل شرک تک پہنچا دیتا ہے تو تم اس کے نقصان کو خیال کرو جو توسل بالشخص کی تردید ...

... منقول ہیں۔ مثلاً حضرت امام احمد، دیگر اسلاف اور متاخرین رحمۃ اللہ علیہم تو کیا خیال ہے کہ وہ شرک کی حدود میں داخل ہونے کے لیے ... معاذ اللہ، العیاذ باللہ من ذلک۔ وہ دین کے امام اور پیشوا تھے۔

مزید یہ کہ جناب کا یہ کلام یعنی توسل شرک کی طرف لے جانے کو ... مستلزم ہے تو یہ لازم باطل ہے جس کا انکار کسی مکابر کے علاوہ کوئی نہیں کرتا اور اس مخصوص کو یہاں آنا تشدد کرنا بالکل ... نہیں اور اپنے مذہب کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس کے مذہب میں بھی ایک فرعی مسئلہ ہے۔

یہ شخص دراصل ... ہے بدعت اور شرک کا داعی اس کے لیے ... آسان ہے یہاں ... نے اس کی "مذکرہ" میں دیکھا ہے کہ ان ... قبر شریف کے پاس دعا کرنے کو بھی اسی باب میں شمار کیا ہے جو بدعت ... کی دلیل ہے کہ یہ بدعت اور شرک کی طرف ... ہے۔ اگرچہ دعا کرنے والا فقط اللہ سے ہی دعا کر رہا ہو۔ اسی طرح ... "مذکرہ" ص ۲۳ میں مذکور ہے جبکہ یہ تحقیق نہیں کہ قبر شریف کے پاس دعا ... سلف وخلف کی نقول کا ایک انبار موجود ہے اور ابن تیمیہ نے بھی اس کو اخنائی کے رد میں کئی جگہوں سے ذکر کیا۔ دیکھئے اس کی کتاب "التوسل والوسیلۃ" کا صفحہ ۳۷-۳۸۰۔

یہاں ایک اور بات ... کرتے ہیں امید ہے کہ فائدہ سے خالی نہیں ہوگی وہ یہ ہے کہ حافظ ذہبی نے "معجم الشیوخ" (۱/۲۳، ۷۴) ... نقل کیا ہے۔

باقی اگلے صفحہ پر

عن عبید اللہ عن نافع ابن عمر انہ کان یکرہ مس قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو چھونا مکروہ جانتے تھے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

ہم کہتے ہیں کہ انہوں نے اس کو مکروہ کہا کیونکہ وہ اس کو بے ادبی خیال کرتے تھے اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر انور کو چھونا اور اس کا بوسہ لینا کیسا ہے؟ تو آپ نے کوئی بے ادبی کا اظہار نہیں کیا اور یہی مسئلہ پوچھا گیا تو جواب کہا اس میں کوئی حرج نہیں، اس کو آپ کے بیٹے عبداللہ بن احمد نے روایت کیا ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ صحابہ نے پھر ایسا کیوں نہ کیا؟ تو اس

سوال و جواب کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ ظاہری میں زیارت کی تھی، آپ پر شیدائی تھے اور آپ کے دست مبارک کو انہوں نے چوم لیا تھا۔ ایک دفعہ تو تیاری کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے موقع پر بال مبارک کے حصول میں آپس میں لڑنے پر آمادہ ہو گئے اور حج کے دن انہوں نے بال مبارک کو آپس میں تقسیم کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کھنکھارتے تو ہر ایک ایسی جگہ سے بے تاب ہوتا تھا کہ کھنکار اس کے ہاتھ پر گرے تاکہ اس کو اپنے چہرے پر مل سکے۔

جب ہمیں یہ چیزیں نصیب نہ ہوئیں تو کیا ہمارے لیے آپ کی قبر انور کے ساتھ چمٹنا اسے چومنا اور اس کا احترام کرنا بھی صحیح نہ ہوگا؟

باقی اگلے صفحہ پر

آپ دوسرے مقام پر دیکھیں گے کہ یہ شخص اعتقادی مسئلے میں بھی سہولت تساہل کا شکار ہے اور ایسا تساہل کہ جس کی مذمت کیے بغیر

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت ثابت البنانی نے کیسے کیا؟ وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے مبارک ہاتھ کو بوسہ دیتے اور ان کا ہاتھ اپنی پیشانی پر رکھ کر فرماتے۔

ید مسّت ید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کہ اس ہاتھ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کو چھوا ہے۔

ایسے امور کے بجا لانے پر مسلمان کو برانگیختہ کرنے والی صرف ایک چیز ہے اور وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ انتہائی محبت کا جذبہ ہے اور اس کا حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنی جان، اولاد اور تمام لوگوں سے بڑھ کر محبت کرو، بلکہ اپنے مال و منال، جنت اور اس کے حور و غلمان سے بھی بڑھ کر محبت کرو۔ اہل ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ وہ شیخین حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ بھی اپنی جانوں سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں۔

حکایت ہے کہ جست دار جبل لبنان پر تھے انہوں نے ایک شخص کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتے ہوئے سنا تو اسی وقت اپنی تلوار کو بلایا اس کی گردن اڑا دی۔ اگر وہ اس شخص کو اپنے آپ یا اپنے باپ کو گالیاں دیتے ہوئے سنتے تو اس کا خون نہ بہاتے۔

نہیں دیکھا آپ نے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کس قدر محبت تھی۔ ایک دفعہ عرض کی یا رسول اللہ! آلا

باقی اگلے صفحہ پر

کوئی چارہ نہیں، پہلے نفسِ مسئلہ کو سمجھئے اور وہ یہ ہے کہ "بقاء اور فناءِ نار" کی دونوں قائلین ہیں لیکن باقی رہے گی اس مسئلہ پر اجماعِ امت ہے اور اس شخص نے اس مسئلہ پر اجماع کو نقل کرنے والے کا تعاقب کیا ہے جو اس کے مذکورہ رسالے میں موجود ہے۔ اس لئے کہا کہ جائے تعاقب کا شہ موجود ہیں۔

۱۔ "فناءِ النار" دوزخ کا فنا ہونا اس کے قول کے بطلان پر اجماع ثابت نہیں ہے اور نہ ہی اس قول کے بدعت ہونے پر جیسا کہ بعض کا خیال ہے لہٰذا مسئلہ مختلف فیہ ہے اگرچہ جمہور اس کو تسلیم نہیں کرتے لیکن ان کے ہاں پر بھی نوبت اجماع نہیں ہے یقیناً یہ اختلافی مسئلہ ہے جس میں کوئی بدعت وغیرہ نہیں نکالی گئی۔

۲۔ وہ لوگ جو دوزخ کے فنا ہونے کے قائل ہیں ان کا استدلال قرآن و سنت کے دلائل سے ہے قطع نظر اس کے کہ ان کا استدلال اس سے صحیح ہو یا نہ ہو۔ لہٰذا بدعت کے قول کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ صحابہ اس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

نسجد لک "کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سجدہ نہ کریں"؟ فقال لا" تو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرما دیا۔ تو انہیں اجازت مل جاتی تو وہ آپ کو جلالت وعظمت کا سجدہ کرتے نہ کہ عبادت کا سجدہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کو سجدہ کیا۔

اسی طرح مسلمان کے قبر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تعظیم و توقیر کی نیت سے سجدہ کرنے میں یہ شرط ہے کہ اس کی تکفیر بالکل نہیں ہوگی مگر وہ گناہگار ہوگا جاننا چاہیئے کہ اس سے منع کیا گیا ہے اور اسی طرح قبرِ نبوی کی طرف نماز پڑھنے کا مسئلہ ہے یہ حافظ ذہبی کا کلام تھا۔

استدلال کرتے ہیں اور بدعت وہ ہوتی ہے جس کی کوئی دلیل نہ ہو سارا میرا موقف یہ ہے کہ یہ قول غلط ہے اور یہ والے درست نہیں اور اسے بدعت نہ کہا جائے گا لیکن میرا مقصد اس قول سے دفاع کرنا نہیں بلکہ میرا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ یہ بدعت نہیں اور نہ ہی اس پر بدعت کا اطلاق ہوتا ہے اور یہ مسئلہ خلافیہ ہے (ص ۳۹-۴۰)

ہم ببانگ دہل کہنے پر مجبور ہیں کہ ہر صاحب عقل و دانش پر مخفی نہیں کہ اس کا یہ کلام جھوٹ اور تعصب کے نقطۂ انتہا پر ہے اور فناءِ نار کا قول جہمیہ معتزلہ کے بدعتیوں کا عقیدہ ہے اور جس نے اس مسئلہ پر ائمہ کا اجماع پیش کیا ہے اس نے یہ قول ہم نقل کر کے اس کی مخالفت کی ہے۔ علامہ طحاوی رقمطراز ہیں۔

والجنۃ والنار مخلوقتان لا تفنیان ولا تبیدان (متن طحاویہ صفحہ ۴)	جنت اور دوزخ دونوں ابدی مخلوق ہیں جو فنا اور ہلاک نہیں ہوں گی۔

علامہ تقی سبکی کی کتاب "الاعتبار ببقاء الجنۃ والنار" اور امیر صنعانی کی کتاب "رفع الأستار لإبطال أدلۃ القائلین بفناء النار" میں اس بدعت کا تفصیلی رد کیا گیا ہے۔

نوٹ: مذکورہ دونوں کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

… کے قول کی حقیقت

بے شک اس نے ایسے مسئلے میں تشدد کا اظہار کیا جو کہ آسان تھا اور ایک اعتقادی مسئلہ میں انتہائی تساہل کا شکار ہوا، ہمارے نزدیک اس کا سبب نفسانیت کی پیروی اور کچھ لوگوں کی خواہ مخواہ مدد پر ڈٹ جانے

کے علاوہ کوئی نہیں اور یہی غلو اور بددیانتی ہے جس کے ارد گرد وہ بے بنیاد دلیلوں میں کھڑ پڑی کرتے ہیں مصروف رہے اور اسی کے سبب ائمہ دین کی تکذیب میں سرگرداں ہوئے۔

پس تمام پہلے اور پچھلے امور اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے دست قدرت میں ہیں ہم خواہش نفس اور سینہ زوری سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں اور بے شک حق پر ثابت قدم رہنے والے ہر شخص کا دل تعصبات اور خواہشات نفس جیسی بیماریوں سے پاک اور صاف ہوتا ہے تاکہ وہ دین متین کو کھیل تماشا بنانے سے بچ کر اللہ تعالیٰ جل مجدہ الکریم کی بارگاہ اقدس میں سرخرو ہو سکے۔

ابوبکر الجزائری کا محاسبہ

جب رسالہ "وقفات مع کتاب للدعاۃ فقط" کے مؤلف نے اپنے غیر پر اعتماد کیا ہے تو ابوبکر الجزائری نے اپنی ذات پر ہی اعتماد کرتے ہوئے زیادتی کی انتہا کر دی اور مسلمانوں کی ایک پوری جماعت کی تکفیر کر دی۔ یہاں اس کی "عقیدۃ المؤمن" کے صفحہ ۱۴۴ کی عبارت من وعن نقل کی جاتی ہے۔

وان دعاء الصالحين والاستغاثة بهم والتوسل بجاههم لم يكن في دين الله تعالى قربة ولا عملا صالحا فيتوسل به أبدا وإنما كان شركا في

بے شک نیک لوگوں کی دعا اور ان کے ساتھ فریاد کرنا اور ان کے مرتبے کے ذریعے وسیلہ پکڑنا اللہ تعالیٰ کے دین میں قربت نہیں ہے اور نہ کوئی نیک عمل ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے

عبادة الله محرما يخرج فاعله من الدين ويوجب له الخلود في جهنم.

ساتھ بھی ہمیشہ وسیلہ پکڑا جائے۔ بیشک یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک اور حرام ہے جس کا مرتکب دین سے خارج ہو جاتا ہے اور اس کے لیے جہنم میں ہمیشہ رہنا واجب ہو جاتا ہے۔

یہ تھا اس کی بددیانتی کی سلگتی ہوئی آگ کا ایک نمونہ اور صحیح یہ ہے کہ یقیناً کوئی بھی مومن یہ عقیدہ اپنے ان اہل ایمان بھائیوں کے بارے میں نہیں رکھ سکتا جو یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ عزوجل کے سوا کوئی مؤثر نہیں اور ان کے عمل کی غرض یہ ہے کہ انہیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرتبہ معلوم ہے تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پکڑ لیا اور صحیح دلائل کی پیروی کی اور انہوں نے اس مسئلے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ توسل میں اقتدار کی۔

ابوبکر الجزائری نے بہت بڑے جرم کا ارتکاب کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی تکفیر کی اور یہ ایسی من گھڑت تکفیر ہے جس کا کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور سواد اعظم کے موقف سے کوئی رابطہ اور تعلق نہیں۔ کوئی بھی صاحب عقل دیندار آدمی ایسا فاسد اور باطل کلام نہیں کر سکتا اگر ہے تو وہی کرے جس کی پشت پناہی کا ذمہ خارجیوں نے اٹھا رکھا ہو ہم اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلب گار ہیں اور بہت قابل افسوس بات یہ ہے کہ اس کی یہ کتاب کئی مرتبہ شائع ہو چکی ہے اور انصاف پسند قاری کو غور کرنا چاہیے کہ کتنے ہی سادہ لوح مسلمان اس باطل کلام کی ناؤ پہ گمراہی

نے طوفان میں دھکیلے ہوں گے۔ (اللہ تعالیٰ حامی و ناصر ہو)

انصاف پسند قاری کے لیے ضروری ہے کہ وہ شارع کی جائز کردہ حدود کے اندر واقع ہونے والے فعل کے درمیان فرق کرے۔ اگر فعل بنفسہ جائز ہے تو عوام سے بعض متوہم الفاظ کا صادر ہو جانا کوئی معنی نہیں رکھتا اور نہ ہی اس اصل سے منع کرنے کی ضرورت ہے جس کو شارع نے جائز ٹھہرایا ہے۔

محمد صالح العثیمین کا تعاقب

جب ابوبکر الجزائری نے بے دھڑک مجھے تکفیر کا فتویٰ جڑ دیا ہے تو یہاں اسی طرز کا ایک اور بھی مولوی تھا جس کا یہاں ذکر کر دینا مناسب ہے اور وہ محمد صالح العثیمین ہے۔ جس نے اس اعتراض پر چوٹی کا زور لگا دیا کہ توسل کا تعلق اعتقادی مباحث سے ہے اور بہر صورت اس کا فیصلہ عقیدہ کے باب میں ہی ہوگا اور اپنا اس منقولہ پر اس نے جس دلیل سے استنباط کیا آج تک کسی مسلمان کو اس کی تصریح کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اس نے کہا:

والنسبة للتوسل فهو داخل في العقيدة لأن المتوسل يعتقد أن لهذه الوسيلة تأثيرا في حصول مطلوبه ودفع مكروهه فهو في العقيدة من مسائل العقيدة لأن الإنسان لا	توسل کی بابت بھی ہے کہ وہ عقیدہ میں داخل ہے کیونکہ متوسل یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ اس وسیلے کی حصولِ مطلوب اور غیر مطلوب کو دور ہٹانے میں تاثیر ہے تو یہ اصل عقیدے کا مسئلہ ہے کیونکہ انسان

يتوسل بشيء إلا وهو يعتقد أن له تأثيرا فيما يريد.	کسی چیز کا وسیلہ اسی لیے پکڑتا ہے کہ اس کی مراد میں تاثیر ہو گی۔

(فتاوی ابن عثیمین ۳/۱۰۰)

(فتاویٰ مهمة لعموم الأمة) کے جامع نے اس سے اسی طرح ہی نقل کیا ہے۔

ہم کہتے ہیں پہلے چھت کھڑی کرو پھر نقش و نگار کرو، کون ہے جس نے وسیلہ پکڑنے والوں کے سینے کے راز پر مطلع کیا ہے کہ تم نے اپنے معیوب منقولہ کے ساتھ اس کی وضاحت بھی کر دی۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جو کچھ اس نے کہا ہے وہ صراحت کا سارا اللہ کے مخالف ہے۔ ہر مسلمان یہ پختہ یقین رکھتا ہے کہ یقیناً نفع دینے والا اور ضرر دینے والا اللہ عزوجل ہی ہے اور وہی مؤثر حقیقی ہے اور وہ وحدہ لا شریک ہے اور تمام اسباب کا مسبب وہی ہے اور کوئی فاعل نہیں مگر صرف اللہ اور نہ ہی اس کے سوا کوئی خالق ہے اور اسی کی طرف تمام امور لوٹائے جائیں گے۔

وسیلہ پکڑنے کی غرض یوں عرض کرتا ہے۔

اللهم إني أسألك وأتوسل إليك بنبيك صلى الله عليه وسلم	اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں یا تیری بارگاہ میں تیرے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ پیش کرتا ہوں۔

تو وسیلہ پکڑنے والے نے اللہ تعالیٰ سے ہی سوال کیا، اس کے سوا کسی سے کچھ نہیں مانگا اور جس کا وسیلہ پکڑا گیا اس کی طرف تو نہ تاثیر

منسوب کی نہ فعل اور نہ خلق۔ ہاں وہ قربت اور مقام و رتبہ ان کے لیے ضرور ثابت کیا گیا جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان کو حاصل ہے اور یہ رتبہ آپ کے لیے دنیا و آخرت میں ثابت ہے اور اسی کی طرف ہم بروز قیامت شفاعت طلب کرنے کے لیے جائیں گے۔

جس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کے مسلمان بھائی اعتقاد رکھتے ہیں کہ جس کے ساتھ وسیلہ پکڑا گیا ہے، اس کی تاثیر ہے تو اس نے ان کی تکفیر کی ہے اور کفر کا فتویٰ دیا ہے۔ وہ اپنے آپ کو اس خارجی کے مقام پر کھڑا کیا ہے جو سینوں کے راز جانتا ہے۔ اس فتاویٰ کے ساتھ یہ لوگ کھلکھلا کر ہنستے اور مذاق اڑاتے ہیں تاکہ ان پر واضح کر دیں کہ وسیلہ پکڑنے والے لوگ دوسری قوم والے ہیں اور متکلمین کا سارا کلام، مسئلہ توسل کے ارد گرد ہی چلتا ہے اور اصل حق بات یہ ہے کہ یہ ایسا کلام ہے جس کو علم کے ساتھ دور کا بھی واسطہ نہیں اور کتنے ہی خرافات اور قصے ایسے ہیں جو اسی فتاویٰ کی پیروی کے مرہون منت ہیں اور کتنے جاہل ایسے ہیں جنہوں نے اس فتاویٰ یا اس کی شکل سے دھوکہ کھا کر اپنے والدین، عزیز و اقارب یا اہل علاقہ کو کافر ٹھہرایا ہے۔ اگر مفتی صاحب تحمل کے ساتھ تھوڑا سا غور و فکر کریں تو ضرور ان کو اپنے قول کی بے وقوفی کا احساس ہو جائے۔

طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ اس کا قول بالکل مطلق ہے اور کوئی قید بھی نہیں لگائی۔ تو اب ہمیں ایسے مفتی سے یہ دریافت کرنے کا حق حاصل ہے کہ کیا وہ نیک عمل جس کے ساتھ وسیلہ پکڑا جائے وہ تاثیر بالذات رکھتا ہے؟ اور یہ ناممکن ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور عباس رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ عقیدہ پایا ہو، (یعنی یہ مؤثر بالذات

ہیں) اور مزید یہ کہ ان کے توسل بالصلحاء کا بھی یہ مفہوم نہ تھا اور اسلاف کا بھی ایسا عقیدہ ہونا محال ہے اور وہ بزرگانِ دین جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وسیلہ پکڑا ان میں سرفہرست امام الحنابلہ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہ ہیں۔ لہٰذا ان برگزیدہ ہستیوں کا یہ مؤثر بالذات ہونے کا اعتقاد محال ہے، جیسا کہ اس کی تصریح ابن تیمیہ نے "التوسل والوسیلۃ" کے صفحہ ۹۹ پر کی کہ یہ اعتقاد (تاثیر بالذات) فاسد ہے خواہ توسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جواز یا استحباب کے قائل ہوں جیسا کہ ان کے امام ابن قدامہ نے "المغنی" میں اس مسئلے کی وضاحت کی ہے۔ تو کیا اب بھی یہ شخص ان کو اس طرح کا اعتقاد رکھتے ہوئے سمجھتا ہے؟!

اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے عظیم المرتبت بندوں کے بارے میں الزام تراشی میں جلدی کرنا ایمان کے لیے ایک مہلک مرض ہے۔ متشددین کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ وہ اپنے دعویٰ پر دلیل کی حاجت نہیں رکھتا، بلکہ محض ایک ایسا دعویٰ ہے جس کا نقصان ہمیشہ رہتا ہے کیونکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس کے نتائج تباہ کن ہیں اور یہ دعویٰ مسلمانوں کے درمیان فرقہ بندی کا بھی ذمہ دار ہے۔ ہم سب مل کر اللہ تعالیٰ جل وجہہ الکریم کی بارگاہ عالیہ سے ہدایت اور توفیق کا سوال کرتے ہیں۔ اللہ رب العزت ہمارا دامن لبریز فرمائے آمین۔ اگر شیخ اپنے مسلمان بھائیوں کے بارے میں حسن ظن رکھتے تو ان کا موقف بھی برعکس ہوتا۔

اب توسل کی بحث پر کلام ختم کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ مقدمہ کی سطور مزید متحمل نہیں۔ والحمد للہ اولاً و آخراً۔ وصلی اللہ وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ وعلی اولیاء ملتہ وعلماء اہل سنتہ اجمعین۔

تخریج احادیث

التوسل بالنبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حدیث - ۱

امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں

(صحیح، ۲/ ۳۹۲)

ہمیں عمرو بن علی نے ، ان سے ابو قتیبہ نے ، ان سے عبد الرحمن بن عبداللہ

نے اپنے والد سے بیان کیا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو

ابو طالب کے شعر کی مثال دیتے ہوئے سُنا۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه   ثمال الیتامی عصمة للأرامل

(سفید رنگ والے جن کی ذات کے توسل سے بارش طلب

کی جاتی ہے، وہ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کی عزت بچانے

والے ہیں)

عمر بن حمزہ نے کہا کہ مجھ سے سالم نے اپنے والد سے بیان کیا :

کہ اکثر میں شاعر کا قول ذکر کرتا اور بارش طلب کرتے ہوئے حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس کو دیکھتا رہتا تو اتنی بارش ہوتی

کہ ہر پرنالہ بھر کر بہنے لگتا۔

وأبیض یستسقی الغمام بوجهه   ثمال الیتامی عصمة للأرامل

حضرت ابو طالب کا قول ہے۔

تخریج میں :

عمر بن حمزۃ العمری کے طریق پر امام احمد نے (۲/ ۹۳) اور ابن ماجہ نے

(۱۲۷۲) امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۶/ ۱۴۲) اور السنن الکبری

(۳/ ۳۵۲) میں اسناد صحیح کے ساتھ موصول کیا ہے۔

سب نے ابو عقیل عبداللہ بن عقیل کے طریق سے نقل کیا اور
جیسے امام بیہقی نے (دلائل النبوۃ: ۶/ ۱۴۳-۱۴۴) میں اس طریق
علاوہ بھی نقل کیا یعنی:

"سعید بن خثیم الہلالی سے انھوں نے مسلم الملائی سے انھوں نے
بن مالک رضی اللہ عنہ سے:

ایک اعرابی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر
عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! ہم آپ کے پاس حاضر ہوتے ہیں
ہاں نہ اونٹ بلبلاتا ہے اور نہ ہی بچہ چلاتا ہے، اور اس نے یہ اشعار

اتیناک والعذراء یدمی لبانہا   وقد شغلت ام الصبی عن ا

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
پر جلوہ افروز ہوئے پھر اپنے ہاتھ آسمانوں کی طرف اٹھائے اور عرض کی:

"اللھم اسقنا غیثا مغیثا مریعا   اے اللہ! ہم کو موسلا دھار بارش
غدقا طبقا عاجلا غیر رائث   خوشگوار اور زمین کو اچھی طرح
نافعا غیر ضار تملأ بہ الضرع   شاداب کر دینے والی بارش عطا
وتنبت بہ الزرع وتحیی بہ   بغیر تاخیر کے جلدی سے برسنے والی
الارض بعد موتہا وکذلک   نفع بخش ہو نہ کہ نقصان دہ جس
تخرجون"   (مویشیوں) کے تھن دودھ سے بھر جائیں
کھیتیاں اگ آئیں اور زمین مردہ ہونے کے بعد
دوبارہ زندہ ہو جائے (یعنی خوب
شاداب ہو جائے) اور اسی طرح تم
سے نکالے جاؤ گے۔

... انس! ابھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سینہ اقدس
... ابھی نہیں لوٹائے تھے یہاں تک کہ آسمان اپنی گرج چمک کے ساتھ
... نے لگا اور "اہل بطاح" فریاد کرتے ہوئے دوڑتے آئے کہ
... ڈوب گئے، غرق ہو گئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے
... ہاتھوں کو آسمانوں کی طرف بلند کیا اور عرض کی:

... حوالینا ولا علینا"   اے اللہ! ہمارے گرد و نواح میں،

نہ کہ ہم پر۔

... ہٹ گیا اور مدینہ منورہ کے تیں اور سے ہٹ گیا اس طرح گھیرے
... ایک نبات (شکی) اس کے اطراف کو سرسبز و شاداب کر

...

... مبارک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر مسکرائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
... مبارک ظاہر ہوئے، پھر فرمایا: ابوطالب پر اللہ کی رحمت ہو کاش
... ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ کون ہے جو ان کا قول ہمیں سنا
... ئے؟ تو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اٹھے اور عرض
... اللہ! گویا آپ کی مراد یہ اشعار ہیں:

... الغمام بوجہہ   ثمال الیتامی عصمۃ للارامل

... وہ ... جن کی طفیل بارش کی دعا کی جاتی ہے وہ یتیموں کی
... بیوگان کی عصمت بچانے والے ہیں

... الملائی ضعیف ہے اور حافظ نے (الفتح: ۲/ ۴۹۵) میں کہا:
... سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن وہ متابعت کی صلاحیت
... ابن ہشام نے (السیرۃ: ۱/ ۲۸۱) میں کہا "جس نے بیان کیا

جو میرے نزدیک ثقہ ہے پھر اس روایت کو ذکر کیا۔"

حدیث ۲

امام بخاری نے اپنی صحیح میں کہا: (الفتح: ۲/۴۹۴)

ہم سے حسن بن محمد نے، انہوں نے محمد بن عبداللہ انصاری، انہوں نے عبداللہ بن مثنی سے، ثمامہ بن عبداللہ بن انس سے (انہوں نے) حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کیا:

سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب قحط پڑجاتا تو حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطے سے بارش طلب کرتے عرض کرتے:

اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون	اے اللہ ہم تجھے تیرے نبی کا واسطہ دیتے تھے تو تو ہمیں سیراب کرتا تھا اور اب ہم تیری بارگاہ میں تیرے نبی کے چچا کا وسیلہ پکڑتے ہیں ہمیں سیراب کر دے، تو وہ سیراب کیے جاتے تھے۔

سند کی توثیق امام بغوی نے شرح السنۃ (۴/۴۰۹) میں اسی طریق کے طریق سے سند بیان کی۔

اور ابن خزیمہ (۱۴۲۱) نے بھی حضرت انس سے اس کو روایت، ابن حبان (۲۸۶۱) اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ (۶/۱۴۷) میں اور السنن الکبریٰ (۳/۳۵۲) میں اور ابن سعد نے "الطبقات" میں

حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ عسقلانی کا استنباط

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ الفتح (۲/۴۹۷) میں فرماتے ہیں:

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پرہیزگار اور اہل بیت اطہار کو وسیلہ بنانا مستحب ہے اور اس واقعہ میں حضرت عباس کی فضیلت بھی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بھی فضیلت جو ظاہر ہوا انہوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ کا احترام کیا اور انہیں حق دیا۔

نفیس تحقیق اس واقعہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ توسل کو چھوڑنا لازم نہیں آتا کیونکہ اس پر دیگر عمومی دلائل موجود ہیں اور اس سے زیادہ سے زیادہ اس واقعہ میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ توسل کو کبھی چھوڑنا بھی جائز ہے اور جواز اور عدم جواز میں فرق ہے۔ علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعظیم وتوقیر میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی اقتداء کی حالانکہ صحابہ میں ان سے افضل لوگ بھی موجود تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء

امام حاکم نے "المستدرک" (۳/۳۳۴) میں داؤد بن عطاء المدنی کے طریق سے نقل کیا ہے۔

داؤد بن عطاء المدنی نے زید بن اسلم سے انہوں نے ابن عمر سے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قحط سال میں حضرت عباس بن عبدالمطلب کے توسل سے بارش مانگی، اور عرض کی کہ:

اللّٰھُمَّ ھٰذَا عَمُّ نَبِیِّكَ الْعَبَّاسُ نَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِهٖ فَاسْقِنَا "

اے اللہ! یہ تیرے نبی کے چچا عباس ہیں جن کے ساتھ ہم تیری طرف متوجہ ہوتے ہیں پس تو ہمیں سیراب کر دے

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں سیراب فرمایا۔

ابن عمر نے کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

ایھا الناس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کان یری للعباس ما یری الولد لوالدہ یعظمہ ویفخمہ ویبر قسمہ فاقتدوا ایھا الناس برسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی عمہ العباس واتخذوہ وسیلۃ الی اللہ فیما نزل بکم

اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو وہ مقام دیتے جس طرح بیٹا اپنے باپ کو دیتا ہے آپ کی تعظیم و توقیر کرتے اور آپ کی قسم کو پورا فرما دیتے تھے پس تم! آپ کے چچا عباس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا کرو اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف وسیلہ پکڑ لو اس امر میں جو تمہارے پاس اترا۔

سند کی تحقیق اسی طرح اس کو زبیر بن بکار نے "الأنساب" میں روایت کیا جیسا کہ (الفتح ۲/۴۹۷) میں ہے۔

اور ابن عساکر نے بھی "تاریخ دمشق (۱/۹۳۱)" میں زبیر بن بکار کے طریق سے ہی تخریج کی ہے۔

میں کہتا ہوں اس سند میں داؤد بن عطاء مدنی ضعیف ہے اور

ذہبی نے اس روایت کو اسی کے سبب "تلخیص المستدرک" میں ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام حاکم نے اس پر کوئی کلام نہیں کیا۔

علامہ ابن حجر نے "فتح الباری" میں اس روایت کو داؤد بن عطاء ضعیف کے طریق سے ہی ذکر کرنے کے بعد کہا کہ اس روایت کی بلاذری نے زید بن اسلم سے ہشام بن سعد کے طریق سے تخریج کی ہے اور "عن ابن عمر" کی جگہ پر "عن أبیہ" کہا تو ہو سکتا ہے اس روایت میں زید کے لیے دو شیخ ہوں اور حافظ ابن حجر کا احتمال نہایت پختہ ہے اور اس کی تائید بھی ہیں تعجب ہے کہ البانی نے اپنی کتاب "التوسل" میں اس احتمال کا ذکر تک نہیں کیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ہشام بن سعد "مسلم" کے رجال میں سے ہیں اور قول انہی کا ہے اور البانی نے عجیب و غریب کلام کیا (غفر اللہ لنا وله) اپنی کتاب التوسل (۱/۶۶) میں داؤد بن عطاء مدنی کا ضعف بیان کرنے کے بعد کہا لیکن جب اس نے ہشام بن سعد کی متابعت و موافقت کر لیا تو کہا اس سند میں اضطراب ہے۔"

میں کہتا ہوں اس کا یہ قول مردود ہے۔ لہذا اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جائے اور میں نے اس (البانی) کے لیے یہی خواہش دیکھی جس میں وہ محدثین کے قواعد کی مخالفت مقدم رکھتا ہے۔

اضطراب کا ضابطہ مسلم اور معروف بات یہ ہے کہ سند پر اضطراب کا حکم صرف اسی وقت ہوتا ہے جب روایات متضاد ہوں اور ان کا جمع ہونا اور کسی ایک کو ترجیح دینا ناممکن ہو جبکہ یہاں بالکل ممتنع ہے۔

ہشام بن سعد مسلم کے رجال میں سے ہے اور میں نے البانی کو کئی مرتبہ اس کی حدیث کو حسن قرار دیتے ہوئے دیکھا ہے۔ علاوہ ازیں بن عطاء ضعیف ہے تو کس طرح البانی اس واضح حق سے چشم پوشی کر سکتا ہے؟ بالفرض اگر یہ دونوں متساوی ہیں تو ان میں موافقت واجب ہے جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے۔

اثباتِ مسئلہ

الحمدللہ ثابت ہوا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے قول سے واضح کر دیا کہ انھوں نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وسیلہ پکڑا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کا وسیلہ پکڑنا تو زیادہ اہمیت کا حامل ہے اور اس میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمانا "وَاتَّخِذُوْهُ وَسِيْلَةً إِلَى اللهِ" ثابت ہے بلکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ وسیلہ پکڑنے پر دلیل ہے نہ کہ صرف اُن سے دعا کرانے پر۔

حدیث ۳

امام حافظ ابو عیسیٰ الترمذی نے ترمذی میں بیان کیا:

(تحفۃ ۱۰/ ۳۲ - ۳۳)

حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ، أَخْبَرَنَا عُثْمَانُ بْنُ عُمَرَ، أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِيْ جَعْفَرٍ، عَنْ عُمَارَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ حُنَيْفٍ

ہم سے محمود بن غیلان نے بیان کیا، انھوں نے عثمان بن عمر سے کو، انہیں شعبہ نے خبر دی ابو جعفر سے، عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے، عثمان بن حنیف سے۔

أَنَّ رَجُلًا ضَرِيْرَ الْبَصَرِ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اُدْعُ اللهَ أَنْ يُعَافِيَنِيْ، قَالَ: إِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ، وَإِنْ شِئْتَ صَبَرْتَ فَهُوَ خَيْرٌ لَكَ، قَالَ: فَادْعُهُ، قَالَ: فَأَمَرَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ فَيُحْسِنَ وُضُوْءَهُ وَيَدْعُوَ بِهٰذَا الدُّعَاءِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ يَا مُحَمَّدُ إِنِّيْ تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّيْ فِيْ حَاجَتِيْ هٰذِهٖ لِتُقْضٰى لِيْ، اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِيَّ"

کہ ایک نابینا آدمی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ مجھے صحت عطا فرمائے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر تو چاہتا ہے تو میں دعا کرتا ہوں اور اگر تو چاہتا ہے تو صبر کرتا ہوں، یہ تیرے لیے بہتر ہے۔ اس نے عرض کی آپ دعا فرمائیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اچھی طرح وضو کر کے یہ دعا کرنے کا حکم فرمایا: "اے اللہ! میں تجھ سے مانگتا ہوں اور میں تیرے وسیلے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں۔

یا محمد صلی اللہ علیک وسلم! میں اپنی اس حاجت میں اپنے رب کی طرف، تمہارے واسطے سے متوجہ ہوا، تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے۔ اے اللہ! تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو میرے حق میں سفارشی قبول فرما۔" اس کے بعد امام ترمذی نے فرمایا:

یہ حدیث حسن صحیح غریب ہے۔ ہم اس کو نہیں جانتے مگر اسی طریق سے یعنی حدیث ابی جعفر سے اور وہ خطمی نہیں۔

تخریج حدیث اس کو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسی طریق سے روایت کیا۔ امام احمد نے مسند (۴/۱۳۸) میں اور امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۴۱۷) میں اور ابن ماجہ نے سنن (۱/۴۴۱) میں، اور امام بخاری نے تاریخ کبیر (۶/۲۱۰) میں اور طبرانی نے معجم کبیر (۹/۱۷) میں اور الدعاء (۲/۱۲۸۹) میں بھی اور امام حاکم نے مستدرک (۱/۳۱۳-۵۱۹) میں ذکر کیا اور اس کو صحیح کہا اور امام ذہبی نے اس کو تسلیم کیا اور بیہقی نے دلائل النبوۃ (۶/۱۶۶) اور الدعوات الکبیر میں نقل کیا۔

اور حماد بن سلمہ نے شعبۃ أبو جعفر سے روایت کرنے میں موافقت کی ہے۔

متابعت کی تخریج اس موافقت کی تخریج امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۴۱۸) میں اور امام بخاری نے تاریخ کبیر (۶/۲۰۹) میں کی ہے کہ

شعبہ اور حماد بن سلمہ اس بات پر متفق ہیں کہ ابو جعفر کے شیخ عمارہ بن خزیمہ بن ثابت ہیں جبکہ ہشام دستوائی اور روح بن قاسم نے ان دونوں کی مخالفت کی ہے۔ نسائی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۴۱۸) میں کہا کہ ہشام دستوائی اور روح بن قاسم نے ان دونوں کی مخالفت کی اور کہا:

"عن أبي جعفر عمير بن يزيد بن خماشة عن أبي أمامة بن سهل عن عثمان بن حنيف۔"

تقریر مؤلف میں کہتا ہوں کہ ہشام دستوائی کی حدیث کی تخریج امام نسائی نے عمل الیوم واللیلہ (ص ۴۱۸) میں کی ہے اور امام بخاری نے تاریخ کبیر (۶/۲۱۰) میں اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ

(۶/۱۶۸) میں ذکر کیا ہے

اور روح بن قاسم کی حدیث کو نقل کیا ہے۔ امام بخاری نے تاریخ کبیر (۲۱۰/۶) میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلہ (۶۰۹) میں اور طبرانی نے معجم کبیر (۹/۱۷) میں اور صغیر (۱/۱۸۳) میں بھی اور اس کو صحیح قرار دیا اور الدعاء (۲/۱۲۸۹) میں اور امام حاکم نے مستدرک (۱/۵۲۶) میں اور بیہقی نے دلائل النبوۃ (۶/۱۶۷-۱۶۸) میں ذکر کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سند صحیح ہے اور متعدد حفاظ حدیث نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ان میں امام ترمذی، امام طبرانی، ابن خزیمہ، حاکم اور ذہبی بھی ہیں

ابو جعفر ابو جعفر خطمی عمیر بن یزید بن عمیر بن خماشہ مدنی ہے جیسا کہ نسائی نے "عمل الیوم واللیلہ" میں اس کو بیان کیا ہے

امام احمد سے اس کی تصریح "خطمی" ہے اور مدنی بھی ابن ماجہ۔ حاکم اور بیہقی کے نزدیک "مدنی" کے ساتھ اور طبرانی اور ابن السنی کے نزدیک خطمی مدنی کے ساتھ تصریح ہے۔

لہذا اب شیخ بشیر السہسوانی کے صیانۃ الانسان (ص ۱۲۵-۱۲۸) میں الجھنے کے سبب التفات نہ کیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں کوئی فائدہ نہیں۔

موقوف حدیث اور بلاشبہ مرفوع سے موقوف اضافہ ہے۔ طبرانی نے "معجم صغیر" (۱/۱۸۳) میں کہا

حدثنا طاهر بن عيسى بن قيرس المقرى المصري التميمي، حدثنا أصبغ بن الفرج، حدثنا عبد الله بن وهب عن شبيب بن سعيد	ہم سے طاہر بن عیسی بن قیرس مقری مصری التمیمی نے بیان کیا کہ ہم سے اصبغ بن فرج نے بیان کیا کہ ہم سے عبد اللہ بن وہب نے بیان کیا۔ شبیب

المکی عن روح بن القاسم عن أبی جعفر الخطمی المدنی عن أبی أمامة ابن سهل بن حنیف، عن عمه عثمان بن حنیف۔

بن سعید سے اور روح بن قاسم سے، ابو جعفر خطمی مدنی سے، ابو اُمامہ بن سہل بن حنیف سے، اپنے چچا عثمان بن حنیف سے۔

ایک آدمی حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس اپنی ایک حاجت کے سلسلے میں بار بار آتا تھا، حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر کوئی توجہ نہ دیتے اور نہ ہی اس کی ضرورت پر کوئی غور کرتے تھے، پھر اس کی ملاقات عثمان بن حنیف سے ہوئی تو اس نے آپ سے وہی شکایت کی تو عثمان بن حنیف نے اسے کہا کہ:

تو وضو کرنے کی جگہ پر جا اور وضو کر پھر مسجد میں حاضر ہو اور اس میں دو رکعت پڑھنے کے بعد یوں عرض کر:

اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتَوَجَّهُ إِلَيْكَ بِنَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ، يَا مُحَمَّدُ إِنِّي أَتَوَجَّهُ بِكَ إِلَى رَبِّكَ رَبِّي جَلَّ وَعَزَّ فَيَقْضِي لِي حَاجَتِي، وَتَذْكُرُ حَاجَتَكَ۔

اے اللہ! میں تجھ سے عرض کرتا ہوں اور تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں ہمارے رحمت والے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ۔ یا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بیشک میں تمہارے ساتھ تمہارے رب اپنے رب اجل و علا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں کہ میرے لیے میری حاجت پوری کی جائے۔ اور تو اپنی حاجت کا ذکر کر۔

میری طرف آ۔ تاکہ میں تیرے ساتھ چلوں۔

پس وہ آدمی چلا گیا اور وہی کیا جو اُسے عثمان نے کہا تھا، پھر وہ حضرت عثمان کے دروازے پر آیا، پس دربان آیا اور اُسے ہاتھ سے پکڑ کر حضرت عثمان بن عفان کے پاس لے گیا اور وہاں اسے چٹائی پر بٹھا دیا، انہوں نے پوچھا تیری کیا حاجت ہے؟ تو اس نے اپنی حاجت بیان کی، تو آپ نے اس کی حاجت کو پورا کر دیا، پھر اسے کہا کہ: تو نے اپنی حاجت کو اب تک کیوں بیان نہیں کیا، اب جو بھی تیری حاجت ہو ہمارے پاس آنا۔

پھر وہ آدمی وہاں سے نکلا اور عثمان بن حنیف سے ملاقات کی تو کہا "اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر عطا فرمائے"۔ وہ میری حاجت پر غور نہ کیا کرتے تھے اور نہ ہی میری طرف توجہ، یہاں تک کہ آج میں نے ان سے اپنے بارے میں گفتگو کی ہے۔

تو عثمان بن حنیف نے کہا: اللہ کی قسم! اس عمل کو میں نے بیان نہ کیا لیکن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر تھا، آپ کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور اس نے آپ سے اپنی بینائی کے چلے جانے کی شکایت کی۔

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُسے فرمایا: کیا تو صبر کر سکتا ہے؟ اس نے عرض کی۔ یا رسول اللہ بیشک وہ قائد (راہنما) ہے اور مجھے بڑی تکلیف ہے تو اُسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا لوٹا لاؤ اور وضو کر، پھر دو رکعت پڑھ، پھر یہ دعا کر۔ عثمان بن

حنیف کہتے ہیں، اللہ کی قسم! گفتگو طویل ہو گئی، ہم اُٹھے نہیں تھے یہاں تک کہ وہ آدمی ہم پر داخل ہوا۔ گویا کہ اُسے بالکل کوئی تکلیف نہ تھی۔

توثیق سند

اس کو روح بن قاسم سے شبیب بن سعید مکی نے روایت کیا ہے اور وہ ثقہ ہیں اور وہ شخص ہیں جن سے احمد (ابن احمد) ابن شبیب نے حدیث بیان کی ہے۔ اپنے باپ سے، انھوں نے یونس بن یزید ایلی سے۔

اور اس حدیث کو شعبہ نے "ابو جعفر خطمی" سے روایت کیا ہے، جس کا نام عمیر بن یزید ہے اور وہ بھی ثقہ ہے اور اس کو شعبہ سے روایت کرنے میں عثمان بن عمر بن فارس تنہا ہیں اور حدیث صحیح ہے۔

(المعجم الصغیر للطبرانی (۱/ ۱۸۳))

اسی طریق سے اس کی تخریج طبرانی نے الکبیر (۹/ ۳۰، ۳۱) الدعا (۲/ ۱۲۸۷، ۱۲۸۸) میں اور بیہقی نے دلائل النبوت (۶/ ۱۶۷، ۱۶۸) میں کی ہے۔

میں کہتا ہوں حدیث کو بطور مرفوع اور موقوف طبرانی کے صحیح قرار دینے کے بعد کوئی کلام کی گنجائش نہیں۔

اعتراض

اگر کہا جائے کہ طبرانی نے حدیث مرفوع کو صحیح قرار دیا، لیکن انھوں نے حدیث القصہ موقوف کی تصحیح نہیں کی۔

جواب

طبرانی نے "شبیب ابن سعید حبطی" کی توثیق یقیناً کی ہے اور وہ راوی موقوف ہے اور حدیث کے راوی کی توثیق اس کی حدیث کی تصحیح ہوتی ہے۔ بات اتنی آسان ہے جس کی وضاحت کی ضرورت نہیں اور اس کی تائید اور وضاحت یوں کہ امام ہیثمی نے مجمع الزوائد (۲/ ۱۷۹) میں اس حدیث پر اپنے مقرر ضابطہ کے مطابق کوئی

(ذکر) نہیں کیا، لیکن انھوں نے فقط طبرانی کی تصحیح نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے (اور) بلاشبہ غور و فکر سے کام لیا۔

ضعیف کہنے والوں کی کوشش

اس کے ساتھ ساتھ کچھ لوگوں نے اس حدیث موقوف کو ضعیف قرار دینے کی انتہائی کوشش کی اور انہوں نے چند مزعومہ علتیں پیش کیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ طبرانی کے استاذ طاہر بن عیسیٰ مجہول ہیں۔
۲۔ شبیب بن سعید حبطی اس قصہ میں منفرد ہے، جبکہ اس کا حافظہ کمزور ہے۔
۳۔ اس قصہ میں اس پر اختلاف ہے۔
۴۔ اس میں مخالفت ان ثقہ لوگوں سے ہے جنہوں نے اس قصہ کو حدیث میں ذکر نہیں کیا۔ آخری تین وجوہات کو البانی نے التوسل (ص ۸۵) میں ذکر کیا ہے۔ حالانکہ نظر رکھنے والا سمجھتا ہے کہ یہ محض ہٹ دھرمی اور سینہ زوری ہے۔ عنقریب دیکھو گے کہ بیشک احادیث صحیحہ کو ان کمزور دلائل کے ساتھ ضعیف قرار دینے کی کوشش ایسے ہے جیسے باطل کو ستونوں پر کھڑا کرنے کی کوشش کرنا یا یہ کوشش مکڑی کے گھر سے بھی زیادہ کمزور ہے۔ اگر یہ (دروازہ) کھول دیا جائے تو آثار کا باب تو بند ہو جائے گا۔

شبہات باطلہ کا تفصیلی رد

اور اب ہم ان مزعومہ و متوہمہ علتوں کا تفصیل سے رد پیش کرتے ہیں۔

پہلی بات یہ کہ شیخ طبرانی طاہر بن عیسیٰ مصری مجہول ہے، تو سنو! جس نے شیخ طبرانی کی جہالت کی وجہ سے حدیث کو معلل کہا وہ حدیث کی معرفت سے بالکل جاہل ہے اور اس کے قواعد کو تبدیل کرنے والا ہے۔

کیونکہ قصہ موقوفہ میں شعیب منفرد ہے۔ پھر اس سے تین آدمیوں نے روایت کیا اور ان مذکورہ آدمیوں سے تین اوروں نے اور ان سے تین اوروں نے روایت کی تو قصہ کی روایت میں شعیب کے علاوہ کوئی بھی تنہا نہیں، لہٰذا شیخ طبرانی کا بیان کوئی دخل نہیں۔

۲۔ طبرانی کے حدیث کی تصحیح کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی سند کے رجال کی توثیق کی اور اس سند میں اس کا شیخ بھی ہے اور وہ اس بارے میں اغیار سے زیادہ جانتے ہیں۔

اب اس کے بعد صاحب الشیخ السعید (ص ۹۲) پر شیخ کے بارے میں کلام سے دھوکا نہیں کھایا جائے گا۔

علت ثانیہ کا تجزیہ

علت ثانیہ یہ ہے کہ شعیب بن سعید حبطی منفرد اور کمزور حافظے والا ہے، اسی طرح البانی نے اپنے توسل (ص ۹۹) میں بیان کیا۔ حالانکہ اس سے پہلے یہ دعویٰ کسی نے نہیں کیا۔

جبکہ شعیب بن سعید حبطی کی علی بن المدینی، محمد بن یحییٰ الذہلی، دارقطنی، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے توثیق کی ہے۔

اور ابو زرعہ، ابو حاتم اور نسائی نے کہا کہ "اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں"۔ اور راوی کی توثیق طلب کرنے کی یہی غرض ہوتی ہے تاکہ اس کی حدیث کی تصحیح کی جائے اور اس کو [illegible]

اعتراض

لہٰذا ایک خیال ہے۔ اس قول کے بارے میں جو ابن عدی نے الکامل (۴/۱۳۴۷) میں نقل کیا کہ

"شعیب کے نزدیک [illegible] سے روایت کے بعض یونس کے نسخے ہیں۔ اس کا بیٹا احمد بن شعیب روایت کرے تو وہ احادیث مستقیمہ ہیں۔

[illegible] سوال شعیب بن سعید وہ نہیں ہوگا جس سے ابن وہب نے منکرات بیان کی ہیں اور ہو سکتا ہے کہ شعیب مصر میں اپنی تجارت کے لیے [illegible] ہو تو ابن وہب نے اس کے حفظ سے لکھی ہوں اور غلطی اور [illegible] ہو مجھے امید ہے کہ شعیب ایسا کذب قصداً نہیں کرتا۔"

جواب: اللہ تعالیٰ کی مدد سے کہتا ہوں کہ اس کلام میں تین امور ہیں۔

۱۔ جو احمد بن شعیب نے اپنے باپ سے یونس کا نسخہ زہری روایت کیا، وہ احادیث مستقیمہ ہیں۔

۲۔ جو ابن وہب نے شعیب سے مصر میں روایت کیا، اس میں [illegible] اور وہم ہے۔

۳۔ ان دو قسموں کے علاوہ شعیب کی حدیث صحیح ہے، کیونکہ شعیب کے وہم کی قید ابن وہب کی روایت سے مصر میں ہونے کی صورت میں ہے۔

تیسری قسم کی صحت

تیسری قسم کی صحت کا سرنظر صحیح تقاضا کرتی ہے اور اس قول کے علاوہ کسی اور قول کو اختیار [illegible] حفاظ کی توثیق کو باطل قرار دینا ہے، جنہوں نے شعیب بن سعید کی [illegible] کی ہے۔ لہٰذا وہ ثقہ ہیں، مصر میں دوران تجارت کسی اجنبی نے [illegible] اسقاط کیا ہے۔ حالانکہ ثقہ راویوں کے حوالے سے ان کی ثبوت [illegible] زیادہ ہے۔

[illegible] علی بن مدینی نے کہا ہے کہ ثقہ ہے، مصر تجارت کے لیے جاتے رہے ہیں، ان کی کتاب صحیح ہے، میں نے اس کو ان کے بیٹے احمد سے لکھا ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں ابن مدینی کا کلام رجل کے ثقہ ہونے اور ان

کی کتاب کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جو کم فہم (صاحب کشف المتواری صہ ۴ بحرف کالی گلوچ ہی سمجھتا ہے (اللہ تعالیٰ ا... سے درگزر فرمائے) اس نے یہ سمجھا کہ ابن مدینی کا یہ قول ثابت کرتا ہے کہ اس کی روایت اس کی کتاب کے علاوہ صحیح نہیں۔

جواب ۲ ابن مدینی نے رجل کی توثیق کی ہے کہ وہ ضابط الحفظ و... ہے، پھر اس نے عموم افراد میں سے کسی ایک پاس کی کتاب کی صحت بیان کی، پھر نہ کوئی شرط لگائی اور نہ تصریح کی اور نہ ہی اس کے حافظے کے متعلق کسی چیز کی طرف اشارہ کیا اور اس کلام سے کوئی چیز مفہوم بھی نہیں ہوتی، اور میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ناقابل فہم کہاں سے آئی اور اس کا سبب وہم کی طرف التفات کم فہمی پر مبنی ... عبارات میں گڑبڑ کے عجائبات میں سے ہے۔

تنبیہ علی بن مدینی کی عبارت سے شبیب بن سعید کے حفظ کے ضعف پر استدلال کرنے کا قصد کیا اور التوسل (۸۶) میں کہا

قال ابن المدینی: کان یختلف فی تجارۃ إلی مصر ......

اور اس نے ابن المدینی کے کلام سے اہم کلمہ حذف کر دیا، اور وہ ثقۃ "کان یختلف ...... (الخ)

یعنی البانی نے ابن مدینی کے کلام سے کلمہ "ثقۃ" حذف کر دیا، کیا امانت علمیہ یہی ہوتی ہے؟ (فاللّٰہ المستعان)

البانی سیدھی راہ سے دور چلا گیا اور ایک عجیب راہ پر چلا جس کی طرف کسی نے بھی سبقت نہیں کی کہ اس نے ان ائمہ حفاظ کے کلام کو مہمل گردانا جنہوں نے شبیب کی توثیق کی، پھر اس کو ان ثقہ لوگوں کے

... سے نقل کیا جن کی حدیث قبول کی جاتی ہے مگر ایسی تو اور ات جو ان کے ... لوگوں کے گروہ کی طرف سے واقع ہوئیں جن کی احادیث بغیر شرائط ... قبول نہیں۔

پھر اس نے شبیب بن سعید حبطی کی حدیث کو قبول کرنے کی دو شرطیں ... ہوا اپنے التوسل صہ ۸۰ میں نقل کیں۔

... اس سے الحسن کے بیٹے احمد کی روایت ہو

... شبیب کی روایت یونس سے ہو۔

میں کہتا ہوں کہ البانی کا یہ عجیب قول کرنا اصول کی طرف رجوع نہ ... پر مبنی ہے۔ شبیب کے بارے میں ابن عدی کی عبارت (المیزان ۲۶۳-۲) سے نقل کی اور اس پر اصول کی طرف رجوع کئے بغیر اعتماد ... اور وہ جو البانی نے ابن عدی سے نقل کیا اس کے الفاظ یہ ہیں ... ہو سکتا ہے کہ شبیب غلطی اور وہم کرتا ہو جب وہ اپنے حفظ ... بیان کرے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ قصداً نہیں کرتا۔

... جس وقت اس سے اس کا بیٹا احمد یونس کی احادیث بیان کرے

... میں نے رجال پر البانی کے کلام میں بہت زیادہ چھان بین کی ہے تو ... اس کو دیکھا ہے کہ وہ اصول کی طرف رجوع نہیں کرتا اور رجال پر کلام ... میں صرف کسی ایک کتاب پر اکتفا کر لیتا ہے اور میں نے ... التعلیق بإثبات سنیۃ السبحۃ والرد علی الألبانی" اور حافظ ... رحمۃ اللہ علیہ کی "النقد الصحیح لما اعترض علیہ من احادیث ... المصابیح" کے مقدمہ میں اس پر تنبیہ کی ہے۔

کی کتاب کے صحیح ہونے پر دلالت کرتا ہے اور جو کم فہم الصاحب
کشف المتواری صہ ۴۳ بصرف گانی گلوج ہی سمجھتا ہے (اللہ تعالیٰ ا[illegible]
سے درگذر فرمائے) اس نے یہ سمجھا کہ ابن مدینی کا یہ قول ثابت کر[illegible]
ہے کہ اس کی روایت اس کی کتاب کے علاوہ صحیح نہیں۔

جواب ۲ — ابن مدینی نے رجل کی توثیق کی ہے کہ وہ ضابط الحفظ و[illegible]
ہے۔ پھر اس نے عموم افراد میں سے کسی ایک پا[illegible]
کتاب کی صحت بیان کی، پھر نہ کوئی شرط لگائی اور نہ تصریح کی اور نہ [illegible]
اس کے حافظے کے متعلق کسی چیز کی طرف اشارہ کیا اور اس کلام سے [illegible]
کوئی چیز مفہوم بھی نہیں ہوتی۔ اور میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ یہ ناقابل [illegible]
فہم کہاں سے آئی اور اس کا سبب وہ شخص کی طرف التفات کم فہمی [illegible]
عبارات میں گڑبڑ کے عجائبات میں سے کہ :-

تنبیہ — علی بن مدینی کی عبارت سے شبیب بن سعید کے حفظ کے
ضعف پر استدلال کرنے کا قصد کیا اور التوسل (۹۶) میں کہا

قال ابن المدینی : کان یختلف فی تجارة إلی مصر ....
اور اس نے ابن المدینی کے کلام سے اہم کلمہ حذف کر دیا، اور وہ [illegible]
" ثقة " کان یختلف ...... الخ)

یعنی البانی نے ابن مدینی کے کلام سے کلمہ " ثقة " حذف کر دیا۔
کیا امانت علمیہ یہی ہوتی ہے؟ (فاللہ المستعان)

البانی سیدھی راہ سے دور چلا گیا اور ایک عجیب راہ پر چلا جس [illegible]
طرف کسی نے بھی سبقت نہیں کی کہ اس نے ان ائمہ حفاظ کے کلام [illegible]
مہمل گردانا جنہوں نے شبیب کی توثیق کی۔ پھر اس کو ان ثقہ لوگوں [illegible]

[illegible] سے نقل کیا جن کی حدیث قبول کی جاتی ہے مگر ایسی نوادرات جہان کے
[illegible] ن کے گروہ کی طرف سے واقع ہوئیں جن کی احادیث بغیر شرائط
[illegible] قبول نہیں۔
[illegible] اس نے شبیب بن سعید حبطی کی حدیث کو قبول کرنے کی دو شرطیں
[illegible] اپنے التوسل صہ ۸ میں نقل کیں۔
[illegible] سے الحسن کے بیٹے احمد کی روایت ہو۔
[illegible] کی روایت یونس سے ہو۔
[illegible] کہتا ہوں کہ البانی کا یہ عجیب قول کرنا اصول کی طرف رجوع نہ
[illegible] پر مبنی ہے۔ شبیب کے بارے میں ابن عدی کی عبارت المیزان
[illegible] سے نقل کی اور اس پر اصول کی طرف رجوع کیے بغیر اعتماد
[illegible] وہ جو البانی نے ابن عدی سے نقل کیا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں
[illegible] ہو سکتا ہے کہ شبیب غلطی اور وہم کرتا ہو جب وہ اپنے حفظ
[illegible] سے اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ قصداً نہیں کرتا۔
[illegible] وقت اس سے اس کا بیٹا احمد یونس کی احادیث بیان کرے

[illegible] رجال پر البانی کے کلام میں بہت زیادہ بحران ہیں کی ہے تو
[illegible] دیکھی ہے کہ وہ اصول کی طرف رجوع نہیں کرتا وہ رجال پر کلام
[illegible] میں صرف کسی ایک کتاب پر اکتفا کر لیتا ہے اور میں نے
" [illegible] باثبات سنیة السبحة والرد علی الالبانی " اور حافظ
[illegible] کی " انتقاد الصحیح لما اعترض علیه من احادیث
[illegible] " کے مقدمہ میں اس پر تنبیہ کی ہے۔

تو گویا کہ وہ دوسرا شبیب ہے۔ یعنی

پس المیزان کی عبارت "کان شبیب لعلہ یغلط [illegible] حدث من حفظہ" اور الکامل کی عبارت

"لعل شبیبا بمصر فی تجارتہ الیھا کتب عنہ [illegible] من حفظہ فیغلط ویھم" میں فرق ہے۔

پہلی عبارت کی مراد یہ ہے کہ غلط اور وہم اس کی صفات [illegible] حالانکہ یہ عبارت محل نظر ہے۔

دوسری عبارت جو الکامل کی ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ [illegible] وہم اسے عارض ہے، اس حال میں کہ ابن وہب اس سے [illegible] میں بیان کرے۔

پہلی عبارت میں مراد ضعف ہے جبکہ دوسری میں نہیں [illegible] واضح ہے۔

اور نقاد نے جرح وتعدیل کے بیان اور معتدل اور مجروح [illegible] میں عدم تصرف کے وجوب کی تصریح کی ہے اور ابن عدی کی [illegible] میں ذہبی کے تصرف کا البانی نے صریح جھوٹ بولا ہے [illegible] بالکل رجوع نہیں کیا، اور جو اس نے بیان کیا وہ تم نے دیکھ لیا۔

حاصل کلام شبیب بن سعید کی حدیث عبد اللہ بن وہب [illegible] کے علاوہ صحیح ہے۔ بشرطیکہ ہم ابن عدی کے کلام [illegible] کرلیں کیونکہ ان کے کلام میں نظر ہے۔

اور اسی لیے ذہبی نے المغنی ۱/۲۹۵ میں کہا "ثقۃ [illegible]" اور الدیوان ص ۱۴۱ میں کہا "ثقۃ یاتی بغرائب" اور [illegible]

فصل

اور جاننا چاہیے کہ حافظ ابن رجب رحمۃ اللہ تعالیٰ نے "شرح علل الترمذی" (ص ۱۴۱) میں اس (شبیب) کو ان ثقہ لوگوں [illegible] ہے جن کی کتاب تو صحیح ہے، لیکن حافظے میں کچھ کمی ہے [illegible] اس کا جواب یہ ہے کہ اس ذکر کا یہ مطلب نہیں کہ [illegible] کی روایت ضعیف ہوتی ہے جب وہ اپنے حافظے سے [illegible] اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی حدیث کتاب سے صحیح [illegible] حافظے سے بیان کی ہوئی حدیث اس سے کم درجے پر ہے [illegible] اقرب ہیں اور ان کی توثیق متعدد ائمہ نے کی ہے۔ ان کے [illegible]

[illegible] حفظہ بعض شیء" تو یہ عبارت اس بات کا [illegible] "غلطی" ان سے جدا نہیں ہوسکتی اور وہ ضعیف الحفظ [illegible] کے برعکس کا فائدہ دیتی ہے۔

[illegible] نے اس نوع میں ثقہ لوگوں کے ایک پورے گروہ [illegible] مثلاً عبد العزیز بن محمد الدراوردی، ہمام البصری [illegible] الصنعانی، ابو داؤد الطیالسی اور ابراہیم بن سعد [illegible]

[illegible] ان تمام کی حدیث کو قبول کیا جاتا ہے چاہے وہ کتاب سے [illegible] حافظے سے۔ علاوہ ازیں جو عبارات ان کے بارے میں

پھر اس کے توثیق کرنے والے اور ابن عدی کے قول کے ذکر کے بعد ان سے طعن کا رد کیا۔

میں کہتا ہوں کہ بخاری نے یونس سے روایت کی ہوئی شبیب کی حدیث کو اس کے بیٹے کی روایت سے لیا ہے اور یونس کے علاوہ کسی اور سے (شبیب) کی روایت کی تخریج نہیں کی اور نہ ہی (شبیب) سے ابن وہب کی روایت کی تخریج کی ہے۔

پس اس کلام حافظ رحمہ اللہ نے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ بیشک شبیب پر کلام ہے جب اس کی روایت یونس کے علاوہ کسی سے ہو اور یہ وہ روایت اس کا بیٹا احمد بھی اس سے کرے۔ (التوسل ص۹۸)

میں کہتا ہوں:

جس کی طرف حافظ نے اشارہ کیا وہ یہ ہے کہ بخاری نے اس کی حدیث کی تخریج کی ہے اور جب بخاری نے اپنی جامع صحیح میں زہری کی حدیث تخریج کا ارادہ کیا تو انہوں نے اصحاب زہری کے طبقۂ اولیٰ کے الفاظ سے تخریج کی جیسا کہ اس کی تفصیل شیخ حازمی نے ائمہ کی شروط میں بیان کی ہے جب کہ یونس بھی اسی طبقہ سے ہے اور شبیب کے پاس وہ نسخہ تھا جس کو یونس بن یزید نے زہری سے روایت کیا۔ اس نسخہ کو شبیب سے احمد بن شبیب نے سماعت کیا تو نسخہ اس طریق سے صحت میں انتہا کو پہنچا تو بخاری نے اس کی اپنی صحیح میں تخریج کی۔

پھر احمد نے اپنے باپ سے وہ یونس سے وہ زہری سے سند بخاری کی شرط پر ہے پس بخاری کا اس طریق کے علاوہ شبیب کی حدیث کا تخریج نہ کرنا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ جس کی تخریج میں تخریج نہیں ہوئی وہ ضعیف

بیان کی گئیں وہ ان عبارات سے زیادہ سخت ہیں جو شبیب بن سعید الحبطی کے بارے میں ہیں۔ اس کے باوجود ان کی احادیث کے قبول کرنے پر اتفاق ہے۔

فصل

ابھی دو امور پر کلام باقی ہے۔

حافظ نے التقریب ص۲۶۳ میں شبیب کے حالات میں کہا۔

"لا بأس بحديثه من رواية ابنه أحمد عنه لا من رواية ابن وهب."

"اس (شبیب) کی حدیث میں اس کے بیٹے احمد کی روایت میں کوئی حرج ہے اور نہ ہی ابن وہب کی روایت سے۔"

اور جو کچھ حافظ نے کہا ہے کہ قصہ مذکورہ صحیح ہے۔ اس پر بھی البانی رضامند نہیں۔ اس کا رد کرتے ہوئے التوسل (ص۸۸) میں کہا معاملہ اس طرح نہیں بلکہ یہ مقید ہے اس شرط سے کہ اس کی روایت یونس سے ہو اور اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ حافظ نے خود ہی اس قید کی طرف اشارہ کیا اور جبھی تو انہوں نے شبیب کو "من طعن فيه من رجال البخاري (بخاری کے مطعون راوی)" میں ذکر کیا۔

(مقدمہ فتح الباری ص۱۳۳)

۱؎ یہ بھی سراسر زیادتی ہے کہ حدیث کو صرف اس کے بیٹے احمد کی روایت پر ہی قبول کیا جائے گا۔

ہے بلکہ فقط مراد یہ ہے کہ وہ بخاری کی شرط پر نہیں کیونکہ نہ بخاری نے صحیح کا استیعاب (مکمل احاطہ) کیا ہے اور نہ ہی ان کا دعویٰ ہے۔

اور بخاری کی شرط پر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ امام بخاری کے نزدیک قابل حجت ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی بلکہ کبھی کبھی امام بخاری کے نزدیک بھی وہ قابل حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہے ہاں ان کی صحیح کی شرط پر نہیں ہوتی جو صحت کا اعلیٰ درجہ ہے جس طرح اس کی تصریح حافظ نے (الفتح ۲/ ۲۰۵) میں کی ہے۔ الفتح کے مقدمہ میں روایت بخاری کی کیفیت کے بیان میں اس راوی کی حدیث کے لیے جس میں کلام ہے۔ حافظ نے کثیر کلام کیا، وہ یہ کہ رجل کی حدیث جب اس کے خلاف آئے جس کو حافظ نے ذکر کیا تو اس میں تفصیل یہ ہوگی، اس پر تمسک واجب اور اس پر یقین کرنا لازم ہے لیکن تم کو اختلاف ہے شبیب کی توثیق سے اعراض کرتے ہوئے انہیں باطل قرار دے رہے ہیں

اور میں نے شبیب کی حدیث کو ان دو شرطوں کے اشتراط کے ساتھ رد کرنے میں البانی سے پہلے کسی کو نہیں دیکھا۔

اور ابن تیمیہ نے اپنی کتاب "قاعدة في التوسل" ص ۱۰۲ میں اس قول سے زیادہ کچھ نہیں کہا کہ "شبيب هذا صدوق روى له البخاري" شبیب صدوق ہے اور بخاری نے اس سے روایت لی ہے۔ یہ کلام نہایت عمدہ ہے اور واضح رد ہے البانی اور اس کے پیروکاروں کا لیکن اس نے اس حدیث کی تعلیل کے لیے کسی اور راستہ کو اختیار کیا اور وہ یہ ہے:

حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کو شبیب نے روح بن القاسم

… روایت کیا ہے اور ابن عدی نے "الکامل" میں دو حدیثوں کو ذکر کیا … ان دونوں کو شبیب پر منکر کیا شبیب کی روح بن قاسم کی روایت … شبیب اور اگر شبیب نے ان دونوں حدیثوں میں غلطی کی ہے تو … ان ہے کہ اس پر غلطی کا اطلاق صرف اسی حدیث میں ہو۔ (قاعدة … التوسل ص ۱۰۴-۱۰۵) میں اللہ تعالیٰ کی توفیق سے عرض کرتا ہوں۔

۱- یہ دونوں حدیثیں ابن وہب کی روایت سے ہیں شبیب سے … روح بن القاسم سے پہلے گزر گیا ہے کہ شبیب نے مصر میں … تجارت ابن وہب سے کچھ بیان کیا جس پر انکار ہے اور ابن عدی نے ان دونوں حدیثوں کو کامل میں وارد کیا ہے۔ تاکہ ان کے ساتھ اپنے دعوے کی صحت پر استدلال کریں شبیب کا روح بن قاسم سے روایت کرنے کا معاملہ زیر بحث ہی نہیں اور کلام اس پر ہے جس نے شبیب سے بیان کیا (احمد) ابن وہب سے اس میں کلام نہیں جس سے شبیب نے بیان کیا خواہ وہ روح ہو یا کوئی اور۔

۲- ابن عدی کا اپنے دعوے کی صحت پر ان دو حدیثوں کے ساتھ استشہاد تسلیم نہیں کیا جائے گا، اور وہ دو حدیثیں یہ ہیں۔

جس کو روایت کیا شبیب بن سعید نے روح بن قاسم سے۔ انہوں نے ابی عقیل سے، انہوں نے سابق بن ناجیہ سے، ابی سلام سے کہ:

ہمارے پاس سے ایک آدمی گزرا تو لوگوں نے کہا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کی ہے۔ میں اس کی جانب متوجہ ہوا تو میں نے کہا مجھ سے کچھ بیان کرو جو تو نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے اس طرح سنا ہو کر تیرے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان لوگوں کا واسطہ نہ ہو۔ اس نے کہا: کہ میں نے آپ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

" مَنْ قَالَ حِيْنَ يُصْبِحُ وَحِيْنَ يُمْسِيْ رَضِيْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ اَنْ يُّرْضِيَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

"جو شخص صبح و شام یوں کہے کہ میں اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے پر مطمئن ہوں تو اللہ پر حق ہے کہ اس کو قیامت کے دن خوش کرے"

اس حدیث کا حاصل یہ ہے کہ بعض محدثین نے اس کو عن أبي عقيل عن سابق بن ناجية عن أبي سلام عن خادم رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم کے ساتھ مرفوع کہا ہے۔

اور وہ شعبة، هشيم اور روح بن القاسم ہیں۔ اس صورت میں ابو سلام نے اسے اس سے روایت کیا جس نے اس کو مرفوع کہا اور مسعر نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ " عن أبي عقيل عن سابق عن أبي سلام " یہاں ابو سلام نے مرفوعاً روایت کیا اور درست قول شعبة اور جماعت محدثین کا ہے۔ اسی کو حفاظ نے صحیح قرار دیا ہے۔

مثلاً حافظ المزی اور حافظ العلائی جامع التحصیل (۱۸۵) میں ابن حجر الاصابة (۲/۱۹۳) میں اور البوصیری نے مصباح الزجاجة (۲/۲۸۹) میں واضح کیا ہے۔

اور یہاں ابن عدی اور اس پر اعتماد کرنے والوں کی یہ خطا نما ہو گئی کہ اس حدیث کا اس وجوب پر انا کر شعبہ پر انکار کیا جائے

[illegible] نہیں اور ابن عدی کی خطا کی دو وجوہ ہیں:

۱۔ [illegible] شبیب کے شیوخ کے طبقہ میں ہے۔ شبیب کا اس میں [illegible] دخل نہیں۔

۲۔ شبیب بن سعید اس بارے میں درست راستے پر ہیں جیسا کہ تم [illegible] دیکھ لیا۔ واللہ اعلم۔

۳۔ اور وہ جس کو شبیب نے روح بن قاسم سے عبداللہ بن حسن [illegible] انہوں نے اپنی والدہ فاطمہ بنت حسین رضی اللہ عنہم سے روایت کیا [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا

[illegible] اذا دخلت المسجد ۔ ۔ ۔ ۔ الحديث۔

[illegible] اس کو عبدالعزیز الدراوردی، اسماعیل بن ابراہیم بن علیہ [illegible] اور لیث بن أبي سليم نے عبداللہ بن حسن سے انہوں نے [illegible] والدہ فاطمہ سے، انہوں نے جدت فاطمة الكبرى عليها السلام سے [illegible] کیا۔

اور جب شبیب روح سے منفرد ہو اور حدیث کو معضل کے طور روایت کرے تو جماعت محدثین کا قول معتبر ہوگا لیکن معاملہ ایسا [illegible] یہ کثیر کبار حفاظ سے بیان کرتے ہیں۔ اس سے روح بن قاسم [illegible] شبیب کا ضعف مراد نہیں۔ کیونکہ انہوں نے حدیث سابق کو [illegible] دیا اور جماعت سے موافقت کی۔

۴۔ شبیب بن سعید البصری اور روح بن قاسم البصری کی طرح ہے۔ [illegible] شبیب کی بلدین البصرہ و کوفہ سے روایت کو عمدگی اور خوبی ہے۔ [illegible] اور ابو جعفر مطلبی مدنی بصری بھی اسی طرح ہے اور اس کی

حدیث کی قوت اور بڑھ گئی کہ دو بصریوں نے ابن شبیب کی مثل حدیث کو بیان کیا اور وہ دونوں ابن شبیب کے بیٹے احمد اور اسماعیل ہیں روایت سابقہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ شبیب بن سعید ثقہ ہیں علاوہ اس کے جو ان سے ابن وہب نے کہا اور وہ بھی تمام منکرات نہیں بلکہ کچھ معروف ہیں اور کچھ منکر ہیں۔ ابن وہب کا کوئی تابع ہو جیسا کہ یہاں ہے تو اسے معروف جاننا اور قبول کرنا ضروری ہے (واللہ اعلم بالصواب)۔

اور اسی سے واضح ہوگیا کہ شبیب پر ضعف کا اطلاق اجو البانی نے التوسل، ص ۱۱ میں کیا ہے اثر سے پڑھ کر کچھ نہیں۔ وہ امر مردود ہے اور اس سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔

امر ثانی

رہا امر ثانی جس کی وجہ سے البانی نے حدیث کو ضعیف کہا وہ اس کا قول ہے "والآخر تاویت علیہ فیہا" اس پر اس میں اختلاف ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس نے ضمیر شبیب کی طرف لوٹائی ہے حالانکہ اس نے (التوسل ص ۸۰) میں اختلاف احمد بن شبیب پر کیا اور کہا: پھر میں نے اور دوسری تحقیق ظاہر ہوئی وہ یہ کہ اس احمد پر اختلاف ہے اس سے البانی کا اضطراب ظاہر ہوگیا پس امر نہایت آسان اور واضح ہے اور راوی کی حدیث کو دو وجوہ پر بیان کرنے پر بے شمار شواہد موجود ہیں جب یہ حدیث شبیب بن سعید کی طرف لوٹائی جاتی ہے تو اس قصہ کو ان سے تین آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ دو حضرات نے ان کے شہر بصرہ میں اقامت کے وقت اور سفر و مشقت سے پہلے روایت کیا اور وہ دونوں احمد اور اسماعیل شبیب کے بیٹے

جیسا کہ بیہقی کی دلائل النبوۃ (۶/۱۶۷-۱۶۸) میں ہے

امر ثالث

امر ثالث یہ ہے کہ عبداللہ بن وہب نے ان سے فقط بوقت سفر روایت کیا حالانکہ خصوصاً تجارت کے سفر میں اضطراب اور افکار متفرق ہوتے ہیں لیکن انہوں نے نہایت عمدگی سے بیان کیا جو کہ سستی کی اور غلطی اور اس کی قطع عذاب کے بارے میں سفر میں بیان کی ہوئی حدیث کے موافق ہے اور راوی جب حضر میں حدیث بیان کرتا تو وہ حالت سفر میں بیان کی ہوئی حدیث پر بڑھا ہے جیسا کہ مشہور ہے اور اسے حافظ نے الفتح (۱/۲۲۴) میں بیان کیا ہے اور جب شبیب نے اس حدیث کو سفر و حضر میں نہایت عمدگی سے بیان کیا تو یہی غرض و غایت ہوتی ہے جو ایک دلیل میں طلب کی جاتی ہے جیسا کہ حق و انصاف والوں پر مخفی نہیں اور جب بات یہاں پہنچ گئی کہ شبیب نے اس صورت میں حدیث کو بہت اچھے طریقے سے بیان کیا اور اس قصہ کی صحت کے بعد اب اس بات کا کیا دخل کہ کون راوی شبیب سے روایت لاتا ہے؟ اور حدیث کو بھی مع قصہ روایت کرتا ہے اور کبھی قصہ کا ذکر نہیں کرتا۔

لیکن خواہش نفس اور تعصب نے افراد (جھوٹ گھڑنا) کی طرف پہنچا دیا۔ ہم نے یہاں دیکھا کہ البانی نے احمد بن شبیب پر اختلاف کو بیان کیا۔ اس اختلاف (جس کا خلاصہ البانی نے شعور ڈالا ہے) کا سبب یہ ہے کہ:

احمد بن شبیب اس حدیث کو کامل بیان کیا کرتے تھے اور اس میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آدمی آنے کو

موجود ہے جیسے ثقہ حافظ یعقوب بن سفیان الفسوی نے بیان کیا ہے جیسا کہ امام بیہقی کی دلائل النبوۃ (۲/۲۰۶) میں ہے۔

اور احمد بعض اوقات طوالت چھوڑ کر فقط اصل حدیث پر اکتفا کرتے، اس کو ابن السنی اور امام حاکم نے بیان کیا ہے، اس کے بعد کونسی بات ہے؟ جبکہ "احمد ثقہ ہے"! اے اللہ! شدادو تعصب سے محفوظ فرما۔

نیز یہ بات اگر تابعین میں سے ایک صاحب کشف المتواری نے کی، کہ ابن سنی سے ان لوگوں نے بغیر اس واقعہ کے نقل کیا:

۱۔ عباس بن فرج الریاشی ۲۔ حسین بن یحییٰ الثوری، اسے حاکم نے طاوا سے بیہقی نے ایک الی سے لیا۔ ۳۔ محمد بن علی بن زید صائغ، ان تینوں نے احمد بن شبیب سے یہی حدیث بیان کی مگر اس میں واقعہ کا ذکر نہیں۔

اور اس قصہ کو احمد سے یعقوب بن سفیان الفسوی کے علاوہ کسی نے روایت نہیں کیا ہے شک وہ ثقہ ہیں۔ لیکن ان ثقات کے مقابل نہیں ہو سکتے، جو تعداد میں ان سے زیادہ ہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر یہ کلام صحیح ہے تو علم، عقل اور دلیل پہ اللہ کی رحمت ہو۔ تو لو سنو! ان تینوں جن کے بارے میں ثقات کہا، جب ان کی طرف ان کی مثل منسوب ہوں تو امام حافظ یعقوب بن سفیان الفسوی پر ترجیح نہیں دیئے جاتے کیونکہ وہ ثقہ ہی نہیں بلکہ فوق الثقہ ہیں اور ابو زرعہ دمشقی کا قول ہے کہ:

عظیم لوگوں میں سے دو آدمی ہمارے پاس آتے، ان میں سے ایک مضبوط آدمی "یعقوب بن سفیان" ہے، اہل عراق اس کی مثل دیکھنے

واسطے ہیں۔

بات یہ ہے کہ جب حافظ شیوخ کی مخالفت کرے تو حافظ کے ... پر ترجیح ہوتی ہے۔ لہٰذا حافظ کا قول معتبر ہے اگرچہ شیوخ ... ہوں اور یعقوب الفسوی امام حافظ بلکہ فوق الحافظ ہیں۔

... بن فرج نے دو طریق سے روایت کی، اس نے قصہ کو ... بن شبیب سے اس طرح اپنے والد سے بیان کی ہے۔ ... بیہقی دلائل النبوۃ (۶/۱۶۷) میں بیان کیا تو وہ یعقوب بن ... الفسوی کے موافق ہو گیا۔

... تین میں سے دو باقی ہیں، کیا معترض ہمیشہ الفسوی کے ساتھ ... کی مخالفت پر ہی مصر رہے گا؟ اے اللہ! تو ہی بخشنے والا ہے ... دو باقی ہیں، ان میں سے ایک حسین بن یحییٰ ثوری ہیں جو مجھے تلاش ... نہیں ملے، اور یہ صریح تعصب بہت جلدی منہدم ہو جاتا ... تعجب کی بات ہے کہ ایک کمزور تائید کے حیلے سے ان لوگوں ... روایت کرتے ہوں نے قصہ کو روایت نہیں کیا، ان کی روایت پر مقدم ... انہوں نے قصے روایت کیا ہے جیسے شبیب، اس کا بیٹا احمد ... ابن وہب، یعقوب بن سفیان الفسوی اور دیگر ثقہ محدثین۔

... حدیث کی روایت دو وجوہ ہیں سے جس وجہ پر بھی ہو وہ دوسری ... نہیں کرتی اور دونوں صحیح ہیں، اور یہی مقرر اور معروف منہاج ہے ... دو اختلاف جو روایت کے بارے میں شک و شبہ میں ڈالتا، وہ ... اضطراب ہے جس کی توجیہ نا ممکن ہو لیکن یہاں نہ کوئی ایسا اختلاف ... نہ ہی اضطراب۔

اور ہم اللہ تعالیٰ سے فتنہ و فساد اور تعصب سے حفاظت و سلامتی کی دعا کرتے ہیں۔

امر اخیر آخری امر جس کی بنیاد پر البانی نے حدیث کی تضعیف کی، وہ اس کا التوسل ص ۱۲۸ میں کہنا ہے۔

"مخالفۃ للثقات الذین لم ... ای کی مخالفت ہے ان ثقہ لوگوں سے جنھوں نے اس قصہ کا حدیث میں ذکر نہیں کیا:"

میں کہتا ہوں یہ عجیب تر ہے، تم نے دیکھا ہے کہ اضافہ ہوتا ہے۔ ایک حدیث کو جماعت نے ایک سند اور ایک متن کے ساتھ روایت کیا، پھر بعض راویوں نے اس میں کچھ ایسا اضافہ بیان کیا جو باقی راویوں نے اس کا ذکر نہ کیا جیسا کہ ابن رجب کی شرح علل الترمذی ص ۲۱۳ میں ہے۔

اور حافظ نے اپنے النکت علی ابن الصلاح ۲/۶۹۲ میں کہا ہے۔ وہ اضافہ جسے قبول کرنے میں محدثین توقف کرتے ہیں، وہ ہے کہ اضافہ ایسی حدیث میں واقع ہو جس حدیث کا مخرج ایک ہو ... جب حدیث کو ثقہ حفاظ کی ایک جماعت نے روایت کیا اس شیخ سے حدیث کو پہچاننے والے ہیں اس کے بعض راوی اضافہ میں ان سے منفرد ہیں پس اگر وہ اضافہ محفوظ ہوتا تو جماعت اس کے ذکر اس اضافہ سے بے خبر نہ ہوتے۔

جب تمہیں یہ معلوم ہوگیا تو واضح رہنا چاہیئے کہ شبیب نے قصہ موقوفہ کے ذکر میں ثقہ لوگوں میں سے کسی کی بھی مخالفت نہیں کی۔

... مخالفت ان دو صورتوں میں کی جاتی ہے۔

... یہ ہے کہ یقیناً حدیث کا مخرج ایک نہیں۔ اس کا مرجع ... کے دو شیخ کی طرف ہے۔ قطعیۃ اور عمارہ کے لیے ایک ... روح اور ہشام کے لیے دوسرا طریق۔ تو جب مخرج متعدد ... مخالفت کا دعویٰ ہی غلط ہے۔

... اگر یہ کہا جائے کہ مخرج روح بن قاسم اور ہشام دستوائی بیان متحد ہے کیونکہ یہ قصہ موقوفہ روح بن قاسم کے طریق ... ہے۔

... شبیب بن سعید نے روح بن قاسم سے امر موقوف کو ... بعد صحابی سے حدیث مرفوع کے طور پر بیان کیا۔ لیکن یہ مرفوع ... موقوف تو پھر متن میں مخالفت کہاں ہے؟ ہاں ... میں ... ہوگی۔

... حدیث پر کتب تصنیف کرنے والے محدثین نے تصدیق کی ... کے اضافہ کو قبول کیا جائے گا۔ جبکہ مجلس متعدد ہو ... اضافہ قبول نہ ہوگا جبکہ مرفوع اور موقوف میں کتنے سالوں ... ہے یہاں مجلس متحد کہاں ہے؟

... کریں کہ مخرج ایک ہے تو پھر بھی منع نہیں جیسا کہ پہلے گذرا۔ ... اہل حدیث نے ثقہ کے اضافہ کو قبول کرنا لازم کہا جبکہ ان میں ... ان ائمہ میں خطیب بغدادی بھی ہیں۔

... امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اذا کان فی الحدیث ... " جب حدیث میں قصہ ہو تو اس امر

پر دلالت کرتا ہے کہ راوی نے اسے یاد رکھا، اس کو ان سے حافظ [illegible] مقدمہ الفتح (۴۰۳) میں نقل کیا۔

جو کہ امام احمد بن حنبل کی گہری نظر پر دلالت کرتا ہے۔ حق بات ہے کہ اس میں شک نہیں کہ شبیب ثقہ ہے اور ان کی حدیث کو صحیح دیا جاتا ہے جیسا کہ ذہبی نے فرمایا۔ اگر ان سے انتہائی تعصب بھی [illegible] یہ شخص کم از کم ان لوگوں سے کم نہیں جن کی حدیث کو اچھا حسن قرار دیا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور میں واقع ہونے والے قصہ کو [illegible] نے نقل کیا۔ اگر اس وہم اور مخالفت کا کوئی تصور ہوتا تو ضرور اس کا شمار [illegible] ضعفاء اور متروکین کی صف میں کیا جاتا [illegible] قابل حجت تسلیم نہیں کیا [illegible] ایسے [illegible] کے [illegible] میں جن کی مرویات حدیث میں [illegible] نہیں [illegible] [illegible] قریب [illegible] کسی کا گمان تک بھی نہیں کہ اس نے ایسا کیا ہو [illegible] کے قریب [illegible] [illegible] کیا ہو یا اس کا حافظہ اس [illegible] کی [illegible] ان کے بارے وہم [illegible] قطعی طور پر ہم نہیں [illegible]

[illegible]

اور محدثین کے قواعد کے مطابق اس وقت تک اختلاف [illegible] نہیں ہوتا جب تک روایات میں جمع یا ترجیح ممکن ہو لیکن یہ امر [illegible] موجب مخالفت اور حدوث کا تصور پایا جائے۔ لیکن یہاں کوئی [illegible]

[illegible] نہیں، یہاں صرف ایک حاسد کے وہم و خیال میں پایا جا رہا ہے۔

(ودلائت المستان)

[illegible] کلام — حاصل کلام یہ ہے کہ وہ اضافہ موقوفہ جس میں ایک آدمی کے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے [illegible] کرتا ہے (وہ) صحیح ہے۔ اسی لیے تو حفاظ حدیث نے [illegible] صحیح قرار دیا ہے۔ مثلاً امام طبرانی، امام حاکم اور امام بیہقی۔

(والحمد للہ رب العلمین)

[illegible] ابی خیثمہ نے اپنی "التاریخ" میں کہا (جیسا کہ ابن تیمیہ کے "قاعدہ [illegible] ص ۱۰۶ میں ہے۔

[illegible] مسلم بن ابراهيم	"ہم سے مسلم بن ابراہیم نے بیان
[illegible] بن سلمة، أنبا أبو	کیا، ان سے حماد بن سلمہ نے بیان کیا
[illegible] الخطمي عن عمارة بن	ان سے ابو جعفر خطمی نے عمارہ بن
[illegible] عثمان بن حنيف	خزیمہ سے، عثمان بن حنیف سے
[illegible] تعالى عنه.	(رضی اللہ تعالیٰ عنہ) خبر دی۔
[illegible] أتى النبي صلى الله	(الحدیث)
[illegible] فقال: إني أصبت	
[illegible] فادع الله لي، قال	
[illegible] فصل ركعتين	
[illegible] اللهم إني أسألك وأتوجه	
[illegible] محمد نبي الرحمة	
[illegible] إني أستشفع بك	

علی ربّی فی ردّ بصری اللّٰھم

فشفّعنی فی نفسی وشفّع نبیّک فی

ردّ بصری ، وإن کان حاجۃ

فافعل مثل ذالک"

میں کہتا ہوں اس سند متصل میں انتہا کو پہنچی اور حماد بن سلمہ ثقہ … اور امام ہیں۔

اور اس کے باوجود متن میں زیادتی کے سبب سے معلل کی گئی … وہ فقرہ زیادتی ("وإن کانت حاجۃ فافعل مثل ذالک") … میں حماد بن سلمہ شعبہ سے منفرد ہے. تو یہ "شاذۃ" ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ثقہ کا اضافہ مقبول ہے جب تک … نہ ہو یا اس میں زیادہ ثقہ راوی سے مخالفت نہ ہو اور اس کا … (وإن کانت حاجۃ فافعل مثل ذالک) اصل حدیث کے منافی اور نہ اس کے مخالف ہے بلکہ تمام اس کے موافق ہے، کیونکہ اصل … عموم ہے یعنی اس وظیفہ کا معمول کسی وقت بھی ہو سکتا ہے

اور حماد کا مخلط ہونا محض ظن ہے اس پر کوئی دلیل نہیں، زیادہ سے زیادہ یہ ثقہ کا اضافہ ہے جس میں کوئی کسی سے منافاۃ نہیں، وہ مقبول ہے اور ہم قشف کے لئے والوں کو نالاں ہوتے ہوئے کہتے ہیں اگر یہ اضافہ صحیح نہیں تو بہتر ہے کہ ثقات کے اضافہ کو احادیث کے باب سے کر دیا جائے۔ (وباللہ التوفیق)

اور یہ امام حافظ ابو حاتم ابن حبان حماد بن سلمہ کے منفرد … کے بارے کہتے ہیں، (الثقات : ۱/۸)

ان لفظوں (وإن کانت .....) میں حماد بن سلمہ منفرد ہیں … ہوں ہیں، اور ہمارے نزدیک الفاظ کی زیادتی ثقات سے مقبول ہے. کیونکہ جائز ہے کہ ایک جماعت کسی شیخ کے پاس … جماعت میں حاضر ہو، پھر کوئی چیز کسی پر مخفی رہے اور دوسرا اس کی … یا اس کے کم درجہ آدمی اسے یاد رکھے۔

یہ کلام مضبوط وخوبصورت ہے، اس کو سمجھنا چاہئے۔

البانی کا انتشار

اس مقام پر اس بات کا تذکرہ کرنا نہایت ہی ضروری ہے کہ وہ البانی جس نے حماد بن سلمہ کی صرف ایک راوی … سے مخالفت کی بنا پر اس اضافہ کو رد کرنے میں جلدی کی ہے وہ خود … اس مقام پر حماد بن سلمہ کی پوری جماعت سے مخالفت کو قبول کرتا ہے۔

… الصحیحۃ ۲۰۳/۶ میں کہتا ہے۔

… خالف الجماعۃ حماد بن …	"اور حماد بن سلمہ نے جماعت کی مخالفت کی۔
یحتمل أن یکون تلمیذہ … حفظہ الجماعۃ	احتمال ہے کہ اس نے یاد رکھا جس کو جماعت نے محفوظ نہ رکھا ہو ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں ہوس سے۔

ان کا قول "خالف الجماعۃ" غلط ہے، بلکہ امام ثقہ الفزاری نے … صفحہ ۹۰ میں اس کی متابعت کرتے ہوئے ذکر کیا ہے کہ یہاں حماد … زید کی روایت سے تاخیر ہے اور یہ بھی غلطی ہے. گویا کہ علی بن زید نے … خود سے روایت کیا، ایک وجہ روایت حماد کی طرح ہے اور … اس کے مخالف (المسند ۱۹۲/۶) میں ہے۔ بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۱ پر

دوراتی پر اکتفا کرنے سے صرف حماد بن سلمہ کی روایت ثابت یہاں تک کہ اس کے نزدیک بھی جس نے ان کے انکار پر باقی حد ...

حدیث — ۴

طبرانی نے معجم کبیر (۲۴/ ۳۵۲) میں کہا، حدیث ۸۷۱

حدثنا أحمد بن حماد بن زغبة ثنا روح بن صلاح ثنا سفيان الثوري عن عاصم الأحول عن أنس بن مالك قال:

ہم سے احمد بن زغبہ نے بیان کیا، ان کو روح بن صلاح نے بیان کیا، ان کو سفیان ثوری نے بیان کیا، ان کو عاصم احول نے، ان سے انس بن مالک نے، انہوں نے کہا:

لما ماتت فاطمة بنت أسد بن هاشم أم علي بن أبي طالب دخل عليها رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فجلس عند رأسها فقال:

جب فاطمہ بنت اسد بن ہاشم ام علی بن ابی طالب کی والدہ فوت ہو گئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ان کے سرہانے بیٹھ گئے اور کہا:

"رحمك الله يا أمي كنت أمي بعد أمي تجوعين و

اے میری ماں! تجھ پر اللہ رحم فرمائے تو میری ماں کے بعد میری ماں تھی، تو بھوکی رہتی اور مجھے سیر کرتی اور تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

اور یہاں ان غلطیوں پر تنبیہ مقصود نہیں، لیکن البانی کے تعصب کو واضح کرنا مقصود ہے تو حماد بن سلمہ اولی ہے کہ حدیث آگے ہم انہیں قبول کیا جائے۔

تشبعيني وتعرين وتكسيني وتمنعين نفسك طيبا وتطعميني تريدين بذلك وجه الله والدار الآخرة. ثم أمر أن تغسل ثلاثا فلما بلغ الماء الذي فيه الكافور سكبه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده ثم خلع رسول الله صلى الله عليه وسلم قميصه فألبسها إياه وكفنها ببرد فوقه ثم دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم أسامة بن زيد وأبا أيوب الأنصاري وعمر بن الخطاب وغلاما أسود يحفرون فحفروا قبرها فلما بلغوا اللحد حفره رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده وأخرج ترابه بيده فلما فرغ دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فاضطجع فيه ثم قال.

ننگی رہ کر بھی مجھے پہناتی اور اپنی رغبت کو ترک کر کے بھی مجھے کھلاتی۔ اس کے ساتھ تو اللہ کی رضا اور دار آخرت کو چاہتی تھی۔" پھر حکم فرمایا کہ انہیں تین مرتبہ غسل دیا جائے تو جب وہ پانی پہنچا جس میں کافور تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنے ہاتھ سے پانی بہایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قمیص کو اتارا اور وہ ان کو پہنا دی اور اپنی چادر کا انہیں کفن پہنایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسامہ بن زید، ابو ایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک غلام اسود (رضی اللہ تعالی عنہم) کو بلایا کہ وہ قبر کھودیں۔ انہوں نے اس کی قبر کھودی، جب لحد تک پہنچے تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کھودا اور اس کی مٹی اپنے ہاتھ سے نکالی، جب فارغ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داخل ہوئے اور اس میں لیٹے، پھر کہا:

اللهُ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ
حَيٌّ لَا يَمُوتُ اغْفِرْ لِأُمِّي فَاطِمَةَ
بِنْتِ أَسَدٍ وَلَقِّنْهَا حُجَّتَهَا، وَوَسِّعْ
عَلَيْهَا مُدْخَلَهَا بِحَقِّ نَبِيِّكَ
وَالْأَنْبِيَاءِ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِي فَإِنَّكَ
أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ". وَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا
وَأَدْخَلُوهَا اللَّحْدَ هُوَ وَالْعَبَّاسُ
وَأَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ

(حلیۃ: ۳/۱۲۱)

اللہ وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کو موت نہیں اے اللہ! تو میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور ان کو قبر کے سوال کا جواب سکھا دے اور ان پر ان کی قبر کو کشادہ فرما اپنے نبی اور مجھ سے قبل تمام انبیاء کے حق کے سبب بیشک تو بہت بڑا رحم کرنے والا ہے" اور ان پر چار تکبیریں پڑھیں اور ان کو لحد میں آپ، عباس اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے داخل کیا۔

اور اسے طبرانی نے (الاوسط: ۱/۱۵۲) میں اسی طریق سے اور اسی کے طریق سے ابونعیم نے (الحلیۃ: ۳/۱۲۱) میں اور ابن جوزی (العلل المتناہیۃ ۱/۲۶۷) میں روایت کیا اور یہ حدیث حسن ہے۔

ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۹/۲۵۷) میں کہا کہ "اس کو طبرانی نے کبیر اور اوسط میں روایت کیا اور اس میں روح بن صلاح ہے جس کی ابن حبان اور حاکم نے توثیق کی، اس میں ضعف ہے اور اس کے بقیہ راوی رجال صحیح ہیں"۔

میں کہتا ہوں: شیخ طبرانی احمد بن حماد بن زغبۃ ثقہ اور نسائی کے شیوخ میں سے ہیں اور اس کی صحیح میں تخریج نہیں کی گئی۔

روح بن صلاح میں اختلاف ہے۔ ایک قوم نے ان کی توثیق کی اور ایک نے تضعیف، تو ایسے لوگوں کا حال معلوم کرنے میں تحقیق کی ضرورت ہے۔

... میں حاکم نے "سوالات السجزی" میں "ثقۃ مامون" کہا اور ان ... نے (الثقات ۸/۲۴۴) میں کیا۔ اور ان سے یعقوب بن سفیان الفسوی نے (المعرفۃ والتاریخ ۲/۴۶۷) میں روایت کیا ہے وہ ان ... ہے، الفسوی نے کہا (التھذیب ۱/۴۳۸) میں نے عراق شیوخ ... اور وہ تمام کے تمام ثقہ ہیں"۔

... میں نے ابن حجر پر کی ہے اس نے سبب جرح ذکر کیا اور ... اور دارقطنی نے (المؤتلف والمختلف ۳/۱۳۷۷) ... روح بن صلاح ابن لہیعہ اور ثوری وغیرہما سے روایت کرتا ہے ... ہے اور حدیث میں ضعیف ہے" اسی کی مثل ابن ماکولا نے (الاکمال ۵/۱۵) اور ابن عدی نے (الکامل ۳/۱۰۰۵) میں کہا۔

... مبہم ہے واضح نہیں، تو پہلی مذکور تعدیل کے مقابلہ میں رد ہو ... جیسا کہ مسلم و معروف ہے۔

... کی مثال حافظ کا قول (مقدمۃ الفتح ص ۴۴۳) میں "محمد بن بشار ... کے حالات میں کہا کہ "عمرو بن علی الفلاس نے ان کی تضعیف کی ... سبب ذکر نہیں کیا تو ان پر اس کی جرح کو قبول نہیں کیا جائے گا"۔

... البانی نے (الضعیفۃ ۱/۳۲-۳۳) میں دعوی کیا کہ روح بن ... بقول ابن یونس کے جرح واضح ہے۔ "وَرَوَتْ عَنْهُ مَنَاكِيرَ" ... اس سے منکرات روایت کیں) اور ابن عدی کا قول الکامل میں ... "فِي بَعْضِ حَدِيثِهِ نَكِرَةٌ" (اس کی بعض احادیث میں نکارت ہے) ... (ان دو وجوہ سے محل نظر ہے)

میں کہتا ہوں (۱) ابن یونس اور ابن عدی کی عبارات جرح پر دلالت

نہیں کرتیں۔ ابن دقیق العید نے "شرح الالمام" میں جیسا کہ نصب الرایہ (١/٩٤) میں اور "فتح المغیث" (١/٢٣٣) میں ہے، محدثین کا [illegible] المنکرات کی روایت اس کی روایت کو ترک کر دینے کا تقاضا نہیں ہاں اگر منکرات اس کی روایات میں زیادہ ہو جائیں اور وہ منکر الحدیث کا مستحق ہو کیونکہ "منکر الحدیث" ہونا راوی کا ایسا وصف ہے، جس کی وجہ سے اس کی روایت کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

٢۔ ان کا کسی راوی کو "منکر" یا "له احادیث مناکیر" کہنا کوئی جرح نہیں [illegible] کبھی منکرات اس کے شیوخ سے ہوتی ہیں اور کبھی اس سے روایت کرنے والے راویوں سے اور ان کی روایت میں فقط اسی کا احتمال ہو گا۔

حافظ نے دارقطنی سے (سوالات [illegible] ٢١٨٠٢) [illegible] بہت ہے انہیں کا کیا معاملہ ہے، فرمایا ثقہ ہے، میں نے کہا کیا اس نے مناکیر نہیں ہیں تو کہا کہ انہوں نے ان روایات کو ضعیف قوم سے بیان [illegible] تو جو وہ راوی جس نے مناکیر روایت کیں ہوں وہ ان کے نزدیک [illegible] نہیں ہے اور ابن عدی نے بھی (الکامل ٣/[illegible]) میں [illegible] حالات میں ان سے دو حدیثیں روایت کیں اور ان میں آفت وحمل "رو[illegible]" سے مروی ہونا قرار دیا، اور ابن عدی کی عادت کلام کی ہے۔

جیسا کہ حافظ (مقدمہ الفتح ص [illegible]) میں کہتے ہیں کہ اس نے اجو[illegible] کی تخریج کی ہے جو ثقہ یا غیر ثقہ پر منکر ہوں، اگر ابن عدی کوئی ایسی بات جس پر [illegible] اصلاح پر انکار ہوتا تو تعرض اس کو ان کے حالات میں [illegible] لیکن اس نے جس سے مروی روایت تخریج کی، حالانکہ وہ منکر ہے، لیکن میں حمل اس کے غیر پر ہے، فتدبر۔

[illegible] البانی نے حدیث مذکور کی تضعیف کا ارادہ کیا اور وہ ابن [illegible] میں ابن یونس کے قول "روی احادیث مناکیر" کا اعتبار کرتے [illegible] واضح ہے جس سے راوی کی تشنیع کی جا سکتی ہے لیکن [illegible] میں تنہا نہیں ہے کیونکہ اس نے ایک اور راوی کے بارے [illegible] کے قول "له مناکیر" کے بارے میں [illegible] صورت میں [illegible] انہوں نے "شرح العوالی" کے توقف نہیں ہونے والی [illegible] ہو گیا ہے اس سے [illegible] معاملہ یہ ہے کہ [illegible] پر "منکر الحدیث" الفاظ کے بارے میں [illegible] نہیں۔

[illegible] دیکھا ان دونوں اقوال میں تفریق نہیں [illegible] دیکھتے ہو [illegible] کے ہاں دونوں میں فرق ہے۔ لہٰذا جب وہ کسی [illegible] اس کی تائید کرتا ہے۔ وہ قواعد حدیث ہے [illegible] راستے پر چلنے والا بن جاتا ہے۔ واللہ المستعان۔

فصل

[illegible] امام ابن حبان اور ان کے شاگرد امام حاکم کی توثیق [illegible] ابن [illegible] کے رد میں "الضعیفة" (٣٢/١) میں کہا کہ [illegible] میں جلدی کرنے والا ہے، بہت سے مجہولوں جن کی اس [illegible] کسی نے [illegible] ان کی مانند ہے جیسا کہ [illegible] جاننے والے پر مخفی نہیں۔ ان دونوں کے قول کا تعارض [illegible] ہوتا ہے [illegible] اگرچہ جرح [illegible] اور ان [illegible]

سبب ذکر کیا گیا ہو۔"

ہم کہتے ہیں :

یہ کلام اس کا ہے جس نے "ابن حبان کی توثیق کو نہیں سمجھا اور نہ ہی اس التنکیل میں تحقیق کی ہے بعض اس کی توثیق کو رد کرنے میں جلدی کی یہاں یہ تفصیل بہتر ہے۔

توثیق ابن حبان کی تقسیم

ابن حبان کی توثیق دو قسموں پر ہے جیسا نے (مقدمۃ الثقات ۱/۱۳) میں بیان

۱۔ وہ راوی جس کے بارے جرح و تعدیل کے علماء کا اختلاف ہے جب اس کا ثقہ ہونا ان کے نزدیک ثابت ہو گیا تو اس نے اسے "الثقات" میں شامل کیا ورنہ وہ اسے کسی اور کتاب میں داخل کرتا ہے۔

۲۔ جو آدمی جرح اور تعدیل کے ساتھ معروف نہیں اور اس کے تمام شیوخ اور اس سے روایت کرنے والے ثقہ ہوں اور وہ حدیث منکر نہیں بھی لاتا تو ان کے نزدیک ثقہ ہے۔

اور ابن حبان اس مذہب میں منفرد نہیں، لیکن راویوں کی یہ نوع جمہور کے نزدیک مجہول الحال ہے۔

بہرحال علماء کی نسبت ابن حبان کی طرف فقط نوع ثانی کے ساتھ ہے۔ ابن حبان کی توثیق کی مطلق تردید کرنا سخت غلطی ہے اور نہ اس کی طرف تساہل کی نسبت مطلقاً صحیح ہے۔ وہ تو راویوں کی معین نوع میں فقط تساہل برتا ہے۔

لہ جب راوی مجہولین میں سے نہیں تو ابن حبان کی توثیق روح بن صلاح کے لیے ہوگی اس لیے کہ ان کا مرتبہ دوسرے نقاد رجال کو پرکھنے والے کی طرح ہی ہے۔

اور ان سے اوپر ان تو اس میں بھی توثیق دیگر ائمہ کی توثیق سے ہرگز کم نہیں جب ہو کہ ابن حبان کی روح بن صلاح کے لیے توثیق کا رد فقط تساہل کے ہے تو یہ واضح طور پر محل نظر ہے۔

روح بن صلاح سے یعقوب بن سفیان حافظ، محمد بن ابراہیم بوشنجی فقیہ ابن حماد ابن زغبہ صاحب نسائی ثقہ، احمد بن رشدین اور اس کے بیٹے اور عیسی بن صالح مؤذن نے روایت کیا، حالانکہ اس میں جرح و تعدیل بعض نے اس پر کلام کرنے میں ابن حبان سے بھی سبقت کی جیسے ابن یونس۔ پھر حاکم کی توثیق کا رد بھی مطلق تساہل کے دعویٰ سے کرنا واضح غلطی ہے حدیث جب اس پر اعتماد کرتے ہوئے اس کی توثیق نقل کرتے رہے ہے کہ کتب بھری پڑی ہیں جو ہمارے سامنے ہیں۔

امام حدیث میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ ان کو جرح و تعدیل، حدیث کے تمام فنون میں معرفت تامہ حاصل تھی اور رجال پر کلام کے اپنے مشائخ سے خوب مراجعت کرتے تھے اور دارقطنی اخوان کے ہیں اور ان کو شیخ ابن منده پر مقدم رکھتے۔

حافظ ابو حازم عبدوی نے کہا کہ میں نے اپنے مشائخ کو یہ کہتے سنا کہ شیخ ابو بکر بن اسحاق اور ابو الولید نیشاپوری جرح و تعدیل اور حدیث کی صحت اور سقم کے متعلق پوچھنے کے لیے امام ابو عبداللہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

حافظ عبدوی نے کہا کہ میں شیخ ابو عبداللہ قصی کے پاس تقریباً تین سال رہا اور میں نے ان کو اپنے تمام مشائخ سے زیادہ محقق اور زیادہ کرنے والا دیکھا۔ تو جب انہیں کسی امر میں اشکال ہوتا تو مجھے امام حاکم

جو حدیثیں (بات) لکھنے کا حکم دیتا اور جب ان کی طرف سے جواب آتا تو اس پر وثوق و اعتماد کرتے اور ہم اس سلسلہ میں مشائخ پر انھیں ترجیح دیتے۔

(الجواہر المضیئۃ: ۲/۱۵۷)

ہاں ایک بات ہے کہ ذہبی نے "المجرد فی ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل" (ص ۱۰) میں ذکر کیا کہ حاکم تساہل کرنے والوں میں سے ہیں جیسے ترمذی ہیں تو اس پر یقین ہوں۔ حاکم کا تساہل مستدرک کے ساتھ خاص ہے اور امام حاکم کی رجال پر کلام کی اصطلاح اور چھان بین کرنے سے قبل ہوتی ہے۔

بیان یہ ہے کہ ان کے بارے میں تساہل ہے اور حاکم کا ابن صلاح کی توثیق ہے۔ "مستدرک سے خارج" سوالات الجرجانی میں ہے اور امام حاکم کے قول کی تقویت اس سے ملتی ہے کہ انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت میں وارد ہونے والی احادیث کی تصحیح کی جس کے سبب ان کو برا بھلا کہا گیا۔ علامہ کی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ امام حاکم ان احادیث میں حق پر نہیں۔

بہرحال مستدرک کے علاوہ ان کا کلام دیگر ائمہ نقد کی طرح ہے بلکہ آپ دیکھیں گے کہ بعض اوقات وہ دوسروں سے زیادہ سختی کرتے ہیں، انھوں نے ابن قتیبہ کی تکذیب کی جیسا کہ اللسان (۳/۳۵۷) میں اور محمد بن قرح الازرق کے ترجمہ (۲/۱۳۳) میں ہے۔

ذہبی نے کہا کہ "حاکم نے شخص ان کی تنقیص کی ابن عیینہ سے صحبت کی بنا پر

لہ دیکھیں التنکیل: ۱/۴۵۹ میں ذکر جسے البانی نے ذکر کیا ہے اور اس کے عقائد میں سے مخالفت پر استدلال کیا۔ [illegible]

[illegible] کلام کیا اور یہ تشدد ہے۔"

[illegible] عیب لگاتے ہیں امام حاکم نے بخاری و مسلم پر کہ انھوں نے [illegible] کی حدیث بیان کی جس میں کلام کیا۔

[illegible] ہیں کہ حاکم نسب الحدیث جس طرح وہ کہتے ہیں اس نے رشتہ ان "ثقہ مامون" کہا پس راوی ان کے نزدیک قبول اور توثیق کے [illegible] پر ہے، تو یہ مدلس نہیں جس کا اللہ تعالی نے ہمیں حکم دیا ہے۔ [illegible] ہیں کہ ہم نے اس قول کو کسی طور پر ساقط کرنا ہے بلکہ ہم [illegible] کہ وہ "ثقہ" ہیں اور اگر ہم اتفاق نہ کریں تو ضروری [illegible] راوی "صدوق" ہوں گے۔

پھر جب اس توثیق کو ابن حبان کی توثیق سے ملایا جاتا اور تقویت دی [illegible] پر بھی جو توثیق میں کی توثیق سے اطلاق کرنا ممکن نہیں اور ابن حبان [illegible] یعقوب بن سفیان الفسوی کی توثیق کے ضمن میں قوی ہو جاتی ہے [illegible] ان کے مشائخ سے ہے، پس اس راوی کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں۔

(واللہ تعالی أعلم بالصواب)

[illegible] قول ہے کہ ان دونوں (حاکم اور ابن حبان) کا قول تعارض کے

[illegible] نے اپنا کلام نقل کیا اور شیخ حماد بن محمد الانصاری نے البانی [illegible] میں نقل کی اور اس کی نسبت اپنی طرف کرتے ہوئے کہا [illegible] اور وہ ابن صلاح سے قول نقل ہیں جس کے الفاظ ہیں [illegible] لوگوں کی عبارات اور ابن صلاح کی تضعیف پر متفق [illegible] معلوم کیا یعقوب بن سفیان الفسوی، حاکم اور اس کے [illegible] تھے یا اس کے افراد میں سے یا اہل ذکر کو والا [illegible] لوگوں سے یہ اندازہ ہوا اور کیوں یہ بے خبر ہیں وغیرہ۔

وقت کوئی وزن نہیں رکھتا "حتی لو کان الجرح مبهما لعدم ذکر سببه" اگرچہ جرح مبہم ہو، اس کا سبب ذکر نہ ہو۔

پس اس میں ان دونوں اماموں کی توثیق سے کلی طور پر اعراض ہے اور ایسا قول محل نظر ہے اور اس کا ساع درست نہیں کیونکہ یہ واقع کے خلاف ہے اور اس میں غیر محمود جرأت ہے۔

پھر تنگ مزاج نے المحقاۃ زیادتی کرتے ہوئے کہا "حتی لو کان الجرح مبهما لعدم ذکر سببه" میں کہتا ہوں اس نے سخت زیادتی کی، یہ مثال ہے اس کلام سیاالفلکی کہ ہم نے ہر مشتغل بالحدیث کو اسے کلام سالفداق کرتے ہوئے دیکھا اور ہم اس سے خبادار کرتے ہیں۔ (واللہ المستعان)

حاصل کلام

گزشتہ کلام کا خلاصہ ہے کہ بلاشبہ روح بن صلاح "صدوق" ہے اور حدیث "حسن الاسناد" ہے۔ واللہ اعلم

حدیث ــــــ ۵

حَيَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُحَدِّثُونَ وَيُحَدَّثُ لَكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ فَمَا رَأَيْتُ مِنْ خَيْرٍ حَمِدْتُ اللهَ عَلَيْهِ، وَمَا رَأَيْتُ مِنْ شَرٍّ اِسْتَغْفَرْتُ لَكُمْ۔

"میری حیات الظاہری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے کہ تم (جو) پوچھتے ہو تمہارے لیے بیان کر دیا جاتا ہے اور میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے کہ مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جائیں گے، پس جو بھلائی دیکھوں گا اس پر اللہ تعالیٰ کی تعریف کروں گا اور جو برائی دیکھوں گا تو تمہارے لیے بخشش مانگوں گا۔"

حافظ ابوبکر البزار نے اپنی مسند (کشف الأستار ۱/۳۹۷) میں کہا

حدثنا يوسف بن موسى، ثنا عبد المجيد بن عبد العزيز بن أبي رواد عن سفيان عن عبد الله بن السائب عن زاذان عن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم قال

ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا ان سے عبد المجید بن عبد العزیز بن ابی رواد نے بیان کیا ان سفیان سے وہ عبد اللہ بن سائب سے وہ زاذان سے وہ عبد اللہ سے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم ووفاتي خير لكم تعرض علي أعمالكم فما رأيت من خير حمدت الله عليه، وما رأيت من شر استغفرت لكم"

حياتي خير لكم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ الخ

توثیق سند

حافظ عراقی نے (طرح التثریب ۳/۲۹۷) میں کہا اس کی سند جید ہے۔

اور ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۹/۲۴) میں کہا اس کو بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال، صحیح کے رجال ہیں۔

اور امام سیوطی نے (الخصائص ۲/۲۸۱) میں اس کو صحیح قرار دیا اور (المناوی) نے فیض القدیر میں بھی جیسے انہوں نے کہا۔

اور ہمارے شیخ علامہ محقق سید عبداللہ بن صدیق غماری رحمۃ اللہ تعالیٰ

ولوثہ مرثد کی اس حدیث کے بارے میں ایک مفید کتاب الجمع ہوئی ہے جس کا نام نہایۃ الآمال فی شرح وتصحیح حدیث عرض الاعمال ہے۔
حدیث کے رجال ثقہ ہیں اور عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد ثقہ ہے ... کے ساتھ مسلم نے بھی احتجاج کیا ہے اور التقریب ان کے بارے میں تفصیلی کلام آئے گا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اور حضرت ابن مسعود کی روایت کے علاوہ حدیث کے ... اور بھی طرق ہیں جن میں حضرت انس اور بکر بن عبداللہ مزنی سے بطور مرسل آتی ہے اور وہ تمام ... یہ ہے اور محمد بن علی بن حسین سے بطور معضل ہے۔

لیکن بکر بن عبداللہ مزنی سے مروی مرسل حدیث کے دو طریق صحیح ہیں۔ اور تیسرا ضعیف ہے، ان دو صحیح طرق کی قاضی اسماعیل نے فضل الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۲۵-۲۶ میں تخریج کی ہے اور ابن عبدالہادی نے الصارم صفحہ ۲۱ میں کہا کہ اس کا اسناد بکر مزنی تک صحیح ہے اور بکر ثقات تابعین ... کے ائمہ میں ہے اور تیسری ضعیف ہے حارث بن ابی اسامہ نے اپنی مسند میں روایت کیا۔

حدثنا الحسن بن قتيبة ثنا جسر عن بكر بن عبد الله المزني به مرفوعا.

ہم سے حسن بن قتیبہ نے بیان کیا ان سے جسر بن فرقد نے بیان کیا بکر بن عبداللہ مزنی سے بطور مرفوع۔

۱۔ اس کتاب کا ... [illegible] ... ان شاء اللہ ... [illegible]

المطالب العالية (۴/۲۲)
میں کہتا ہوں حسن بن قتیبہ اور اس کا شیخ دونوں ضعیف ہیں۔
اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث، اسے ابو طاہر مخلص نے اپنے ... من الاكتفاء صفحہ ۱ میں کہا:

حدثنا يحيى بن محمد ابن صاعد ... بالبصرة، ثنا محمد بن عبد الله بن زياد أبو سلمة الأنصاري ثنا مالك بن دينار عن أنس بن مالك قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم.

ہم سے بیان کیا یحییٰ بن محمد بن صاعد نے ... بصرہ میں بیان کیا ... نے ان سے بیان کیا محمد بن عبداللہ بن زیاد ابو سلمہ انصاری نے ان سے بیان کیا مالک بن دینار نے ان سے بیان کیا انس بن مالک نے انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

حياتي خير لكم ثلاث مرات ووفاتي خير لكم ثلاث مرات فسكت القوم فقال عمر بن الخطاب رضي الله عنه بأبي أنت وأمي كيف يكون هذا؟ قال: حياتي خير لكم ثلاث مرات قال: حياتي خير لكم ينزل علي الوحي من السماء فأخبركم بما يحل لكم ...

میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تین مرتبہ اور میری وفات تمہارے لیے بہتر ہے تین مرتبہ، قوم خاموش رہی تو عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یہ کس طرح ہے؟ آپ نے فرمایا میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تین مرتبہ پھر آپ نے فرمایا میری موت تمہارے لیے بہتر ہے تین مرتبہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری زندگی

تُحَدَّثُ عَلَيْكُمْ وَوَفَاتِي خَيْرٌ لَكُمْ تُعْرَضُ عَلَيَّ أَعْمَالُكُمْ كُلَّ خَمِيسٍ فَمَا كَانَ مِنْ حَسَنٍ حَمِدْتُ اللّٰهَ عَلَيْهِ وَمَا كَانَ مِنْ ذَنْبٍ اسْتَوْهَبْتُ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ" (ص الاکتفاء ص ۱۲)

تمہارے لیے بہتر ہے کہ مجھ پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے تو میں تمہیں خبر دیتا ہوں جو تمہارے لیے حلال ہے اور جو تم پر حرام ہے اور میری موت تمہارے لیے بہتر ہے اس لیے کہ مجھ پر تمہارے اعمال ہر جمعرات کو پیش کیے جائیں گے پس جو نیکی ہوگی اس پر میں اللہ کی تعریف کروں گا اور جو گناہ ہوا تو تمہارے گناہوں کی تمہارے لیے بخشش مانگوں گا

میں کہتا ہوں: ابو سلمہ انصاری کی ابو طاہر نے تکذیب کی ہے اور دوسروں نے اس کو ترک کیا، حالانکہ اس کے لیے انس سے روایت کرنے میں ایک اور بھی طریق ہے جو اس سے زیادہ ساقط ہے۔ اس کو ابن عدی نے (۲/۹۴۵) روایت کیا ہے اور حارث بن ابی اسامہ نے بھی جیسا کہ (المغنی ۴/۱۹۷) میں ہے اس روایت میں خراش بن عبداللہ ہے۔

اور رہی حدیث محمد بن علی بن حسین ابو جعفر علیہم السلام کی تو حافظ سید احمد بن صدیق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے الاکتفاء فی تخریج احادیث الشفاء (ص ۱۲) میں کہا: اس کو ابو جعفر طوسی نے "الامالی" میں ابراہیم بن اسحاق نہاوندی احمری کے طریق سے روایت کیا کہ مجھ سے محمد بن عبدالحمید اور عبداللہ بن صامت نے حنان بن سدیر سے، اپنے والد سے بیان کیا کہ ابراہیم نے کہا: مجھ سے عبداللہ بن حماد نے سدیر سے، ان سے ابو جعفر نے بیان کیا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کی ایک جماعت میں ارشاد فرمایا:

"مُقَامِي بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ وَمُفَارَقَتِي إِيَّاكُمْ خَيْرٌ لَكُمْ"

"بے شک تمہارے درمیان میرا ٹھہرنا تمہارے لیے بہتر ہے اور بے شک میرا تم سے جدا ہونا بھی تمہارے لیے بہتر ہے"

تو حضرت جابر بن عبداللہ انصاری نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! رہا یہ کہ آپ کا ٹھہرنا تو ہمارے لیے بہتر ہے۔ لیکن آپ کا ہم سے جدا ہونا کس طرح ہمارے لیے بہتر ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رہا تمہارے درمیان میرا ٹھہرنا تمہارے لیے بہتر ہے، کیونکہ اللہ عزوجل نے فرمایا:

"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَأَنْتَ فِيهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ"

اور اللہ کی شان نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب تم ان میں تشریف فرما ہو اور اللہ انہیں عذاب کرنے والا نہیں جب تک وہ بخشش مانگ رہے ہیں

اور میرا تم سے جدا ہونا بھی تمہارے لیے بہتر ہے، کیونکہ تمہارے اعمال مجھ پر ہر جمعرات پیش کیے جائیں گے۔ پس جو کوئی اچھائی ہوگی اس پر اللہ کی حمد کروں گا اور جو کوئی برائی ہوگی تو میں تمہارے لیے بخشش مانگوں گا۔
یہ صحیح نہیں بلکہ تحریف و ترکیب شدہ ہے۔ اسی لیے ضعیف میں نقل کیا۔ [illegible] خود ضعیف ہے جیسا کہ اس کے بارے میں علامہ طوسی نے "الفہرست" میں کہا:

"ضَعِيفًا فِي حَدِيثِهِ مُتَّهَمًا فِي دِينِهِ"

کہ وہ اپنی حدیث میں ضعیف اور دین میں متہم تھا اور اسی طرح اس سے قبل نجاشی وغیرہ نے

الکتاب المکنف فی تخریج أحادیث الشفا للسید ...
الصدیق الغماری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ)

الغرض یہ حدیث بلا شک و شبہ صحیح ہے۔

حافظ عراقی

جب تم حافظ عراقی کے قول سے آگاہ ہو جاؤ گے ... ۲/۱۴۶) کہ بزار نے حضرت عبداللہ بن مسعود ... کی تخریج کی ہے اور اس کے رجال عبدالمجید بن ابی رواد ... کے رجال ہیں۔ اگرچہ مسلم نے اس سے حدیث لی ہے اور ابن معین ... نے اس کی توثیق کی ہے۔ لیکن کثیر ائمہ نے اس کی تضعیف کی ... مثل اسناد صحیح سے حارث بن ابی اسامہ نے حدیث انس ... میں اس کو روایت کیا۔

تحقیقی گفتگو

ان چند وجوہ کی وجہ سے اس کی مخالفت کا کوئی ... اس کے قائل حافظ عراقی نے بزار کی سند کو ... ۲/۲۹۶) میں جید قرار دیا ہے۔ حوالہ التشریب ... جب اس کو کلام احادیث الاحیاء کے کلام پر مقدم ہے۔ جیسا مذکور ان کی آخری ... اور دوسری کو انھوں نے بیس سال سے کم عمر میں لکھا۔ ... (لحظ الالحاظ ص ۲۲۲) میں کہا کہ حافظ عراقی "تخریج احادیث ..." جب مشغول ہوئے تو ان کی عمر بیس سال کے قریب تھی۔

۲۔ حافظ عراقی کا کلام حدیث کے حسن ہونے کا تقاضا کرتا ہے ... لہ اسے دو طریق سے ذکر کیا۔ اگر ان دونوں کا ضعف تسلیم بھی کر ... حدیث ان دونوں طریقوں سے حسن ہے جیسا کہ مسلّمہ قاعدہ ہے۔

۳۔ یہ حدیث حافظ عراقی کے نزدیک بھی لذاتہ حسن ہے ...

... یعنی طریق ابن مسعود اور طریق انس پر کلام کیا ہے اور بکر بن ... حدیث پر انھوں نے کلام نہیں کیا کہ وہ اتفاقی صحیح حدیث ... مطلع ہوتے تو اس پر کلام ترک نہ کرتے۔

... نے ذکر کیا اور جو چھوڑا اس کی طرف نظر کرنے سے حدیث ... اس کی قبولیت کی پختگی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم

البانی اور اس کا محاسبہ

البانی نے اپنی عادت کے مطابق اس حدیث کو بھی ضعیف قرار دینے کی کوشش کی (جیسا ... حدیث میں کیا کرتا ہے) اور ایسا راستہ اختیار کیا جس پر کوئی بھی ... ایک عجیب معیوب کھیل کھیلا۔

... اس عجیب و غریب داؤ پیچ سے حدیث کو ضعیف گرداننے کی ... الضعیفۃ ۲/۴۰۵) میں کی۔ اس حدیث کو ایک دوسری حدیث ملا دیا۔ ... بن ابی اسامہ نے روایت کیا ہے اور اس نے حدیث "حیاتی ..." کو حدیث اول پر اضافہ کیا جس کے ساتھ عبدالمجید بن ابی رواد منفرد ہے اور حدیث ثانی پر شاذ ہونے کا حکم ٹھونس ... عبدالمجید کی مخالفت ہے ان ثقات سے جنھوں نے حدیث اول ...

... !!

... حافظ بزار نے اپنی مسند میں کہا:

ہم سے یوسف بن موسیٰ نے بیان کیا	... یوسف بن موسی ثنا
کہ ہم سے عبدالمجید بن عبدالعزیز بن	... عن عبد العزیز بن
ابی رواد نے عبداللہ بن سائب سے	... عبد اللہ بن السائب
زاذان سے، عبداللہ سے، النبی صلی اللہ علیہ وسلم	... عن عبد اللہ عن النبی

صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إنّ لله ملائكة سياحين يبلّغوني عن أمتي السلام" قال، وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم "حياتي خير لكم تحدثون ويحدث لكم ..." (الحديث)

سے بیان کیا کہ آپ نے فرمایا "بے شک اللہ کے فرشتے زمین میں سیر و سیاحت کرتے ہیں جو میرے امتی کا سلام مجھے پہنچا دیتے ہیں (راوی نے) کہا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا "حیاتی خیر لکم ..." (الحدیث)

حدیث اول کو سفیان سے ثقات کی ایک جماعت نے روایت کیا۔

اور حدیث ثانی کے ساتھ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد منفرد ہیں جبکہ البانی نے ان دونوں حدیثوں کو ایک حدیث بنایا اور دوسری حدیث پر شاذ ہونے کا حکم لگا دیا اور اس حدیث کو ایک مستقل حدیث شمار نہ کیا بلکہ اسے اضافہ کہا اور یہ واضح غلطی ہے۔

گہری نظر رکھنے والا محدث جانتا ہے کہ بزار نے سند کے عدم تکرار اور اختصار کے پیش نظر ان دونوں حدیثوں کو ایک سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ کتب حدیث میں اکثر پایا جاتا ہے۔ جہاں وہ چند متون کے لیے ایک سند ذکر کر دیتے ہیں اور یہ ظاہر ہے۔ اسے کسی شرح و بیان کی حاجت نہیں اور حافظ سیوطی نے درست کیا ہے کہ (اپنی) جامعین صغیر و کبیر میں حدیث اول کو ایک جگہ اور حدیث ثانی کو دوسری جگہ پر ذکر کیا اور یہ ان کے عمدہ تحقیق اور صحیح فہم کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم۔

اور البانی کے اس دعویٰ کی خوب وضاحت ضروری ہے جو اس نے تصریح کی کہ عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد کے حافظے کے بارے میں کلام کیا گیا ہے۔ اگرچہ بعض نے اس کی توثیق کی ہے لیکن بعض دوسروں نے اس

[...]یف کی اور بعض نے سبب بھی واضح کیا (الضعیفہ: ۲/۴۰۲) [...] کے کلام سے ضعیف رجل ٹپک رہا ہے اور اس لیے کہ رجل [...] اور صحیح کے رجال میں سے ہے تو میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ اس [...] اس راوی سے الزامات دفع کرنا اور اس کے ثقہ ہونے کا بیان [...] ہے۔

[...]ثین کی توثیق ابن معین، احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن شاہین اور خلیلی نے ان کی توثیق کی ہے اور جس شخص کی ان [...] سے توثیق کی ہو اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں اکثر ان سے احتجاج کیا [...] سے پار کامیاب ہو گیا اور جو بھی اس کے بارے میں جرح ہے [...] حدیث کے مطابق صحیح غور و فکر کرنے کے بعد مردود ہو جاتی ہے۔

[...] نے ان میں کلام کیا اس کے چند اسباب ہیں۔

[...] کے مذہب کے سبب سے۔

[...] تھا اور جید روایت میں منفرد ہیں (جیسا کہ اپنے مقام میں بیان کیا [...] اور حافظ ذہبی نے "المیزان" میں عبدالمجید بن عبدالعزیز کے ذکر کے [...] مرجئین (مرجئہ کا مذہب رکھنے والے) کی ایک جماعت کے [...] کہا کہ ارجاء متعدد بزرگ اور مسلم علماء کا مذہب ہے تو اس [...] وجہ سے ان پر حملہ کرنا مناسب نہیں۔

[...] حدیث میں غلطی کرنے کے سبب سے

[...] نے حدیث "الاعمال بالنیات" کو مالک کے طریق سے زید بن [...] انھوں نے عطاء بن یسار سے، انھوں نے سعید خدری سے [...] روایت کیا (اسی طرح ابونعیم نے الحلیۃ (۶/۳۴۲) میں اس کی تخریج کی

اور قضاعی نے مسند الشہاب (فتح الوہاب ۱/۱۰۴) میں اور ابو یعلیٰ خلیلی نے الارشاد (۱/۲۳۳) میں۔

اور محفوظ طریق مالک سے، انہوں نے، انہوں نے یحییٰ بن سعید سے، انہوں نے محمد بن ابراہیم التیمی سے، انہوں نے علقمہ سے، انہوں نے عمر سے مرفوعاً۔ اسی طرح ایک جماعت نے اس کی تخریج کی، اور اسی لیے اس حدیث کو ان احادیث میں شمار کیا جاتا ہے جن میں عبدالمجید نے غلطی کی تو ہوا کیا؟ وہ کون ہے جس نے احادیث میں غلطی نہیں کی۔

اور اگر تم ابن عدی کے عبدالمجید بن ابی رواد کے لیے بیان کردہ سے آگاہ ہو جاؤ (الکامل ۵/۱۹۸۲) اور ذہبی کے قول سے بھی جو الموقظہ میں ہے کہ ثقہ کی تعریف یہ نہیں کہ وہ نہ کبھی غلطی کرے اور نہ خطا، کون ہے جو اس سے محفوظ ہو؟ کیا غیر معصوم وہ ہوتا ہے جو غلطی پر اقرار نہ کرے؟

اور علامہ ذہبی نے اس معنی پر "میزان الاعتدال" میں کئی مرتبہ تنبیہ کی ہے۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ عبدالمجید بن ابی رواد کی حدیث میں بعض وہم کا پایا جانا اس کو ثقہ کی حد سے خارج نہیں کرتا خصوصاً جبکہ وہ حافظ اور کثیر الروایۃ ہے اور ایسی باتیں کثیر روایات والوں سے بھی واقع ہوتی رہتی ہیں۔

اور علامہ ذہبی نے ان کو حفظ اور صدق کے ساتھ متصف جانتے ہوئے (النبلاء ۹/۴۳۴) میں کہا:

"العالم القدوة الحافظ الصادق"

۳- کچھ نے ایسی جرح سے اس پر کلام کیا جو غیر مفسر ہے، جیسے ابو حاتم رازی کا قول جس کا تشدد مشہور ہے "لا یحتج به، یعتبر به" اور ابو احمد

۱؎ مجھے نہیں معلوم کہ البانی نے اس قول کو وہمی طور پر نسائی کی طرف منسوب کرنے کے بعد جرح مفسر کیسے کہا ہے؟

[illegible] "کان کثیر الحدیث مرجئاً ضعیفاً" (وہ کثیر الحدیث مرجی ضعیف ہے) اور ابو احمد حاکم کا قول "لیس بالمتین عندهم" (وہ ان کے نزدیک پختہ نہیں) اور ابو عبداللہ حاکم کا قول "هو ممن سکتوا عنه" (وہ اس جماعت سے ہے جس سے انہوں نے خاموشی کی)

یہ جرح نہیں چہ جائیکہ ایسی جرح خفیف ہو جس سے صرف ثقات کا [illegible] محفوظ ہے۔ لیکن یہ جرح غیر مفسر ہے جس کو ابن معین، احمد، ابو داؤد اور دیگر کی توثیق کے مقابلے میں ذکر کرنا ضروری ہے۔

۴- کچھ نے ایسی جرح سے ان میں کلام کیا جس میں مبالغہ اور تشدد ہے اور [illegible] ہے اور وہ ابن حبان ہے جہاں اس نے (المجروحین ۲/۱۶۱) میں کہا: "منکر الحدیث جداً، یقلب الأخبار، ویروي المناکیر عن المشاهیر فاستحق الترک" (سخت منکر الحدیث ہے، اخبار کو پلٹتا ہے اور مشہور سے احادیث منکرہ کو روایت کرتا ہے پس یہ ترک کر دینے کا مستحق ہے۔)

اور حافظ نے التقریب (ص ۳۶۱) میں ابن حبان کے مقولہ "یترک"۱؎

۱؎ البانی پر انتہائی تعجب ہے کہ حافظ نے (التقریب ص ۳۶۱) میں ابن حبان پر تنبیہ کی، اور کہا "صدوق یخطئ وکان مرجئاً، افرط ابن حبان فقال متروک" (یہ صدوق ہے غلطی کرتا ہے اور مرجی ہے، لیکن ابن حبان نے متروک کہہ کر سخت زیادتی کی ہے۔ لیکن البانی نے (الضعیفة ۲/۳۱۷) میں حافظ کے قول "صدوق یخطئ" پر ہی اکتفاء کیا اور ابن حبان پر حافظ کے تعاقب کو نقل نہیں کیا اور یہ فقط اس لیے کیا کہ قارئین کو اس وہم میں مبتلا کر دیا جائے کہ یہ متروک ہے اور ابن حبان کا کلام مقبول ہے، اس کا کسی نے تعاقب نہیں کیا۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من اتباع الهوی وشره

کے مستحق ہیں کو بہر الامر زیادتی قرار دیا ہے۔

کس طرح بیوقوفی ترک کا مستحق ہو سکتا ہے؟ اور کیا وہ اسے صحیح روایت کرنے والے سے غائب تھا؟ اور امام احمد اور ابن معین جیسے آئمہ اس کی توثیق کر رہے ہوں؟ اور ابن حبان تو جرح میں سخت مبالغہ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں ذہبی نے المیزان (۳/۲۷۴) میں کہا کہ

"ابن حبان بسا اوقات ایک ثقہ آدمی کے بارے میں وہ کچھ کہہ دیتا جو اُسے بھی معلوم نہیں کہ اس کے دماغ سے کیا نکل رہا ہے۔"

اور گویا ابن حبان نے عبد المجید بن ابی رواد پر جرح میں جو مبالغہ کیا، اس کی سند وہ ہے جو اس نے المجروحین (۲/۱۶۱) میں بیان کی۔ عبد المجید کے طریق سے انہوں نے ابن جریج سے، انہوں نے عطاء سے، انہوں نے ابن عباس سے کہ

القدرية كفر والشيعة هلكة والحرورية بدعة وما نعلم الحق إلا في المرجئة

قدریہ کفر، شیعہ ہلاکت اور حروریہ بدعت ہے اور ہم حق نہیں دیکھتے مگر مرجیہ میں۔

دار قطنی نے "الافراد" میں کہا، اس روایت میں عبد المجید متفرد ہے اور حافظ نے (التہذیب ۶/۳۸۲) میں اتنا اضافہ کیا کہ اس کے بقیہ رجال ثقہ ہیں۔

میں کہتا ہوں، جو کچھ دار قطنی اور حافظ نے کہا، حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ لیکن یہ عبد المجید کو تہمت لگانا مقصود نہیں، پس درست بات مدار روایت بلاشک وشبہ حق ہے کہ اتہام اسے جس کی ابن جریج تدلیس کرتا کیونکہ وہ بہت بری تدلیس کرتا ہے۔

دار قطنی نے کہا: "ابن جریج کی تدلیس سے بچو، بیشک وہ قبیح تدلیس ہے اور وہ تدلیس کرتا ہے جس کو اس نے مجروح (جس راوی پر جرح ہوا ہے) سے سنا ہو۔"

امام احمد بن حنبل نے کہا: "بعض ایسی احادیث جن کو ابن جریج نے مرسل بیان کیا، احادیث موضوعہ ہیں۔ ابن جریج پرواہ تک نہیں کرتا کہ وہ انہیں کہاں سے اخذ کر رہا ہے۔ اسی طرح (المیزان ۲/۶۵۹) میں ہے

اور اس سے معلوم ہو گیا کہ ابن حبان کی جرح محل نظر ہے اور اس اسناد میں جنایت محسوس ہوتی ہے لیکن اس شخص میں جس کو ابن جریج نے مخفی رکھا۔

والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات

ماحصل کلام بلاشبہ راوی ثقہ ہے جس طرح اس کے معاصرین امام احمد اور ابن معین نے کہا اور جس نے اس میں کلام کیا، اس کا کلام مردود ہے۔ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی۔

اسی سبب سے تو امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس پر اعتماد کیا ہے اور اصول میں اس سے تخریج کی ہے اور اسی لیے حافظ ذہبی نے "من تکلم فیہ وہو موثق" (۱۲۴) میں کہا

ثقة مرجئ داعية غمزه ابن حبان.

ثقہ ہے، مرجی داعیہ ہے، ابن حبان نے اُسے عیب لگایا ہے۔

پس ذہبی کا کلام رجال کی توثیق کی تصریح کرتا ہے اور اس کی بدعت، اس کے ثقہ ہونے میں مؤثر نہیں اور ایسے ہی ابن حبان نے اسے عیب لگایا ہے۔ اگر ان کی کوئی تاثیر ہوتی تو اس کی توثیق کی تصریح نہ کرتے۔ واللہ اعلم

بہرحال البانی نے معیوب کھیل کھیلا اس کی دو وجوہ ہیں۔

۱۔ اس نے (الضعیفہ - ۲/۱۰۳) میں کہا کہ شاید یہ حدیث جس کو عبدالمجید نے ابن مسعود سے موصولاً روایت کیا ہے، اس کی اصل "بکر" سے یہ مرسل حدیث ہو اور عبدالمجید نے اس میں غلطی کی ہو اور اس کو ابن مسعود سے موصولاً ذکر کرتے ہوئے حدیث اول سے ملحق کیا ہو۔

میں کہتا ہوں یہ ظن ہے اور ظن فقط کذب ہی نہیں بلکہ اکذب الحدیث (بہت بڑا جھوٹ) ہے اور اس فاسد ظن سے ایسی مسند کا رد لازم آتا ہے جس کے راوی میں کلام ہے۔

اس لیے کہ مرسل اقوی وجہ سے آئی ہے۔ پس مرسل پر ظن نہیں ہوتا مگر لوگوں کے اختلاف سے۔ اور اس ظن میں سُنّت کے ایک حصہ کو ضائع کرنا ہے اور میں نے اس بے دھڑکی میں البانی سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔

۲۔ یہ طے شدہ امر ہے کہ حدیث مرسل چند امور سے قوی ہو جاتی ہے ان میں ایک یہ ہے کہ جب یہ مرسل دوسرے طریق متصل سے بھی وارد ہو خواہ وہ ضعیف ہو اور وہ "حسن لغیرہ" کے باب سے ہو جاتی ہے اور اس کے ساتھ حجت قائم ہوتی ہے اور عمل لازم ہوتا ہے اور جب ایسی موصول ہو جس میں عبدالمجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد ہو تو وہ ضعیف کی قسم سے ہے جیسا کہ البانی نے محض تعصب کی بنا پر اس کو شور ڈال رکھا ہے تو مرسل صحیح جب اس کے ساتھ ملائی جائے تو وہ حسن مقبول کی قسم سے ہو جاتی ہے۔ جس پر عمل کرنا اتفاقاً واجب ہے۔

اور میں نے البانی کے پاس تعصب اور خواہشات کی اتباع کے علاوہ کوئی چیز نہیں دیکھی جو اس کو اس قسم کی احادیث کے رد کرنے میں قواعد حدیثیہ سے باز رکھے اور سب سے زیادہ اس حدیث کے

مسعود مثلاً اس کا رد اس کی اپنی ذات اور اس کے اتباع کا رد ہے

اپنے مقام میں بیان ہو چکا ہے کہ حدیث مرسل شروط کے ساتھ

ہوتی ہے۔ شیخ اسماعیل انصاری کی پر رد میں اس کا قول ہے۔

البیانی: ۱/۱۳۲-۱۳۵) "تمام مرسل صحیح جمہور فقہا کے نزدیک حجت

حافظ ابن کثیر نے کہا:

"حجۃ فی مذہب مالک ... حنیفۃ واصحابھما وھو ... عن احمد فی روایۃ"

امام مالک، ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب کے مذہب میں اس کے ساتھ حجت صحیح ہے اور ایک روایت میں امام احمد سے بھی یہی مروی ہے۔

(۲) امام شافعی کے مذہب میں اس کو حجت بنانے کی شرط معروف ہے کہ وہ کسی اور طریق سے بھی آئے اگرچہ مرسل ہی ہو ۔۔۔۔ پس یہ مرسل صحیح ہے۔ مذاہب اربعہ ان کے علاوہ دیگر ائمہ اصول حدیث و ... نزدیک بھی حجت ہے۔

اس کلام کے ساتھ ہر انصاف پسند کے لیے ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث ... استدلال کے سقوط کا قول صرف اس لیے کرنا کہ یہ مرسل ہے تو یہ قول

... "عرض الاعمال" والی حدیث قبولیت میں اس حدیث مرسل سے اولیٰ ہے ... موصول سے قوی ہوئی۔ انصاری پر رد میں جو موصول ہے۔ اس میں لیث ... ہے جس کا حال ضعف میں معروف ہے اور ہماری پیش کردہ موصول ... المجید بن عبدالعزیز بن ابی رواد ہے جس کی توثیق گزر چکی ہے اور وہ ... کے رجال میں سے ہے لہٰذا وہ تو جرح کی پل عبور کر چکا (واللہ اعلم بالصواب)

ساقط ہے انتہی کلامہ۔

میں کہتا ہوں: بلکہ ہر منصف پر یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ آدمی کی خواہش[illegible] اسے تناقض اور خود اپنے رد میں ڈال دیتی ہیں۔

حدیث —— ۶

مَنْ خَرَجَ مِنْ بَيْتِهِ إِلَى الصَّلٰوةِ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَأَسْأَلُكَ بِحَقِّ مَمْشَايَ هٰذَا، فَإِنِّي لَمْ أَخْرُجْ أَشَرًا وَلَا بَطَرًا وَلَا رِيَاءً وَلَا سُمْعَةً وَخَرَجْتُ اتِّقَاءَ سُخْطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ، فَأَسْأَلُكَ أَنْ تُعِيذَنِي مِنَ النَّارِ وَأَنْ تَغْفِرَ لِي ذُنُوبِي، إِنَّهُ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ أَقْبَلَ اللّٰهُ عَلَيْهِ بِوَجْهِهِ وَاسْتَغْفَرَ لَهُ سَبْعُونَ أَلْفَ مَلَكٍ۔

جو شخص اپنے گھر سے نماز کی طرف [illegible] اور یہ دعا کرے "اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں، سوال کرنے والو[illegible] حق سے اور میں تجھ سے سوال کرتا ہو[illegible] اپنے اس چلنے کی جگہ کے حق سے بیشک میں نہ غرور و تکبر کے لیے [illegible] اور نہ دکھاوے کیلئے [illegible] کیلئے اور میں تیرے غضب سے [illegible] اور تیری رضا کو طلب کرنے کے [illegible] پس میں تجھ سے سوال کرتا ہوں ک[illegible] مجھے جہنم سے پناہ دے اور میرے [illegible] کو بخش دے بیشک گناہوں کو تیرے سوا کوئی نہیں بخشتا۔ تو اللہ تعالیٰ [illegible] جانب متوجہ ہو جاتے ہیں اور ستر [illegible] اس کیلئے مغفرت طلب کرتے [illegible]

مفصل گفتگو ابن ماجہ نے السنن ۱/۲۵۶ میں کہا:

[illegible]ثنا محمد بن سعيد بن يزيد بن ابراهيم التستري [illegible] الفضل بن الموفق ابو الجهم [illegible] بن مرزوق عن عطية [illegible] سعيد الخدري قال: قال [illegible] صلى الله عليه وسلم [illegible] من بيته الى الصلوة الخ (الحديث)

ہم سے محمد بن سعید بن یزید بن ابراہیم تستری نے بیان کیا کہ ہم سے فضل بن موفق ابو جہم نے بیان کیا کہ ہم سے فضیل بن مرزوق نے عطیہ سے، ابی سعید خدری سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلے ..... (الحدیث)

[illegible] سے امام احمد نے المسند: ۳/۲۱ میں یزید بن ہارون سے روایت [illegible] نے التوحید: ۱۷-۱۸ میں محمد بن فضیل بن غزوان اور [illegible] سے روایت کیا۔

[illegible] طبرانی نے الدعاء ۲/۹۹۰ میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ [illegible] میں ان دونوں نے عبد الرحمن صالح عجلی سے روایت کی۔

[illegible] بغوی نے حدیث علی بن الجعد ص ۲۹۲ میں یحیی بن ابو بکیر اور یزید بن [illegible] سے روایت کیا اور احمد بن منیع نے یزید بن ہارون سے جیسا کہ [illegible] زجاجۃ ۱/۹۹ میں ہے۔

[illegible] بیہقی نے الدعوات الکبیر ۴۷ میں یحیی بن ابی بکیر سے۔

[illegible] نے فضیل بن مرزوق سے، انہوں نے عطیہ عوفی سے انہوں نے [illegible] سعید خدری سے اس کو بطور مرفوع روایت کیا اور اس کو ابن ابی [illegible] المصنف ۱۰/۲۱۱، ۲۱۲ میں وکیع سے اور ابو نعیم فضل بن دکین [illegible] کیا جیسا کہ (امالی الاذکار ۱/۲۷۱) میں ہے۔

ان دونوں نے فضیل بن مرزوق سے، انھوں نے عطیہ سے انھوں نے
حضرت ابو سعید سے روایت کو بطور موقوف روایت کیا اور یہ شاذ مرجوح ہے
جیسا کہ عنقریب اس کی وضاحت آجائے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اور اس حدیث کی سند حسن کی شرط پر ہے اور حفاظ کی جماعت نے حسن
کہا ہے ان حفاظ میں سے چند ایک یہ ہیں۔

۱۔ حافظ دمیاطی نے (المتجر الرابح فی ثواب العمل الصالح ص ۴۷۱-۴۷۲ میں)
۲۔ حافظ ابو الحسن مقدسی (حافظ منذری کے شیخ) جیسا کہ (الترغیب
والترہیب ۲/۲۷۳) میں ہے۔
۳۔ حافظ عراقی (تخریج احادیث الاحیاء ۱/۲۹۱) میں
۴۔ حافظ ابن حجر عسقلانی (امالی الاذکار ۱/۲۷۲) میں
۵۔ حافظ بوصیری (مصباح الزجاجۃ ۱/۹۹) میں

لیکن ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں فضیل بن مرزوق کے طریق سے اس کو روایت
کیا اور ان کے نزدیک وہ صحیح ہے۔

پس ان پانچ حفاظ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے حدیث کو صحیح یا حسن کہا
ان کا قول قبولیت، یقین اور قرار پانے کے لائق ہے۔ اور عنقریب ہم
کھلے بیان کر دیں گے کہ مذکورہ حفاظ اور ان کے متبعین کا یہی مسلک درست
ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

لیکن ضروری ہے کہ پہلے ان اسباب کو ذکر کیا جائے جن کی وجہ سے
حدیث کو معلل کیا گیا۔ پھر اس پر اللہ تعالیٰ کی مدد سے جواب ہوگا۔

اسباب تعلیل
حدیث کو ان تین علتوں سے معلل کیا گیا

۱۔ فضیل بن مرزوق ... ... عام ہے

۔ قول ان کے موقوف کو مرفوع پر ترجیح ہے۔

فصل

شیخ فضیل بن مرزوق تو وہ صحیح مسلم کے رجال میں سے ہے اور
... ایک جماعت نے اس کی توثیق کی۔

العجلی نے (الثقات ص ۳۸۴ میں) کہا
جائز الحدیث ثقہ اس سے حدیث لینا جائز ہے اور یہ ثقہ ہے۔ اور
... ابن عیینہ اور سفیان الثوری نے اس کی توثیق کی۔
... ابن عدی نے (الکامل ۶/۲۰۴۵ میں) کہا: فضیل کی احادیث
... حسن کے درجہ میں (ہیں) اور مجھے امید ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں۔
... امام احمد بن حنبل نے کہا جیسا کہ (الجرح ۷/۷۵) میں ہے: مجھے اطلاع
... کچھ نہیں ہے۔ حافظ کبیر الہیثم بن جمیل نے کہا: وہ زہاد اور فضیلت
... ائمہ ہدیٰ میں سے ہیں اور یہ اوصاف چند افراد میں ہی پائے
... اور ابن شاہین نے (الثقات ص ۱۸۵) میں شامل کرتے ہوئے
... توثیق کی۔

... اسی طرح ابن حبان نے اس کو ثقہ لوگوں میں ذکر کیا (۷/۳۱۶)
... ان کے باوجود اس کی توثیق اس شخص نے کی ہے جس کی توثیق
... پر لوگ متفق ہیں یعنی امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کہ انھوں
... صحیح مسلم میں داخل کیا اور اس کے ساتھ حجت پکڑی۔
... و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین سے ان کے پانچ تلامذہ نے فضیل
... کی توثیق کو نقل کیا ہے۔ عثمان بن سعید الدارمی نے ان سے نقل کیا۔

لا بأس به (اس میں کوئی حرج نہیں) اور عباس الدوری نے یہ نقل کیا
کہ "ثقہ" ہیں۔

اور عبد الخالق بن منصور نے یہ نقل کیا وہ "صالح الحدیث" ہیں۔

اور ابن محرز نے ان سے "صدوق صالح" "اصالح ثقة صغیر" نقل کیا۔

لیکن احمد بن زہیر بن ابی خیثمہ نے انہیں کبھی ثقہ اور کبھی ضعیف کہا
اور توثیق قبولیت کے لائق ہے کیونکہ وہ ابن معین سے تمام روایات
اُخری کے موافق ہے اور ضروری ہے کہ وہ آخری ہی کے موافق ہو۔

پس یہ وہ جرح و تعدیل کے ائمہ ہیں جنہوں نے تعدیل کی اور اس کی
حدیث کو قبول کیا اور امام مسلم نے اپنی "الصحیح" میں ان کو حجت بنایا۔
ان ائمہ کا ہی کلام مقبول ہے۔

فصل

ان پر جرح کرنے والے دو طرح کے ہیں۔

۱. حاکم نے "سؤالات مسعود السجزی" میں اس (مسعود) سے کہا کہ
بن مرزوق صحیح کی شرط سے نہیں تو یہ مسلم پر عیب ہے کہ اس نے "صحیح"
میں اس کی تخریج کی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ حاکم کی نظر میں ہے نہ کہ مسلم بن حجاج کی نظر میں
مسلم کا قول حاکم کے قول پر اس فن میں مقدم ہے۔

پھر حاکم کا کلام، حجت پر کچھ بھی دلالت نہیں کرتا اور حاکم نے شیخین
کئے عیب لگاتے ہیں کہ انہوں نے بعض لوگوں کی حدیث کی "صحیحین"
تخریج کیوں کی تو حاکم کے قول کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا جیسا

… حدیث میں مفصل دیکھے گا۔ علاوہ ازیں خود حاکم نے (المستدرک …)
… فضیل بن مرزوق کو صحیح قرار دیا ہے۔

تنبیہ

… نے (سیر النبلاء ۷/۳۴۲) میں کہا کہ مسلم اس سے متابعات
… کرتا ہے۔

… نے (التعلیقات علی موضوعات الشوکانی ص ۲۵۲) میں اس
… کی تقلید کرتے ہوئے ذکر کیا۔

… حاتم رازی نے کہا (الجرح: ۷/۷۵) سچا ہے، صالح حدیث ہے کثیر
… ہے، حدیث اس سے لکھی جا سکتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے پوچھا: اس سے
… (حجت لی جائے)؟ ابو حاتم نے کہا نہیں۔

… ہوں: ابو حاتم رازی کا جرح میں متشدد ہونا مخفی نہیں یہاں تک
… بارے میں حافظ ذہبی نے کہا کہ وہ رجال کے بارے میں سخت
… ہے جیسا کہ اس کے بارے میں حافظ ابن حجر نے کہا (سیر اعلام
… ۱۳/۸۱) کہ مجھے جرح و تعدیل میں ابو زرعہ کا کلام بسا اوقات تعجب
… دیتا ہے کہ اس پر تقویٰ اور حقیقت حال واضح ہوتی ہے۔ بخلاف
… یعنی ابو حاتم کے کہ وہ جراح (بہت زیادہ جرح کرنے والا) ہے۔

… ذہبی نے (السیر ۱۳/۲۶۰) میں کہا کہ جب ابو حاتم کسی رجل کی توثیق
… کے قول سے تمسک کرو کیونکہ وہ صحیح الحدیث رجل کے علاوہ
… نہیں کرتے اور جب کسی رجل کو ضعیف کہے یا کہے لا یحتج به (اس
… حجت نہیں) تو توقف کرو یہاں تک کہ جان لو کہ اس کے بارے میں
… ایسا کہتا ہے۔ اگر کوئی ایک بھی اس کی توثیق کر دے تو ابو حاتم کی

جرح کا اعتبار نہ کرو کیونکہ وہ رجال کے بارے میں متشدد ہے اس لئے ...
رجال کے ایک گروہ کے بارے میں کہہ دیا ہے لیس بحجۃ یہ حجت نہیں ہیں،
یہ قوی نہیں وغیرہ۔

بلکہ ابن تیمیہ نے اپنے رسائل (الزیارۃ ص ۹۰) میں کہا کہ ابو حاتم کا
یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ اس سے حدیث لکھی جائے مگر احتجاج
کیا جائے۔ ابو حاتم نے ایسے اقوال "صحیحین" کے اکثر رجال کے بارے
کہے اور تعدیل میں ان کی شرط بہت سخت ہے اور اس کی اصطلاح میں حجت
ہے جمہور علماء کی اصطلاح میں حجت کا وہ مفہوم نہیں۔

اور ابن عبدالہادی نے "التنقیح" میں کہا کہ

ابو حاتم کا قول، لا یحتج بہ، بھی عیب نہیں کیونکہ اس نے سبب
نہیں کیا اور یہ لفظ اس سے "صحیح" کے کثیر ثقات، اثبات رجال کے
میں سبب بیان کیے بغیر بار بار آیا ہے جیسے خالد الحذاء وغیرہ کے بارے
میں ہے۔ واللہ اعلم (نصب الرایۃ: ۲/۴۳۹)

پس جب ابو حاتم کا جرح میں تشدد معلوم ہو گیا تو یہ جواب عمومی
اور معترض یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ ابو حاتم نے فضیل بن مرزوق کی جرح
سبب بیان کیا ہے، کہ یہم کثیرا "وہ اکثر وہم کرتا ہے" اور ابن حبان
نے اس کا ذکر (الثقات: ۷/۳۱۶) میں کیا، تو ابو حاتم کا یہ کلمہ اخذ کیا
کان ممن یخطئ" (وہ خطا کرتا ہے)

اس کا جواب خاص ہے اور وہ یہ کہ اگر ہم ابو حاتم کا قول تسلیم کر
تو وہ وہم جو راوی موثق (وہ راوی جس کی توثیق کی گئی) کی حدیث میں
ہو تو وہ اس کو ثقہ کی حد سے خارج نہیں کرتا مگر جس وقت وہم زیادہ ہو
اس پر وہم کا غلبہ ہو، لہٰذا جب وہم قلیل ہو تو اس کو ثقہ کی حد ...

... میں اس کی حدیث کی تصحیح کی جاتی ہو، لیکن اس کی حدیث احادیث
... طبقہ اولیٰ سے نہیں ہوگی بلکہ طبقہ ثانیہ سے ہوگی کیونکہ یہ مشہور ہے کہ
... چند اقسام پر منقسم ہے اور اس کے درجات معروف ہیں اور
... حسن کو بھی صحیح میں درج کر دیتے ہیں جیسے ابن حبان اور ابن خزیمہ وغیرہ۔

یہ تو تب ہے جب وہم قلیل ہو لیکن ابو حاتم رازی نے اس کو
... کثرت وہم سے متصف کیا ہے۔

یہ اس کے نہایت سخت مزاجی اور تشدد میں سے ہے اور واضح
دلیل اس پر یہ ہے کہ تین نفر نے اس کی توثیق کی ہے جو سفیان
... سفیان ابن عیینہ، یحییٰ ابن معین، احمد بن حنبل، ہیثم بن جمیل، مسلم بن
... العجلی اور ابن شاہین ہیں۔ انہوں نے اس کے اوہام قلیلہ بھی
... کئے، چہ جائیکہ اس کے اوہام کثیرہ ہوں۔ پس یہ ملاحظات دو
... ہے، ایک یہ کہ یہ حفاظ نے رجل کی توثیق کی اور اس کے اوہام
... میں کچھ ذکر نہیں کیا، اور حافظ ابو حاتم رازی نے ان کی مخالفت کرتے
... وہم کا کہا، پس یہ تو رجل کے بارے میں تمام اقوال کو رد کرنا ہے
... ابو حاتم رازی کا تشدد معروف ہے تو مطابق ... یہ کہنا ضروری ہے
... ہے۔ اس کی حدیث میں کچھ وہم ہو بھی تو وہ حسن الحدیث ہے۔ ان شاء اللہ
... لیکن صرف متشدد کے اقوال درج نہیں۔

(نسائی) کا قول "ضعیف" تو یہ جرح مبہم غیر مفسر ہے تو یہ (قول) اس
... کے مقابلے میں رد ہوگا جو فضیل بن مرزوق کے حق میں متعدد ائمہ حفاظ
... توثیق ہے، جن کا ذکر پہلے گزر گیا۔

... وہم دوسری مثال، (المقدمۃ الفتح ۴۴۳) میں محمد بن بشار بصری کے

جالات میں حافظ کا قول :

ضعفه عمرو بن علي الفلاس ولم يذكر سبب ذلك فما عرجنا على جرحه"

عمرو بن علی فلاس نے اس کو ضعیف کہا اور سبب ذکر نہیں کیا تو اس کی جرح پر غور نہیں کیا۔

یہ الگ بات ہے نسائی نے "السنن" میں فضیل بن مرزوق سے تخریج کی ہے، حالانکہ وہ رجال پر تشدد میں معروف ہے۔

اور رہے ابن حبان، انہوں نے تو رجال کے بارے میں تشدد اور تعنت کا علم تھام رکھا ہے، کتنے ثقہ لوگ ہیں جن پر اس نے اپنی کتاب "المجروحین" میں "ترک" اور ان کی مرویات پر "نکارت" کا حکم لگایا ہے اور رجل کے بارے میں وہ کلمات جو کسی سے پہلے سرزد نہ ہوا ہو کہ "منکر الحدیث" یہ قول شاذ ہے، نہ اس کی طرف التفات ہو گا اور نہ ہی اس پر اعتماد، بلکہ خود ابن حبان نے اپنے اس مقولہ کی مخالفت کرتے ہوئے بعد میں کہا :

كان ممن يخطئ على الثقات ويروي عن عطية الموضوعات وعن الثقات الأشياء المستقيمة فاشتبه أمره"

کہ رجل ثقات پر غلطی کرتا ہے اور عطیہ سے موضوعات اور ثقات سے اشیاء مستقیمہ روایت کرتا ہے پس اس کا معاملہ مشتبہ ہو گیا۔

میں کہتا ہوں : یہ کلام اس کے علاوہ کوئی فائدہ نہیں دیتا کہ بے شک راوی ثقہ ہے، روایت میں اس کا حال تمام ثقات کی مانند ہے۔ پس ثقہ جب ثقہ سے روایت کرے تو اس کی حدیث مستقیم ہو گی ہے۔ اور اگر غیر ثقہ سے روایت کرے تو غیر مستقیم، پس جو ثقہ سے روایت کرے گا اس کے بارے میں ثقہ کو کوئی نقصان نہیں اور جب رجل دو بیان کرے تو اس نے

یہ خطا تو یہ رسم ثقہ ہے۔ پھر ابن حبان نے کہا :

لا يعجبني عندي أن كل ما روى عن عطية من المناكير يلزق بالفضيل إن ذلك كله لعطية أشبه من الفضيل منفيا"

اور میرے نزدیک وہ تمام منکرات جو عطیہ سے روایت ہیں وہ تمام عطیہ سے متعلق ہیں اور فضیل ان سے بری ہے"

میں کہتا ہوں : جب آدمی اپنے غیر کی غلطی سے بری ہے تو اس کو "المجروحین" سے نکال کر "الثقات" میں داخل کرنا ضروری ہے اور ابن حبان بھی اس امر سے اعراض نہ کر سکا اور اس کو "الثقات" ٧/٣١٦ میں داخل کیا، اس کے دونوں اقوال میں سے یہی قول بعد اور درست ہے کیونکہ یہ دوسرے ائمہ کے اقوال کے موافق ہے اور ان میں سفیان ابن عیینہ ثوری، ابن معین اور احمد بھی اور ابن حبان نے اس کی توثیق کی اتباع کرتے ہوئے کہا "ممن يخطئ" اور اس کی خطاء پر کوئی دلیل نہیں لایا اور "الثقات" میں "المجروحین" میں جیسا کہ عنقریب دیکھو گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

پھر ابن حبان نے کہا :

فما وافق الثقات من الروايات عن الأثبات يكون محتجا به وفيما انفرد على الثقات ما لم يتابع عليه يتنكب عنها في الاحتجاج به"

اثبات سے موافق ثقات روایات میں وہ قابل احتجاج ہے اور جن میں وہ منفرد ہے اس کو ان میں حجت ماننے سے توقف کیا جائے گا جب تک کوئی تابع نہ ہو۔

ہم کہتے ہیں :

اس کا حاصل یہ ہوا کہ اس کی حدیث متابع کے علاوہ قبول نہیں ہو گی۔

اور یہ اس کے قول :

"یروی عن الثقات الاشیاء المستقیمۃ" — "وہ ثقات سے اشیاء مستقیمہ روایت کرتا ہے۔"

کے موافق ہے جو آدمی ثقات سے احادیث مستقیمہ روایت کرتا ہو تو اس کا یہ حال و شان ہونا چاہیے کہ اس سے روایت لینے میں توقف کا محتاج نہ ہو اور نہ ہی ان روایات کو چھوڑا جائے جن کے ساتھ وہ منفرد ہے بیشک جو اس کی منفرد حدیث سے توقف کرتا ہے وہ تب ہوگا کہ ثقات سے وہ غلطی کرے اور جب آدمی ثقات سے وجہ صحیح سے لائے تو اس کا مقتضی اس کی حدیث کو قبول کرنا ہے نہ کہ اس کی منفرد روایات میں توقف اور رد اس سے اعراض اور یہ توقف اور تنکب جرح میں ابن حبان کے انتہائی تشدد کے دلائل ہیں۔

پھر ابن حبان نے اپنے مقولہ پر استدلال پیش کرتے ہوئے کہا :

"روی الفضیل بن مرزوق عن أبي إسحاق عن زید بن یثیع عن علي بن أبي طالب عن النبي صلی اللہ علیہ وسلم قال: إن تؤمروا أبا بکر تجدوہ أمینا زاھدا في الدنیا راغبا في الآخرۃ وإن تؤمروا عمر تجدوہ قویا"

"روایت کیا فضیل بن مرزوق نے ابی اسحاق سے انہوں نے زید بن یثیع سے انہوں نے حضرت علی بن ابی طالب سے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہ آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ تو تم اسے امین، دنیا میں زاہد اور آخرت میں رغبت رکھنے والا پاؤ گے اور اگر تم عمرؓ کو امیر بناؤ تو تم اسے مضبوط پاؤ گے۔"

میں کہتا ہوں: اس حدیث میں فضیل بن مرزوق پر کوئی جرح نہیں ہے

کہ اس حدیث سے اس کے ساتھ منفرد نہیں بلکہ اسرائیل بن یونس بن أبی اسحاق السبیعی اس کے تابع ہے جسکی امام احمد نے المسند ۱/۱۰۹ اور عبداللہ بن احمد نے السنۃ میں اور ابو نعیم نے الحلیۃ ۱/۶۴ میں اور ابن جوزی نے العلل المتناہیۃ ۱/۱۸۱ میں اور ابراہیم بن ... اور سفیان ثوری نے الحلیۃ ۱/۱۸۱ میں بھی اس کے تابع ہوئے۔

اور اس سے معلوم ہو گیا کہ ابن حبان کا فضیل بن مرزوق کے بارے میں کلام مقبول نہیں اور یہ حدیث جس میں انہوں نے فضیل کی وجہ سے ... ان کے ... نہیں بلکہ دوسرے رجال کے ... ہونے کا فائدہ دیتی ہے اور ... اس میں منفرد بھی نہیں بلکہ غیر بھی اس کے موافق ہیں۔

حاصل کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ فضیل ابن مرزوق کی حدیث اگرچہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر نہیں لیکن حسن کے درجے سے کم بھی نہیں اور آدمی کا "حسن الحدیث" ہونا ہی امام ابن رجب حنبلی کے قول کا مقصود ہے جو "جامع العلوم والحکم ۱/۲۱۰" میں ہے "ھو ثقۃ وسط"۔

اور امام ذہبی نے "سیر اعلام النبلاء ۷/۳۴۲" میں تصریح کرتے ہوئے کہا کہ اس کو "الضعفاء" میں بخاری نے ذکر کیا، عقیلی نے نہ ... اور اس: فضیل بن مرزوق کی حدیث حسن میں شمار ہوتی ہے۔

اور اس کو ذہبی نے "من تکلم فیہ وھو موثق ص ۱۵۱" میں ... اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کی حدیث درجہ حسن سے کم نہیں بلکہ ذہبی نے مطلقاً توثیق "الکاشف ۲/۳۴۲" میں کی ہے یعنی اس آدمی سے ... ابن معین نے توثیق کی اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس سے احتجاج کیا۔

اہم نوٹ ۔ اس حدیث کو البانی نے چند امور کی وجہ سے ضعیف کہا ان میں ایک فضیل بن مرزوق کے ضعف کی تصریح ہے اس نے حمایت بھی کی ہے۔ اس نے (الضعیفہ ۱/۲۲۳) میں اس کے بارے میں تشدد سے کام لیا، تشدد سے کام لیتے ہوئے اس کی حدیث کو (الصحیحہ ۲/۱۲۶) میں حسن قرار دیا۔

علت ثانیہ علت ثانیہ یہ کہ عطیہ بن سعد عوفی میں کلام ہے جس نے عطیہ کے بارے میں کلام کیا وہ دو قسموں پر ہے۔

۱۔ کہ اس نے جرح مبہم اور غیر مفسر کی۔

۲۔ کہ اس پر جرح کا سبب ذکر کیا، اور عطیہ عوفی کے بارے میں کلام تین اسباب کی طرف لوٹتا ہے جو مندرجہ ذیل ہیں۔

۱۔ تدلیس (اپنے شیخ کا نام چھوڑ کر دوسرے شیخ کا نام اس انداز سے لینا جیسے اسی سے سماع کیا ہے۔

۲۔ تشیع (اہل تشیع میں سے ہونا)

۳۔ اس کی روایت پر بھی انکار ہے۔

قاعدہ بہرحال جرح مبہم کا رد کرنا اور اس کی طرف کوئی توجہ نہ دینا ہی ضروری ہے اگرچہ وہ انتہا کو ہی پہنچی ہو کیونکہ علوم الحدیث کے قواعد میں سے ایک مسلمہ قاعدہ یہ ہے کہ جس راوی میں جرح و تعدیل ہو اور جرح مبہم غیر واضح ہو تو اس کو رد کرنا، اس پر عمل نہ کرنا اور اس کی طرف کوئی دھیان نہ دینا ہی مناسب ہے اور اس تعدیل کو لیا جاتا ہے جو راوی کے بارے میں آئی ہو وہ صحیح ہے اور محدثین کے نزدیک اسی پر عمل صحیح ہے۔

جرح بسبب تدلیس ۔ جنہوں نے اس پر تدلیس کی بنا پر جرح کی

... ہیں لیکن اس بارے میں ان کا اعتماد اس روایت پر ہے جس میں ... ہے اور ان کو متہم بالکذب یعنی محمد بن سائب کلبی نے تبع کیا ... اعتماد مناسب نہیں اور اس مسئلہ پر کثرت تقلید وارد ہوئی ہے ... (الضعیفہ)۔

جرح بسبب تشیع اور جنہوں نے اس پر تشیع کی وجہ سے جرح کی ہے ان کی جرح حقیقت میں مردود ہے کیونکہ راوی ... الصدق اور صدق بیان کے بعد اس پر جرح بالبدعة کی طرف التفات ... خصوصاً جبکہ وہ راوی اپنی بدعت کی طرف داعی نہ ہو یا مروی ... اس کی بدعت کی تائید نہ کرے اور یہ ثابت نہیں کہ عطیہ عوفی داعی ... ہو اور یہ زیر بحث مروی حدیث اس کی تشیع سے کوئی مناسبت بھی ... اس بنا پر عوفی پر جس نے تشیع کی وجہ سے کلام کیا، اس کی طرف توجہ ... دی جائے گی خصوصاً جب کہ اس کے بارے میں کلام کرنے والا خود ... تشیع (شیعہ) کی ضد ہے۔

جرح بسبب روایت منکر اس کے بارے میں منکر روایت کی وجہ سے جو کلام ہے تو میں نے کتب رجال پر ... حاصل کرنے سے فقط ایک حدیث کے علاوہ اس کے بارے میں کوئی چیز نہیں پائی جس کو ابن عدی نے ذکر کیا اور اس میں عطیہ کا قول ہی معتبر ... درست ہے کہ وہ اس کی حدیث ہے جیسا کہ عنقریب آجائے گا۔ ... اللہ تعالیٰ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے کہ اس حدیث میں عطیہ نے غلطی ... ہے جس کو ابن عدی نے ذکر کیا تو یہ اس کو ضعیف گردانے اور اس ... حدیث کو ساقط کرنے کا فائدہ نہیں دیتا کیونکہ راوی کے مقبول الحدیث

ہونے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ اس کی تمام مرویات صحیح اور درست ہیں۔ یہ واقعہ سے بالکل بعید ہے، کیونکہ انسان سے بھول سرزد ہو جاتی ہے اور اسی وجہ سے بشریت غالب آجاتی ہے اور اسی لیے تم کسی امام کو اپنے اور قوت حافظہ پر اتنا مضبوط نہیں پاؤ گے کہ وہ حدیث میں کوئی وہم نہ کرے۔ اصل بات یہ ہے کہ جب راوی کی درست مرویات اس کی خطا سے زیادہ ہوں تو وہ مقبول الحدیث ہے ورنہ نہیں۔

حاصل کلام حاصل یہ ہوا کہ عطیہ عوفی کی حدیث میں بعض غلطیوں کا ثبوت تمام مرویات میں اس کو مضر نہیں خصوصاً اس لیے کہ وہ کثیر الحدیث ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

نوٹ:- یہ کلام مجمل ہے۔ آنے والی فصلوں میں اس کا مفصل بیان آرہا ہے۔

فصل

اکثر لوگوں نے عطیہ عوفی پر اپنی روایت کے سبب جرح کی ہے کہ اس کی تدلیس شیوخ کی تدلیس ہے۔ ابن حبان نے المجروحین (۲/۱۷۶) میں کہا کہ یہ حضرت ابو سعید خدری (رضی اللہ عنہ) سے احادیث کی سماعت کرتے تھے جب ان کا وصال ہو گیا تو یہ کلبی کے حلقۂ مجلس میں بیٹھے اور ان سے القصص سننے شروع کئے تو جب کلبی کہتے "قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کذا (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا) تو وہ اسے یاد کر لیتے اور اس نے ان کی کنیت ابو سعید رکھی اور انہیں سے روایت کرتا تو جب اسے کہا جاتا کہ یہ تجھ سے کس نے بیان کیا ہے؟ تو وہ کہتا کہ مجھ سے ابو سعید نے

… ان کو وہم ہوتا کہ یہ ابو سعید خدری ہیں حالانکہ ان کی …

… نے عطیہ عوفی پر شیوخ کی تدلیس سے متہم کیا ہے۔ اسی لئے اس … عبداللہ بن احمد نے کہا میں نے اپنے باپ سے عطیہ عوفی کا … سنا کہا کہ وہ ضعیف الحدیث ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ عطیہ … کلبی کے پاس آکر تفسیر اخذ کرتا اور ان کو ابو سعید کنیت سے یاد کرتا ہے اور … ابو سعید نے کہا میرے والد نے کہا کہ ہشیم عطیہ کی حدیث کو … قرار دیتا ہے۔

(۲) عبداللہ بن احمد نے کہا کہ ہم سے میرے باپ الامام سے ابو احمد زبیری نے … میں نے ثوری کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے ہوئے … عطیہ نے میری کنیت ابو سعید رکھی ہے۔

(۳) میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ سفیان ثوری عطیہ عوفی … ضعیف قرار دیتے ہیں۔

(دیکھئے العلل ومعرفۃ الرجال (۱/۱۲۲)، الجرح والتعدیل (۶/۳۸۳) … عقیلی (۳/۳۵۹) اور ابن عدی کی الکامل (۵/۲۰۰۸) میں ہے۔

(۴) ابن حبان کی المجروحین (۲/۱۷۶) میں ہے کہ میں نے مکحول کو یہ … سنا کہ میں نے جعفر بن ابان کو کہتے ہوئے سنا کہ ابن نمیر کہتے … ہوئے ابو خالد احمر نے کہا کہ مجھے کلبی نے کہا کہ مجھے عطیہ نے کہا کہ … تمہاری کنیت ابو سعید رکھی ہے اور میں کہا کرتا ہوں "حدثنا ابو سعید"

تبصرہ اے قاری منصف جب تم تحقیقی نگاہ سے دیکھو گے تو معلوم ہو گا کہ احمد نے عطیہ عوفی کی تضعیف کی پھر اس کی تضعیف

بیٹا کلبی کے بیان کو دلیل ٹھہرایا اور یہی عطیہ میں جشم کے کلام کا سبب
اور انہوں نے عطیہ کے لیے ثوری کی تضعیف کو بیان کیا اس کے بعد کہ
ثوری کے طریق سے پہنچے اور عطیہ عوفی کی تضعیف میں ثوری کے اعتماد
بنیاد بھی کلبی کی حکایت ہی ہے۔

اور ابن حبان نے اس کو المجروحین (م ۲/۱۷۶) میں شامل کیا محض
کے کلام پر اعتماد کرتے ہوئے اور اس کے علاوہ کوئی چیز ذکر نہیں کی۔
جناب نے اپنی عادت کے مطابق جرح میں مبالغہ کرنا نہیں چھوڑا۔

جس پر ان لوگوں نے اعتماد کر کے یہ کہا ہے حقیقت یہ ہے کہ اس
کوئی سند صحیح نہیں کیونکہ اس کا دار و مدار محمد بن سائب کلبی پر ہے جس
حال مشہور و معروف ہے کہ وہ سخت کذابی کرنے والا متہم بالکذب
پس جس سند میں یہ شخص ہو اس کی طرف نظر نہیں کی جائے گی اور حتیٰ
بات میں اس پر اعتماد کیا جائے گا اور اس کے باوجود کچھ لوگوں نے اس
مقولہ اور اس حکایت پر استناد کر لیا جب کہ کمال تو اللہ ہی کے
ہے اور معصوم اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔

شیوخ کی تدلیس کے سبب عطیہ عوفی کے رد میں اس روایت سا
پر بعض کا اعتماد اگر قابل تعجب ہے تو اس سے زیادہ تعجب یہ ہے کہ
حضرات نے اس جرح مردود کا انتخاب کر لیا۔ بعد والوں نے محض تقلید
ہوئے اس روایت ساقط پر اعتماد کیا ہے۔ باوجودیکہ ان کا قول دلیل
خالی ہے۔ انہوں نے کوئی ایسی چیز ذکر نہیں کی جو ان کے دعویٰ کی تائید کر
اور ان کے موقف کو درست ثابت کرے اگر وہ کوئی ایسی چیز پاتے تو
ان میں سے خصوصاً متاخرین ہی اس کو ذکر کر دیتے جبکہ ہم نے ایسی کوئی

معلوم ہوا کہ متاخرین نے متقدمین کی محض تقلید کی ہے اور خطاء
[illegible] کیا اور ایسی مثالیں کتب رجال میں بے شمار ہیں۔

فالحمد للّٰہ علی توفیقہ

[illegible] کے علاوہ اس غلطی پر تنبیہ کرتے ہوئے ہم نے کسی کو نہیں دیکھا۔
ابو الفرج عبد الرحمٰن بن رجب الحنبلی نے شرح علل الترمذی (ص ۱۸۹)
[illegible] "العلل و معرفۃ الرجال" سے اصل حکایت نقل کرنے کے
[illegible] کلبی کی اس روایت پر اعتماد نہیں کیا جائے گا۔"

[illegible] احمد بن صدیق غماری نے "الہدایۃ فی تخریج احادیث
[illegible] (۱۰۰) میں عطیہ عوفی کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ
[illegible] سے عطیہ کے بارے میں حکایت میں تدلیس کو نقل کیا
[illegible] صحیح نہیں سمجھتا۔"

[illegible] کو اپنی عادت کے مطابق اضطراب ہوا اتوصل (ص ۹۵، ۹۶)
[illegible] روایت شاذہ کے سبب عطیہ عوفی کے درپے ہوا اور اس نے
[illegible] بیان کیا جس نے اس حدیث کو صحیح کہا، حالانکہ یہ ایسا کلام
[illegible] کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی اور حتیٰ کہ اس کے رد کرنے
[illegible] ہونے کی ضرورت ہے جبکہ اس روایت کا حال معلوم ہو گیا
[illegible] تہمت لگانے والوں کا اصل ذخیرہ اور سرمایہ ہے۔

(واللّٰہ المستعان)

فصل

صاحب "الکشف والتبیین" [illegible] نے ابن حجر حنبلی کے کلام پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا:

"کہ روایت کلبی پر اعتماد نہ کرنا تو صحیح ہے لیکن اصل بات یہ ہے یہاں کوئی مقام نہیں کیونکہ بعض علماء نے عطیہ کے بارے میں تشیع ذکر کیا ہے انہوں نے فقط کلبی کے قول پر قدح نہیں کیا اگرچہ ان کا اعتماد [illegible] ہے جس کا سبب اس کی روایت اور ان پر علماء کی تنقید ہے"

ہم کہتے ہیں:

۱- یہ کلام متناقض ہے اس لیے کہ کلبی پر عدم اعتماد تسلیم کر لیا ہے اس کے یہاں کارآمد ہونے کی نفی کی گئی پھر اسی کا الٹ ثابت کیا کہ جن علماء نے عطیہ کو تدلیس سے متصف کیا ہے انہوں نے فقط کلبی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اپنے تجربات کی بناء پر کہ اس کی مرویات میں ایسی [illegible] کلبی پایا اور اس کے علاوہ دوسرے [illegible] بھی ہیں مثلاً [illegible] ایک ہی امر کی نفی کرنا اور پھر اسے ثابت کرنا ہے اور یہ [illegible] شیخ کی عادت ہے۔

۲- جس نے بھی عطیہ عوفی کے بارے میں تدلیس الشیوخ کا [illegible] اس کی کنیت ابوسعید رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ اسی لیے فقط کلبی کی جو روایت کی ہے کتب رجال ہمارے سامنے ہیں وہ ایک ہی روایت ذکر کرتی [illegible] جس میں فقط کلبی کا [illegible] ہوتا ہے اور عطیہ عوفی کے بارے [illegible] اور چیز کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ تو کلبی کے بارے میں یہ کہا جانا

[illegible] کوئی مداخلت نہیں۔"

[illegible] ادعا ہوا کہ ہے جس پر نہ دلیل ہے نہ سند اور جو روایت بھی [illegible] ہوتی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ [illegible] ہیں۔

[illegible] قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

[illegible]: "فرما دو کہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔"

[illegible] اپنے دعویٰ پر دلیل پیش نہ کرے اس کا کلام محل نظر ہوتا ہے [illegible] ان کے اعتقاد کا [illegible] اور [illegible] اس بات پر ہے کہ اس کی [illegible] نے تنقید کی۔

[illegible] یہ جب کسی نے بھی اس مقولہ کی تصریح نہیں کی تو وہ اس [illegible] کرتا ہے کہ ان کا اعتماد فقط ظن پر ہے اور ظن حق بات [illegible] نہیں کر سکتا اور فقط ظن پر اعتماد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر [illegible] اپنے دعویٰ کے تائید میں کوئی دلیل ہوتی تو ضرور بیان کر دیتا [illegible] اور اس کی تائید اور نصرت ہو جاتی جیسا اس نے [illegible] نہیں [illegible] کے باب سے ہے۔ (واللہ اعلم)

[illegible] یہ کہنا ضروری ہے کہ عطیہ عوفی کے بارے میں ان کا کلام اگر [illegible] کی تحقیق پر مبنی ہوتا تو وہ اس کو ضرور بیان کرتے اور [illegible] کتابوں میں اس کو نقل کرتے۔ حالانکہ تم اس ایک مثال کے [illegible] نہیں پاؤ گے جس کو صاحب [illegible] پیش کر سکے۔

[illegible] عوفی [illegible] نہیں تو فقط کلبی کی روایت کی طرف ہی معاملہ لوٹے گا۔ [illegible] کے بغیر شیوخ کی تدلیس معروف نہیں ہوتی تو عطیہ عوفی کا

فصل

صاحب "کشف المتین" نے ابن حجر جنبلی کے کلام کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"اگر روایت کلبی پر اعتماد نہ کرنا تو صحیح ہے لیکن وہ اصل بات یہ ہے یہاں کوئی مقام نہیں کیونکہ جن علماء نے عطیہ کے بارے میں تشیع ذکر کیا ہے انھوں نے فقط کلبی کے قول پر اعتماد نہیں کیا لیکن ان کا اعتماد پر ہے جس کا سبب اس کی روایات اور اس پر علماء کی تنقید ہے۔"

ہم کہتے ہیں:

۱- یہ کلام واضح ہے اس لیے کہ کلبی پر عدم اعتماد تسلیم کیا گیا ہے اس کے بیان کار آمد ہونے کی نفی کی گئی پھر اس کا الٹ ثابت کرتے ہیں کہ جن علماء نے عطیہ کو مدلس سے متصف کیا ہے انھوں نے فقط کلبی پر اعتماد نہیں کیا بلکہ اپنے تجربات کی بنا پر کہا اس کی مدلس بات کی ایسی ہو گی کہ کلبی پر اور اس کے علاوہ دوسرے علماء پر بھی یہ ایک ہی کی نفی کرتا اور پھر اسے ثابت کرتا ہے اور یہ جس طرح کی کہ تشیع کی عادت ہے۔

۲- جب سے کبھی عطیہ عوفی کے بارے میں مدلس تشیع کا اور اس کی کنیت ابو سعید رکھنے کا ذکر کیا ہے۔ اس نے فقط کلبی کی روایت کیا ہے کتب جو سامنے ہیں وہ ایک ہی روایت ذکر کی جس میں فقط کلبی کا شخص ہی کذب ہوتا ہے اور عطیہ عوفی کے بارے میں ان تدلیس کی طرف اشارہ نہیں کیا گیا۔ تو کلبی کے بارے میں یہ کیسے کہا جا سکے

یہاں کوئی مدافعت نہیں۔"

یہ ادعا محض ہے جس پر نہ دلیل ہے نہ مستند اور صحیح روایت جس وہ دعویٰ ہوتی ہے اس کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی کیوں کہ فرماتے ہیں۔

قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ

"کہہ دو کہ دلیل پیش کرو اگر تم سچے ہو۔"

اپنے دعویٰ پر دلیل پیش نہ کرے اس کا کلام محل نظر ہوتا ہے اس کا کہنا کہ ان کے اعتماد کا دار و مدار اس بات پر ہے کہ اس کی علماء نے تنقید کی۔"

ہیں: جب کسی نے بھی اس مقولہ کی تصریح نہیں کی تو وہ اس دلالت کرتا ہے کہ ان کا اعتماد فقط کلبی پر ہے اور عقل حق بات نہیں کر سکتا اور فقط کلبی پر اعتماد ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اگر پاس اپنے دعویٰ کی تائید میں کوئی دلیل ہوتی تو ضرور بیان کر دیتا قول اور رائے کی تائید اور نصرت ہو جاتی جب اس نے ایسا نہیں الحدیث کے باب سے ہے۔ (واللہ اعلم)

اس لیے یہ کہنا ضروری ہے کہ عطیہ عوفی کے بارے میں ان کا کلام کسی دلالت کی تحقیق پر مبنی ہوتا تو وہ اس کو ضرور بیان کرتے اور تاریخ کی کتابوں میں اس کو نقل کرتے، حالانکہ تم اس ایک مثال کے دلیل نہیں پاؤ گے جس کو صاحب دعویٰ پیش کر سکے۔

دعویٰ صحیح نہیں تو فقط کلبی کی روایت کی طرف ہی معاملہ لوٹے گا۔

نفس کے بغیر شیوخ کی تدلیس معروف نہیں ہوتی تو عطیہ عوفی کا

کلبی کی کنیت ابو سعید رکھنا، ابو سعید خدری سے تمیز نہیں کر سکتا ہے۔ توقیف ہے اور اس کا اعتبار اس کے بغیر نہیں ہوتا کہ مرویات کا فائدہ نہیں دیتا جب تک اس کے ساتھ کنیت رکھنے کی حکایت میں نص نہ ہو۔

۶۔ اس تدلیس کو ثابت کرنے کے لیے ایک مجہول جید کرنا عجیب ہے اگر یہ طریقہ صحیح ہے تو حجت، برہان اور دلیل یہ اللہ تعالیٰ ہی ہو۔ اس کی مثال ایسے شخص کی مانند ہے جس نے کسی امر میں مکذوب کی حدیث پر اعتماد کیا جب کوئی اور آدمی اس … اور اس کا کذب واضح کیا جس پر اس نے اعتماد کیا تھا تو یہ آدمی کے موافق ہو گیا لیکن وہ اس امر کو ثابت کرنا چاہتا ہے جو اس میں ہے تو وہ اس سے کہتا ہے کہ میں نے اس کا کذب تو تسلیم کر … پر میں نے اعتماد کیا تھا۔ لیکن بیان اور دلائل ہیں اور پھر وہ خاموش تو اگر وہ ان کو جانتا ہوتا تو ضرور بیان کرتا۔

اس طریقے سے تو ہر باطل اور منکر امر کو ثابت کرنا اور اس پر اعتماد کرنا ممکن ہو جائے گا۔ (واللہ المستعان)

۷۔ قاعدہ ہے کہ سکوت کرنے والے کی طرف قول منسوب نہیں … اور علماء نے کلبی کی روایت کے علاوہ اس بارے میں سکوت کیا … تو جس نے حفاظ کی طرف کلبی کی حکایت کے علاوہ کو منسوب … نے ساکت کی طرف قول کو منسوب کیا اور وہ کہہ دیا جو انہوں نے کہا تھا۔

واللہ المستعان

اہم نوٹ:۔ البانی نے (التوسل صفحہ ۹۰) میں عطیہ کے بھی

… اس حکایت ذکر کرنے کے بعد کہا اور یہی ثابت ہے … گذر گئی۔ … نزدیک یہ ایک ہی کافی ہے جو عطیہ کی عدالت کو ساقط کر دیتی ہے … کے نزدیک یہ بات دو وجوہ سے غلط ہے۔

… جلال الدین السیوطی نے التدریب الراوی (۲۲۱/۱) میں تدلیس کی … بیان کرتے ہوئے کہا کہ ایک شخص کو دوسرے مشہور آدمی کا نام تشبیہ … سے دینا بھی ہے۔ اس کو ابن سبکی نے جمع الجوامع میں ذکر کرتے … ہوئے کہا جیسے ہمارا قول "اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ" یعنی ذہبی بیہقی سے … کرتے ہوئے جہاں یہ کہتے ہیں اور اس سے مراد امام حاکم ہوتے ہیں۔ … ہرگز نہیں کیونکہ یہ معاریض کے قبیل سے ہے نہ کہ کذب سے … نے "الاحکام" اور ابن دقیق نے "الاقتراح" میں بیان کیا۔ … ذکر کیا کہ عطیہ عوفی نے کلبی کی کنیت رکھی۔ ایسا ابو عادل اشخاص … کنیت سے کیا ہے۔

ابن حبان نے (المجروحین: ۲۵۳/۲) میں کہا: محمد بن سائب کلبی کی … اہل کوفہ کے ہاں "ابو النضر" ہے اور امام ثوری اور محمد بن اسحاق اس … روایت کرتے ہوئے یوں کہتے ہیں: "حدثنا ابو النضر" جبکہ یہ … نہیں۔

ہم کہتے ہیں کہ ان دونوں (ثوری اور محمد بن اسحاق) کے شیوخ میں سالم … کی کنیت بھی ابو النضر ہے جو کہ تابعی اور ثقہ ہیں جس کو ایک پوری … نے حجت بنایا۔

جیسا کہ (التہذیب: ۴۳۱/۳) میں ہے۔

… ہشیم بن بشیر واسطی ثقہ حافظ ہے انہوں نے عطیہ عوفی کے بارے

میں کلام کیا اور وہ بھی ایسا ہی کرتا ہے۔

امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ اس نے ابو اسحاق سبیعی سے بات نہیں کی اور وہ ابو اسحاق کوفی سے روایت کرتا ہے جس کا نام عبداللہ بن میسرہ اور کنیت ابو عبدالجلیل ہے اور ہشیم نے اس کی اور کنیت ذکر کی۔ (التھذیب: ۱۱/۹۲)

ہم کہتے ہیں کہ عبداللہ بن میسرہ ضعیف ہے۔

ابن ابی خیثمہ نے ابن معین سے بیان کیا ہے کہ مروان ناموں کو بدل دیتا ہے تاکہ لوگوں پر مخفی رہے۔ ہم سے وہ حکم بن ابی خالد سے بیان کرتا ہے، حالانکہ وہ حکم بن ظہیر ہے اور مروان ثقہ حافظ معاویہ فزاری کا بیٹا ہے اور حکم سے تدلیس کرتا ہے جو متروک اور متہم ہے اور اس کے باوجود ابن معین مروان کو ثقہ کہتے ہیں۔

پس یہ چار بڑے حفاظ ہیں جو شیوخ کی تدلیس کو ضعفاء سے کرتے ہیں۔ اے نظرِ انصاف سے دیکھنے والے! تم ان کی عدالت کا اقرار کرتے ہو اور نہ ہی اس قول سے اعراض کر سکتے ہو۔ اگر تم ان کے بعد عطیہ عوفی کے بارے میں کلام کرو اور اس کی عدالت کو ساقط کرو تو یہ تمہاری سخت تنگ نظری ہے اور حد انصاف سے کوسوں دوری ہے اور اپنے آپ کو ایسی چیز کا ہدف بنانا ہے جس کا دفع کرنا مشکل ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق و امان کی دعا کرتے ہیں۔

فصل

جنہوں نے عطیہ میں شیعہ ہونے کے سبب سے کلام کیا جیسا کہ جوزجانی نے (احوال الرجال ص ۵۶) میں کہا "مائل"

جوزجانی کا ناصبی ہونے میں مشہور و معروف ہے۔ دیکھئے اسی کی کتاب ... ان کے بارے میں حافظ نے (مقدمۃ اللسان ۱/۱۶) میں کہا: تحقیق جوزجانی ابو اسحاق جوزجانی کا اہل کوفہ کو عیب لگانا تعجب ... اس سبب جوزجانی کا تعصب ہیں شدت انحراف اور اہل کوفہ کا تشیع مشہور ہوتا ہے۔

... اس میں جوزجانی کا قول اس کی کم عقلی کے باوجود، در اصل عطیہ عوفی کی ... ہے کیونکہ جب اس نے عوفی کی حدیث میں کوئی منکر چیز نہ پائی ... شیعی ہے تو اس نے تشیع کے علاوہ کچھ نہ پایا جس کو ذکر کرتا تو کہا ... جوزجانی کوئی چیز پاتا تو اس کے اظہار میں بہت جلدی کرتا اس لیے کہ اس کو ان سے سخت عداوت ہے۔

... نواصب سارے مجروح ہیں اس لیے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا:

"لَا يُحِبُّكَ إِلَّا مُؤْمِنٌ وَلَا يُبْغِضُكَ إِلَّا مُنَافِقٌ"

تجھ سے محبت نہیں کرے گا مگر مومن اور تجھ سے بغض نہ رکھے گا مگر منافق۔

نواصب کی جرح قبول نہ کرنے میں ہی سلامتی ہے۔

ایک شبہ اور اس کا ازالہ

عقیلی نے الضعفاء (۳/۳۵۹) میں سالم مرادی سے روایت نقل کیا ہے کہ اس نے کہا عطیہ عوفی شیعہ ہے۔

اور ذہبی نے یہ مقولہ المیزان (۳/۷۹) میں درج کیا۔

... میں کہتا ہوں کچھ مضر نہیں۔ مرادی عبدالواحد کوفی کا بیٹا ہے، نہ وہ حفاظ ... میں شامل ہے اور ذہبی ان نقاد میں سے ہیں جن کے قول پر جرح و تعدیل ...

میں آدمی کو اعتماد ہوتا ہے۔ جبکہ وہ خود بھی عطیہ عوفی کی طرح شیعہ ہے
عطیہ عوفی اس کے مشائخ میں سے ہیں اور عطیہ عوفی پر تنقید سے کو...
یہ تنبیہ ہم نے شیخ حماد انصاری پر تعاقب کرتے ہوئے کی ہے
انھوں نے اپنے رسالہ (تحفۃ القاری فی الرد علی الغماری ص ۶۲) میں
راوی کو ان نقاد میں شمار کیا ہے جو عطیہ عوفی کی تضعیف کرتے ہیں۔

ان کے کلام میں دو وجوہ سے خطا ہے۔

۱۔ یقیناً سالم مرادی نقاد کی صف میں شامل نہیں بلکہ وہ عطیہ عوفی کے بارے میں فقط ایک امر کو نقل کرتا ہے۔

۲۔ اس کا کلام جرح میں کچھ مفید نہیں۔ تو شیخ حماد انصاری کس طرح اس کو عطیہ عوفی کی جرح کرنے والوں میں شمار کرتے ہیں۔ لگتا ہے شیخ حماد تو بغیر کسی غور و فکر کے عطیہ عوفی پر جرح کرنے والوں کو جمع کرنے کا شوق رکھتا ہے۔

اور اسی طرح ساجی کا قول عطیہ عوفی کے بارے میں حجت نہیں کہ وہ علی المرتضیٰ کو سب پر مقدم سمجھتا ہے۔ (التہذیب: ۷/۲۲۶)

کیونکہ ساجی بصری ہے اور بصریوں میں تعصب کثرت سے پایا جاتا ہے۔ حافظ نے (اللسان: ۳/۴۸۹) میں کہا: کثیر اہل بصرہ میں نصب مشہور ہے اور وہ لوگ شیعوں کے بارے میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ کیونکہ عثمانی ہیں خصوصاً اس کے بارے میں جو ان میں موجود ہوا (التہذیب [illegible]) اور ساجی رحمہ اللہ تعالیٰ شدید متعصب ہے۔ لہٰذا کوفیوں کے بارے میں اس کی جرح میں تحقیق کرنا چاہیئے۔ اور وہ آدمی پر جرح مذہب کے سبب سے کرتا ہے۔ جس طرح کہ یہاں عطیہ عوفی کے بارے میں اس نے کی۔

[illegible] عقیدہ " وہ حجت نہیں، پھر اس نے اپنے قول کا سبب واضح کیا۔
[illegible] حضرت علی المرتضیٰ کو سب پر مقدم ٹھہراتا ہے۔
جب آدمی شیعہ ہو اور حضرت علی المرتضیٰ ؓ کو سب پر مقدم مانتا ہو تو
[illegible] وہ مخالف کے نزدیک مجروح ہوگا جیسا کہ اس نے کہا وہ حجت
[illegible] اعتبار میں تشیع وغیرہ۔ جرح مردود ہوتی ہے۔ اس کی طرف کوئی التفات
نہیں [illegible] اعتماد راوی کے صدق سے ہے نہ کہ مذہب سے۔ کتنے ہی شیعہ
[illegible] راوی ہیں جن کی حدیث کو صحیحین میں نقل کیا گیا ہے اور اسی طریقہ
[illegible] ہے۔ [1]

[illegible] عطیہ عوفی میں زیادہ جرح کرنا اس سبب سے ہے کہ وہ حضرت علی بن ابی طالب علیہ السلام سے محبت رکھنے والے ہیں اور ناصبیوں نے ان کو [illegible] سب و شتم پر ابھارا تو انھوں نے انکار کیا تو یہ تو ان کی مدح [illegible] چاہیئے۔ لیکن نواصب میں شقاوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔
ابن سعد نے (الطبقات: ۶/۳۰۴) میں کہا کہ
عطیہ نے ابن اشعث کے ساتھ خروج کیا تو حجاج نے محمد بن قاسم کو لکھا

---

(۱) [illegible] بدعتی کی روایت قبول کرنے کے بارے میں حافظ سید احمد بن صدیق غماری رحمۃ اللہ تعالیٰ کی کتاب " فتح الملک العلی بصحۃ حدیث باب مدینۃ العلم علی " دیکھیں جس میں بے شمار فوائد اور تحقیقات ہیں جو کسی اور [illegible] نہیں [illegible] اہل بیت کرام علیہم السلام کما متقدمین خصوصاً محدثین کا طریقہ [illegible] نے اپنی کتاب بشارۃ المؤمن بتصحیح حدیث اتقوا فراسۃ المؤمن " میں [illegible] دلائل ذکر کئے ہیں۔ لہٰذا نواصب کے انتہائی تعصب اور فساد عقیدہ [illegible] کوئی توجہ نہیں کی جائے گی۔

کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنے پر آمادہ کرے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے
تو اس کو چار سو کوڑے مارو اور اس کی داڑھی مونڈ دو۔ تو اس نے عطیہ
کو بلایا [illegible] تو انہوں نے سب و شتم کرنے سے انکار کر دیا تو (۱)
ابن [illegible] کا حکم نافذ کر دیا۔

اب غور فرمائیے کہ [illegible] کوڑوں کو برداشت کرنا اور ان کا علی کرم اللہ وجہہ سے محبت
دیکھو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے
بارے میں یہ فرمانا صحت کے ساتھ ثابت ہے۔

لا يحبك إلا مؤمن ولا يبغضك إلا منافق

فصل

جس نے عطیہ پر اس سبب سے کلام کیا ہے کہ اس کی روایت
پر نکارت ہے تو ہم نے کسی کو بھی عطیہ عوفی کے حالات میں اس دعویٰ کی
تصریح کرتے ہوئے نہیں پایا سوائے ابن عدی کے کہ اس نے ایک
حدیث (الکامل: ۵/ ۲۰۰۷) اس کے حالات میں نقل کی ہے۔ اس
نے بھی اپنے دعویٰ کی تائید میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور تصریح نہیں کی۔
ابن عدی نے کہا: ہم سے ابو العلاء محمد بن احمد کوفی نے مصر میں بیان کیا
ان سے محمد بن صباح جرجرائی نے، ان سے ابراہیم بن سلیمان بن رزین نے (جو کہ
ابو اسماعیل مؤدب ہے) ان سے عطیہ عوفی نے [illegible] میں حضرت ابو سعید
خدری سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ:
إن أهل عليين ليراهم من تحتهم كما ترون الكوكب
الدري بالأفق وإن أبا بكر وعمر منهم وأنعما.

بے شک اہل علیین کو نچلے طبقے والے یوں دیکھیں گے جیسے تم افق پر چمکتے
ستارے کو دیکھتے ہو اور یقیناً ابوبکر و عمر ان میں سے ہیں اور [illegible] صاحب نعمت ہیں۔
[illegible] ہیں کہ حضرت ابو سعید خدری کی حدیث صحیحین (البخاری ۶/ ۳۲۰)
[illegible] ان الفاظ سے مروی ہے۔

إن أهل الجنة ليتراءون أهل الغرف من فوقهم كما تتراءون الكوكب الدري الغابر في الأفق من المشرق أو المغرب لتفاضل ما بينهم قالوا يا رسول الله تلك منازل الأنبياء لا يبلغها غيرهم قال بلى والذي نفسي بيده رجال آمنوا بالله وصدقوا المرسلين.

بے شک اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے تم مشرق یا مغرب کے کنارے پر چمکتے ہوئے تارے کو دیکھتے ہو اس لیے کہ ان کے مابین فضیلت ہوگی۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم وہ انبیاء کے مقامات ہوں گے، غیر نبی تو وہاں نہیں پہنچے گا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہاں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے وہ لوگ ہوں گے جو اللہ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق کی۔

[illegible] احمد نے المسند: ۳/ [illegible] ۹۳) اور فضائل الصحابہ: [illegible]
[illegible] نقل کیا ابو داؤد: ۴/ ۳۷۶) الترمذی (تحفۃ: ۱۰/ ۱۳۱-۲۰۲)
[illegible] الحمیدی: ۲/ ۳۳۳) عبد بن حمید (المنتخب [illegible])
[illegible] ۲/ ۲۶۵ [illegible] ابن ابی عاصم کی السنۃ ۲/ [illegible]
[illegible] الفضائل ص ۲۰۰) اور [illegible] ۳۵۹ میں روایت ہے۔

ان تمام نے عطیہ کے طریق سے حضرت ابو سعید خدری سے بطور مرفوع روایت کیا ہے۔ اسی طریق سے جس کو ابن عدی روایت کیا۔

گویا ابن عدی نے عطیہ کے اس جملہ کو منکر کہا "وَ اِنَّ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ مِنْهُمْ وَ اَنْعَمَا"۔ کیونکہ اصل حدیث صحیحین میں وارد ہے جیسا کہ گزرا۔

ہم کہتے ہیں: یہ اضافہ ثابت ہے۔ اس میں عطیہ عوفی متفرد نہیں اس کو احمد نے المسند ۳/۲۷ (فضائل الصحابہ ۱/۲۰۹) اور ابو یعلی نے المسند ۲/۳۶۱ میں اس کو مجالد عن أبي الوداك عن أبي سعيد الخدري طریق سے بطور مرفوع نقل کیا ہے۔

مجالد میں کلام ہے لیکن متعدد ثقہ نے اس کی متابعت کی ہے اور ابو وداک ثقہ تابعی ہیں۔ اضافہ مذکورہ کے ثبوت کے بعد واضح ہوا کہ عطیہ عوفی پر جرح کا دعویٰ محتاج دلیل ہے۔

پھر ایک اور حدیث امام بخاری نے "التاریخ الصغیر ص ۱۲۲" میں نقل کرتے ہوئے کہا کہ امام احمد نے حدیث عبدالملک کی عطیہ سے۔ انہوں نے ابو سعید خدری سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

"تَرَكْتُ فِيكُمُ الثَّقَلَيْنِ" کے بارے میں کہا کہ کوفیوں کی یہ احادیث مناکیر ہیں۔

نکارت کے معانی ہم کہتے ہیں نکارت کے چند معانی ہیں۔

۱۔ شاذ کے مترادف۔

۲۔ ضعیف راوی کی اپنے سے ثقہ کی مخالفت ہو۔

۳۔ وہ ضعیف ایسا متفرد ہو جس کے تفرد کو قبول نہ کیا جائے اور نہ ہی اس کے کوئی متابع ہو اور نہ شاہد۔

… اور اصول کے مخالف ہو اور اس کے ساتھ الفاظ … ہوں۔

… غیر ہو اگرچہ کسی وجہ سے ہو۔

پہلی اور دوسری قسم تو عطیہ عوفی نے کسی کی مخالفت نہیں

… **مقام** کی اور متن میں نہ سند میں تو یہ شاذ نہیں۔

… تیسری قسم کہ حدیث فرد نہیں، لہٰذا کوئی بات اس پر چسپاں نہیں ہوگی۔

… قسم اس کی محل نفی ہے، کیونکہ اس کے اور غیر کے درمیان کوئی تعارض … باوجود عموم کے لیے مفید ہے۔

… پانچویں وجہ جو کہ مطلق تفرد ہے عطیہ کے ابو سعید خدری سے … کی بہت سے تو اس وجہ پر امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے … استعمال کرنا ضروری ہے۔

فصل

… اور جرح کا کوئی لیث اور ابو حاتم الرازی کا "ضعیف یکتب حدیثہ" کہنا … مبہم غیر مفسر ہے جو مردود ہوتی ہے جیسا کہ قواعد حدیث میں مسلم ہے … ان پر عمل جاری ساری ہے تو اس کے مقابلہ میں اس تعدیل کو … جو عطیہ عوفی کے حق میں وارد ہوئی۔

… اس مقام پر بھی دو اہم امور ہیں۔

… مذکورہ جرح کوئی ایسی شدید جرح نہیں جو ایک راوی کو تعدیل سے … درجہ کی طرف منتقل کرے جہاں اس کی حدیث معتبر نہ ہے بلکہ … ضعیف سے جو ایسے متعدد راویوں میں پائی جاتی ہے جن کی

صحت کو حفاظ نے مانا اور صحیح میں ان کی حدیث کو نقل کیا۔

۲- بلاشبہ یہ جرح غیر مفسر بھی حقیقت میں ان دو امور کی طرف ہی ہے جن کے سبب یہ مجروح ٹھہرایا گیا اور وہ دو امور تشیع اور تدلیس ہیں اور حافظ نے تاریخ الافکار (۱/۱۰۲) میں کہا ہے کہ "عطیہ کا ضعف تشیع اور تدلیس کے سبب سے ہوا ہے۔

تشیع اور تدلیس جو عطیہ کوفی کے بارے میں منقول ہیں ان پر مفصل کلام گزر گیا ہے۔

باقی تمہیں معلوم ہو جانا چاہیئے کہ ابو حاتم رازی سے بھی عطیہ عوفی کی توثیق منقول ہے جس کا تذکرہ بیان آئے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

فصل

ابن عدی کا الکامل (۵/۲۰۰۷) میں کہنا کہ اس کے ضعف کے باوجود اس سے حدیث لکھ لی جائے۔

تو ابن عدی نے عطیہ عوفی کے حالات میں چند امور پر اعتماد کیا جو درج ذیل ہیں:

۱- ابن ابی مریم کی یحییٰ بن معین سے روایت کہ انہوں نے عطیہ عوفی کے بارے میں کہا کہ

"ضعیف ہے مگر اس کی حدیث لکھی جا سکتی ہے۔"

۲- کلبی کی تدلیس والی حکایت کے سبب امام احمد و ثوری اور ہشیم کا ضعیف قرار دینا۔

۳- جوزجانی کا کہنا "مائل"

۴- وہ حدیث جو اس نے بطور استشہاد ذکر کی جس پر کلام گزر گیا ہے۔

ابن عدی کا اعتماد

ظاہر بات ہے کہ ابن عدی آخری تین امور پر قانع نہ ہوئے اور صرف یحییٰ بن معین کے قول "ضعیف یکتب حدیثہ" کو لیا جس کو ابن مریم نے روایت کیا ہے۔ (۲) اس منقول میں یحییٰ بن معین کے تابع ہے۔ بلکہ اس کی عبارت نقل کرتے ہوئے ترجمہ کو ان الفاظ پر ختم کیا۔

"مع ضعفہ یکتب حدیثہ"

ابن عدی کا امور ثلاثہ پر اکتفاء کرنا تو درست ہے کیونکہ احمد ثوری اور ہشیم کا ضعیف کہہ دینا تو اسی تدلیس کی حکایت کی طرف راجع ہے جو صحیح نہیں ہے کہ اس میں محمد بن سائب کلبی منفرد ہے جس کا حال ضعف میں معروف ہے اور جوزجانی کے قول (مائل) کے جواب سے بھی ہم فارغ ہو چکے ہیں اور مذکورہ حدیث کو دوبارہ لانے کی ضرورت نہیں۔ رہی اس کی وجہ کے سبب تضعیف کا فتویٰ دینا ہے جو تشدد ہے تو باقی رہا اس کا یحییٰ بن معین کے قول پر تو وہ اس کا تابع ہے یا مقلد کہہ لو جیسے قاری مرتضیٰ۔

جب یہ معلوم ہو گیا کہ عطیہ عوفی کے بارے میں جس روایت پر ابن عدی نے اعتماد کیا وہ ابن ابی مریم کی روایت ہے جو یحییٰ بن معین کی ان تمام مرویات کے مقابلے میں مرجوح ہے جن میں عطیہ عوفی کی توثیق ہے۔

جب ابن عدی کے اعتماد والی روایت ہی مرجوح ہے تو اس کا اپنا قول بھی اسی کی مانند ہی ہو گا۔

واللہ اعلم بالصواب

فصل

عطیہ عوفی کے بارے میں جرح کی حقیقت ظاہر ہو جانے کے بعد مسئلہ عیاں ہو گیا کہ ایسی جرح راوی کو مضر نہیں اور نہ ہی اس سے کسی امر کو کمزور کرتی ہے کیونکہ تحقیق کے ساتھ واضح ہوا کہ ایسی جرح کی طرف نہ التفات ہوتا ہے اور نہ ہی اس پر عمل۔

تو اب ضروری ہے کہ رجل (عطیہ عوفی) کی عدالت و صداقت، اس کی حدیث پر ائمہ کا عمل احکام میں اسے بطور حجت قبول کرنا اور ابواب میں اس کی تخریج واضح کی جائے۔

عطیہ عوفی کی توثیق

ایک جماعت نے اس (عطیہ) کی توثیق و تعدیل کرتے ہوئے اس کی حدیث کو قبول کیا ہے مثلاً

ابن سعد نے (الطبقات الکبریٰ: ۶/۳۰۴) میں کہا

" وکان ثقۃ إن شاء اللہ ولہ أحادیث صالحۃ ومن الناس من لا یحتج بہ۔"

(رجل ثقہ ہے ان شاء اللہ اور اس کی احادیث صالحہ ہیں اور بعض نے اس کو حجت نہیں مانا)

صاحب " الکشف والتبیین " نے اس توثیق کو رد کرنے کا قصد کرتے ہوئے رسالہ مذکورہ (ص ۳۹) میں کہا:

" اس قسم کی توثیق اکثر ائمہ سے (اس عطیہ) کی تضعیف کے مقابل نہیں ہو سکتی جیسا کہ اس کی تفصیل گذر گئی اور خصوصاً ابن سعد کی توثیق کا اعتماد غالباً واقدی پر ہے جو کہ قابل اعتماد ہے ہی نہیں۔

[illegible] حافظ ابن حجر نے (فتح الباری مقدمہ ۴۱) اور جلد ۴۴۴) [illegible]

[illegible] ہیں: ـــــ اگر ہر جرح کو قبول کیا جائے جو کسی امام یا غیر سے [illegible] روایت کا دروازہ بالکل بند ہو جائے گا تم کوئی ایسا راوی نہیں پاؤ گے [illegible] ہو، لیکن ماہر عاقل وہ ہے جو جانچ پڑتال کرے اگر جرح مناسب ہو [illegible] ترک کر دے اور جنہوں نے عطیہ میں جرح کی ان کی جرح کا سبب [illegible] بعض روایات کا انکار ہے، تدلیس معتبر نہیں کیونکہ اس کا [illegible] مناسب پر ہے جو تالف اور متہم بالکذب ہے اور تشیع کی جرح مردود [illegible] انکار کرنے پر کلام گذر گیا جس میں جواب عطیہ کے ساتھ ہے [illegible] اس کا کہنا کہ ابن سعد کا اعتماد غالباً واقدی پر ہے جس کی تصریح [illegible] کی لیکن یہ علی الاطلاق صحیح نہیں اس لیے کہ ابن سعد کا عطیہ پر [illegible] واضح ہو جاتا ہے کہ وہ اس کے احوال، اس کی احادیث اور اس [illegible] لوگوں کے کلام سے اچھے خاصے واقف ہیں تو یہاں واقدی کی [illegible] نہیں ہو گی۔

[illegible] سعد کا کلام، علی کا کلام، عراقی کے بارے میں ہے حالانکہ ان دونوں [illegible] ہے جو حافظ ابن حجر نے (مقدمۃ الفتح ص ۴۴۳) میں ابن سعد کا کلام [illegible] کا سبب بیان کرتے ہوئے کہا:

[illegible] واقدی کی تقلید کرتا ہے اور واقدی اہل مدینہ کے طریقہ پر اہل عراق [illegible] ہے، پس اس کو سمجھ لے تو تو ہدایت پا جائے گا۔ ان شاء اللہ

[illegible] جب تم ابن سعد کی کسی عراقی پر جرح پاؤ تو قبول کرنے سے پرہیز [illegible] جب ابن سعد کسی عراقی کو کوفی کی توثیق کرے تو ضروری ہے کہ اس کو

ان کی اتفاق مگر نہیں سے قبول کرو کیونکہ مد مقابل کی شہادت سبب ضبط اور سچ نہیں ہوتی ہے۔

پھر ابن سعد کا قول "وکان ثقۃ ان شاء اللہ تعالیٰ ولہ احادیث صالحۃ ومن الناس من لا یحتج بہ" چند امور کا فائدہ دیتا ہے۔

١- ابن سعد عطیہ عوفی کی توثیق ہے۔

٢- عطیہ عوفی کی احادیث صالحہ مقبولہ ہیں۔

٣- ان کی توثیق کی زیادہ تاکید ان کے اس حال سے ہوتی ہے کہ انہوں نے بعض کو دیکھا کہ وہ اس کی حدیث نہیں تسلیم کرتے تو انکے باوجود انہوں نے ان کے قول پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ کل اعتراض کرتے ہوئے ابن سعد عطیہ کی توثیق کو ترجیح دی اور ان کو وہ بہ یہ ... ہیں جب ان پر واضح ہوا یہ حقیقت ... تھے کیا انہیں تو اس کو ترک کر دیا اگر جرح ہوتی تو ان کی حدیث کو چھوڑتے اور عدم توثیق کی تصریح کرتے۔

خلاصۂ کلام خلاصۂ کلام یہ ہوا کہ بقول ابن سعد کا عطیہ عوفی کی توثیق کرنا مقبول ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

فصل

جرح و تعدیل کے امام یحییٰ بن معین نے ابن عطیہ کی توثیق کی اور متعدد بار نقل کیا ہے۔

(سوالات الدوری ...) یحییٰ بن معین سے پوچھا گیا عطیہ کی حدیث کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا "صالح"۔[١]

[١] صاحب کشف ... (ص ٣) نے عطیہ عوفی کے بارے ...

حاشیہ یحییٰ بن معین کے قول کے متعلق ... کہ

یہ قول تاریخ الدوری میں ... کہنا کہ ... صدوق ہے کیونکہ عطیہ ... کلام ہے جیسا کہ حافظ نے العدق (ص ١٣١) پر تصریح کی۔

میں کہتا ہوں: اس عبارت کا قائل ابن حبان ہے نہ کہ حافظ ... ہے جس نے ... الساری (ص ١٢١) میں عبدالرحمن بن سلیمان ابن الغسیل کے حالات کو پڑھا۔ وہاں اس نے یہ تصریح کی ہے کہ ... ابن حبان کی المجروحین ٢/٧٧ پر ملے گا۔

دوسری بات یہ ہے کہ قواعد حدیث میں یہ ضابطہ ہے کہ جب ناقد پرکھنے والا ... کے حال کو ... سے کسی رجل کی حدیث کے بارے میں پوچھا جائے تو جواب میں صالح الحدیث کہہ دے تو وہ تعدیل کے درجہ میں معتبر ہوتا ہے۔ ... عطیہ اس قول سے توثیق شدہ ہوا کیونکہ وہ صالح الحدیث ہے ... مراد نہیں ہوگی کہ یہ توثیق کے اعلیٰ درجہ میں ہے۔ فقط اس کی حدیث ... گی۔

اگر کہا جائے کہ عبارت کمزور ہے تو ممکن ہے کہ کہا جائے یہ جرح نہیں ... صورت یہ ہوگی کہ وہ توثیق کے اعلیٰ درجے کی نسبت سے کمزور ہے جبکہ ... نسبت سے کمزور مانا گیا ہے جو کلام نسبی ہے اور جب تو اس کے جرح کا اعتبار کرے تو یہ غلط فہمی ہے جس پر اس کے صاحب کا کوئی ... نہیں ہوگا۔

پھر امر یہ ہے کہ ماہرین ائمہ میں سے امام حافظ ابن قطان الفاسی کا ابن معین کے قول کو سمجھنے میں فہم صحیح ہے انہوں نے کہا جیسا کہ نصب الرایۃ (٣/١٠٣) میں ہے کہ عطیہ عوفی کی تضعیف کی گئی ہے اور ابن معین نے اس کی

اور اسی میں ہے کہ میں نے یحییٰ بن معین سے عطیہ اور ابو نضرۃ کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا "ابو نضرۃ" مجھے زیادہ پسند ہے۔"

اس نص سے عطیہ کی توثیق ہوتی ہے کیونکہ ابو نضرۃ یحییٰ بن معین کے نزدیک ثقہ ہے جیسا کہ "التہذیب" میں ہے کہ درحقیقت میں دو ثقہ ... درمیان تفاوت ہے۔

اور ابن ابی خیثمہ نے کہا: "ابن معین سے سوال ہوا کہ عطیہ ابو الوداک کی مثل ہے؟ انہوں نے جواب دیا نہیں، پھر پوچھا گیا: ابو ہارون کی مثل ہے؟ ابو الوداک ثقہ ہے، اس کی اور ابو ہارون کی مثل نہیں"۔ (التہذیب ...)
دیکھئے ابن معین کا ابو الوداک ثقہ کے ساتھ عطیہ کے شمول کو پسند کرنا ہی ... توثیق ہے۔

ثقہ راویوں کے درمیان اختلاف ہونے کی امثلہ کتب جرح و تعدیل میں بے شمار ہیں، اور یحییٰ بن معین عطیہ عوفی کو پسند کرتے ہیں، لیکن ... اس سے بھی زیادہ پسند ہے۔

اور یحییٰ بن معین ابو خالد الدقاق (ص۲۵) کی روایت میں کہا ہے

بقیہ حاشیہ: حدیث کو "صالح" کہا ہے تو نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی حدیث "حسن" ...
غور کریں! اس امام نے ابن معین کے قول "صالح" پر اعتماد کرتے ہوئے عطیہ عوفی کی حدیث کی تحسین کی ہے اور یہ حافظ ہیثمی ہیں جو متاخرین سے ہیں جس نے ابن معین کی توثیق پر اعتماد کر لیا ہے جیسا کہ "مجمع الزوائد ۷/۳۱۴" میں ہے، اسی طرح عطیہ عوفی کی تحسین (مجمع الزوائد ۱۰/۱...) میں بھی کی گئی ہے۔

"عطیہ عوفی سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔"

ہم کہتے ہیں یہ عطیہ عوفی کے بارے میں جرح و تعدیل کے امام کی توثیق ... یحییٰ بن معین نے تصریح کی ہے۔ وہ جس کے بارے میں "لا باس بہ" ... "فہو ثقۃ" (وہ ثقہ ہوتا ہے)، یہ ان کا اپنا قول اور تصریح ہے ... ہوتے اجتہاد مقبول نہیں ہوتا۔

ابن معین سے مروی یہ نص متعدد کتابوں میں موجود ہے۔ مثلاً ثقات ... (ص۲/۷) مقدمہ ابن الصلاح ص... اور مقدمۃ اللسان (۱۳/۱) وغیرہ

اور ابن الجنید نے ابن معین کے حوالے سے کہا: عطیہ اور عمر بن ابی قیس سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ میں نے پوچھا: دونوں ثقہ ہیں؟ فرمایا ... دونوں ثقہ ہیں (التہذیب ۷/۲۰۷) اور یہ دو لفظوں کے ترادف سے ... ہے۔ پس یہ یحییٰ بن معین کی مخصوص اصطلاح ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں۔

صاحب الکشف والتبیین (ص۳۸) نے کہا کہ
ابن معین "لیس بہ باس" یا "لا باس بہ" کہتے ہیں جس سے ... توثیق کبھی پائی جاتی ہے مگر جرح، کیونکہ اکثر وہ اس طرح کے ... ثقات کے بارے میں کہتے ہیں لیکن یہ مطلق نہیں۔ اسی لئے کہ ان کا "لا باس بہ" یا "لیس بہ باس" کہنا ضعیف لوگوں کے حق میں بھی ... دیکھیں اس کی مثالیں (میزان الاعتدال ۱/۳۴۱، ۴۳۵) (الجرح والتعدیل ۲/۱۱) اور (تقریب التہذیب ۱/۹۳) میں

ہم کہتے ہیں کہ اس کلام میں چند وجوہ سے نظر ہے۔

۱- لامحالہ امام ابن معین نے تصریح کر دی ہے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا کہ

"لا باس بہ" کا معنی ان کے نزدیک یہ ہے کہ رجل ثقہ ہے تو ان کے قول کو اپنے قول سے بدلنا جو انہوں نے ثقہ کہا جائز نہیں۔

۲۔ جب ابن معین ایک رجل کو "لا باس بہ" کہہ دیں اور فی الواقع ضعیف بھی ہو تو مضر نہیں۔ اس لیے کہ کتنے ہی رجال کی ابن معین نے تنہا توثیق کی ہے اور دیگر نے ان کی تضعیف کی اور یہ فقط ابن معین کا حال نہیں بلکہ جرح و تعدیل کے تمام ائمہ کا یہی طریقہ ہے۔ تم ضعیف راوی کے حالات میں دیکھو کوئی ایک اس کی توثیق میں منفرد نظر آتا ہے۔

جب اس کا معنی توثیق مراد نہیں لیا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا جرح و تعدیل کا علم مکمل طور پر ختم ہوا اور اس کے دلائل کھو گئے ہوتے جن کا اطلاق افراد پر نہیں ہوتا اور یقینی الفاظ سے توجب والی کا اعتبار نہیں

۳۔ ان کا یہ قول: کہ ان سے "لا باس بہ" اور "لیس بہ باس" ضعیف لوگوں کے بارے میں بھی وارد ہے۔

ہم کہتے ہیں: ہو سکتا ہے وہ دیگر ائمہ کے نزدیک ضعیف ہوں لیکن ان کے نزدیک ثقہ ہی ہوں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اور اس کے مقابل دوسرا قول کہ ضعیف لوگوں کے بارے میں ان کا "ثقہ" کہنا وارد ہے۔ ایسے تو بھی کیا ہے؟ ہر ناقد اور مجتہد کی اپنی تحقیق اور رائے ہوتی ہے۔

چار امثلہ پر مصنف کی گفتگو

۴۔ پھر اس نے اپنے مقولہ مردودہ کی تائید میں چار مثالیں ذکر کی ہیں جن پر ہماری گفتگو بھی سنیے۔

پہلی مثال: بکار بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن سیرین السیرینی (المیزان ۱/۳۴۲) کے بارے میں یحیی بن معین نے کہا "کتبت عنه، لیس به باس"

...سے حدیث لکھی ان میں کوئی حرج نہیں اور دیگر ائمہ نے ان کی تضعیف ...ل: محدث کے لیے کچھ مفید نہیں اور نہ ہی اس سے ابن معین کا ...ضعیف کہنا ثابت ہوتا ہے اور یہ کیسے ہوں؟ جب کہ وہ کہتے ہیں ...منہ" میں نے ان سے لکھا اور وہ آپ کے اساتذہ میں سے ہیں ...دیگر کے نزدیک ضعیف ہونا اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ ابن معین ...بھی ضعیف ہوں یا وہ فی الواقع ضعیف ہوں تو لازم ... باطل ہے ...اپنے اساتذہ سے دوسروں سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔

...تیسری مثال: الحارث بن عبد اللہ الاعور الشیبی الکوفی ... محدث کو جسے اکثر نے کذاب کہا ہے۔ امام یحیی بن معین نے اس کے بارے میں روایۃ الدوری میں فرمایا "لیس بہ باس" ان میں کوئی حرج ... شیخ عثمان الدارمی کہتے ہیں میں نے یحیی بن معین سے حارث کے متعلق سوال کیا تو آپ نے کہا: "ثقہ" ہے۔ اس امام کے توافق اور ... دیکھئے کہ ان کی توثیق ابن معین سے متعدد لوگوں نے بیان کی ہے ...سے ابن شاہین نے اس جرح میں جو تاریخ جرجان ... ۱۹۶ ... کیا ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ عثمان بن سعید الدارمی نے ابن معین سے اس کی حکایت کرنے کے بعد کہا کہ ...پر دلیل کا کوئی متابع نہیں۔

...ہم کہتے ہیں کہ یہ دارمی کا مبلغ علم ہے جبکہ اس کی توثیق احمد بن صالح ... نے کی ہے اور ابن معین نے کہا "ما زال المحدثون یقبلون حدیثہ" ہمیشہ محدثین اس کی حدیث قبول کرتے رہے۔ امام الجرح والتعدیل

یحییٰ بن معین کا یہ قول دینا حارث کی حدیث قبول کرنے اور اس کی
پرزا اندر دلیل ہے جیسا کہ ابن شاہین نے کہا (ص ۔ ۲۵۹)

تیسری مثال جس نے کسی راوی کے متعلق ابن معین کو "لا بأس
ایسے مقام پر کہ نہیں پایا جاتا اس کی طرف
کیا گیا ہو۔ (الجرح والتعدیل ۲/۱/۱)

چوتھی مثال ابان بن اسحاق الاسدی الکوفی
یہ مثال ان کے کلام کے کمزور ہونے پر بہت واضح
ہے "التہذیب" میں ابان بن اسحاق کے بارے میں چار اقوال ہیں
ابن معین کا قول "لا بأس به" عجلی اور ابن حبان کی توثیق اور
کا قول "متروک الحدیث"

تو یہ دلیل تضعیف بھی نہیں یہ تو دعوے کے موضوع سے ہی خارج
اور حافظ نے ابن معین کے قول پر اعتماد کیا اور رجل کی توثیق
التقریب میں کہا "ثقة" ہے۔ ازدی نے اس میں بلا دلیل کلام کیا ہے
اور حافظ العراقی نے "الفیة الحدیث" میں کہا ہے کہ
"وابن معین قال: من أقول لا بأس به فثقة"
(ابن معین نے کہا: جس کو میں لا بأس به کہتا ہوں وہ ثقہ)

حاصل کلام صاحب الکشف والتبیین کا کلام جو ابن معین کی
کو رد کرنے کے قصد سے ہے محض سینہ زوری کرتا
کرتا ہے اور اس نے نص کے مفہوم کو بگاڑ دیا اور بے سروپا شاہی
اکابر کا مذاق اڑاتا ہے۔ بلکہ یہی کہنا ضروری ہوگا کہ ان کا وبال اس پر
ہوگا یا ان کے لیے مفید نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب ۔

بعد واضح ہو گیا کہ یقیناً یحییٰ بن معین نے عطیہ عوفی کی توثیق کی
اقوال سے بھی اگر کوئی ہو جو یحییٰ بن معین کے لیے ہیں جن
کی خبر کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ جیسے موسیٰ بن ابی داود کی
وحدث منقطعہ ہے اور ابی مریم کی روایت اور وہ
یحییٰ بن معین کے اصحاب بغدادی ہیں تو معروف ہے کہ
دوری کی روایت یحییٰ بن معین سے بہت زیادہ جمیل ہوں اور اکثر
کی بنا پر ابن الجنید کی روایت پر مقدم ہو (۱) واللہ اعلم

(۱) اس بات پر جو امام بخاری نے (التاریخ الصغیر ص ۱۲۳)
علی بن المدینی نے یحییٰ بن معین سے نقل کیا کہ عطیہ، ہارون
بشر سب میرے نزدیک برابر ہیں"
اس کا معنی یہ ہے کہ وہ عطیہ اور تہذیب میں برابر ہیں اور روۃ العبدی
اور حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے
اور یحییٰ بن معین ابو ہارون العبدی اور عطیہ عوفی کے
کہہ سکتے ہیں جبکہ انہوں نے پہلے کے بارے میں "غیر
یکذب" (ثقہ نہیں جھوٹا ہوتا ہے) کہا ہے اور دوسرے
اور اس کے مقام کو بلند کیا۔
شیخ بشیر السہسوانی نے صیانۃ الانسان ص ۲۰۰ میں یحییٰ بن
متعلق اس کلمے کو بڑی جلدی سے قبول کیا کہ یہ سخت قسم کے
کی طرف منسوب کیے گئے ہیں۔ جو ابو ہارون العبدی کے
تھے۔ پھر تناقض ہوا تو کہا کہ میرے نزدیک ابو حاتم
ہے کہ ضعیف ہونے کے باوجود اس سے حدیث لکھی جائے کیونکہ

یہ نہایت معتدل اور درست قول ہے۔

اور السوانی رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ معلوم نہیں کہ ابو حاتم کا ایک
قول بھی ہے جو عطیہ عوفی کی توثیق کا فائدہ دیتا ہے۔ عنقریب اس کا
آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

امام ابن شاہین ابن شاہین نے عطیہ عوفی کو الثقات (۱۰۲۰) میں
کیا ہے تو وہ اس کی توثیق کرنے والوں میں سے
اگر یہ کہا جائے کہ اس کو الضعفاء میں بھی ذکر کرتے ہوئے اس نے
ہے کہ احمد اور یحییٰ نے اس کی تضعیف کی۔

تو ہم کہتے ہیں توثیق بہ دلیل ترجیح ہے جبکہ تمہیں معلوم ہوا کہ ان
کا اعتماد محمد بن السائب الکلبی کی روایت پر ہے اور وہ روایت ساقط
جس پر اعتماد نہیں کیا جائے گا اور یقیناً یحییٰ بن معین اس (عطیہ) کی
کرنے والوں میں سے ہیں جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

امام ابو بکر البزار جنہوں نے اس (عطیہ) کو تشیع میں شمار کرتے ہوئے
کہا کہ "روی عنہ جلۃ الناس"

(اس سے عظیم المرتبت لوگوں نے روایت کی) (التہذیب: ۲۲۶/۷)

یہ صیغہ تعدیل ہے جو کہ ان کے قول "صالح الحدیث، مقارب
وغیرہ" کی برابری میں ہے جیسا کہ قواعد حدیث میں معلوم ہے۔

اور البزار کے قول کی وضاحت تب ہوئی جو کہ مشہور و معروف
"التہذیب" میں موجود ہے۔ ہم نے کسی کو بھی اس حدیث کی تضعیف
کو مستعمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس کو ابو بکر البزار کے قول کے لیے
کیا جاتا ہے جو کہ عطیہ عوفی کی تعدیل کا فائدہ دیتا ہے۔ والحمد للہ عز

امام ابو حاتم الرازی ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ میرے والد سے ابو نضرہ
اور عطیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے
: مجھے زیادہ پسند ہے۔

اصل میں یہ دو ثقہ راویوں کے درمیان مقارنت ہے تو بلاشبہ ابو نضرہ
العبدی ثقہ ہے۔

یحییٰ بن سعید القطان انہوں نے ابو وداک جبیر بن نوف کے
متعلق کہا ہے کہ "یہ مجھے عطیہ سے زیادہ

(التہذیب ۲/ ۱۶۰)

یہ بھی دو ثقہ راویوں کے درمیان مقارنت ہے۔

ابن خزیمہ انہوں نے حدیث کو اپنی صحیح میں نقل کیا۔
امام بوصیری نے مصباح الزجاجۃ (۱/ ۹۸) میں کہا "رواہ
فی صحیحہ من طریق فضیل بن مرزوق فھو صحیح عندہ"
نے اسے اپنی صحیح میں فضیل بن مرزوق کے طریق سے روایت
ان کے نزدیک صحیح ہے۔

کہتے ہیں: حدیث کی تصحیح کا دارومدار اس کے رجال کی توثیق پر
ان میں عطیہ عوفی بھی ہے۔

صاحب الکشف والتبیین کے لیے کوئی راستہ نہیں کہ وہ صحیح
کو اپنا نشانہ بنائے اور حافظ ابن حجر نے "النکت" میں کلام نقل
۲۹۰/۱، ۲۹۱) جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔
ابن خزیمہ صحیح اور حسن میں تفریق نہیں کرتا تو جو کچھ اس کے نزدیک صحیح
ضروری نہیں کہ صحیح ہو بلکہ اس میں حسن بھی ہے جو صحیح کے نیچے کا درجہ ہے۔

۲۔ حافظ نے کہا: ابن خزیمہ کی کتاب میں مندرج احادیث کا حکم یہ ہے کہ وہ حجت ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اس لیے کہ وہ صحیح اور حسن ہیں جب تک کہ کسی میں علت قادحہ ظاہر نہ ہو۔

ہم کہتے ہیں: کہ حافظ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ ابن خزیمہ کی احادیث دو قسم پر ہیں:

۱۔ صحیح یا حسن

۲۔ وہ جس میں علت قادحہ ظاہر ہو اور یہ بہت قلیل ہیں۔

لیکن یہ غیبی کی نظر میں ہے کہ امام الائمہ ابن خزیمہ کی نظر میں جس نے اپنی کتاب کا نام "المسند الصحیح المتصل بنقل العدل عن العدل ... في المسند من غیر قطع في السند ولا جرح في النقلة" رکھا۔

جب رجال پر حکم کے بارے میں تحقیقات مختلف ہیں تو یہ ثابت کرتا ہے کہ ابن خزیمہ کا اس حدیث کی تصحیح کرنا، رجال کی توثیق ہے اور ان رجال میں عطیہ عوفی بھی ہے تو وہ ابن خزیمہ کے نزدیک ثقہ ہوا۔ واللہ اعلم۔

امام ابو عیسیٰ الترمذی انھوں نے اس کے افراد سے متعدد احادیث کو حسن قرار دیا ہے بلکہ چند ایسی احادیث کو ... کہ ان میں فضیل بن مرزوق عطیہ عوفی سے روایت کرنے میں منفرد ہے۔ جس طرح اسی حدیث میں ہے جس پر ہم کلام کے درپے ہیں۔ دیکھیں تحفۃ الاشراف میں، اور اس کا حاصل یہ ہے کہ وہ امام ترمذی کے نزدیک صدوق ہے جیسا کہ حافظ نے "تعجیل المنفعۃ" میں ... مرتبہ کو ... ہے۔ (تعجیل المنفعۃ ص۱۵۳)

[illegible] ... عطیہ عوفی امام ترمذی کے نزدیک "صدوق" ہے اور یہ ... [illegible] ... یہاں امام ترمذی پر تساہل کا فتویٰ لگانا بہت [illegible] ... کیونکہ امام ترمذی عطیہ عوفی کی تعدیل میں منفرد نہیں، اس کی [illegible] ... ابن سعد، ابن معین، بزار، ابو حاتم رازی، ابن شاہین اور یحییٰ بن [illegible] ... سے ثابت ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ چنانچہ امام ترمذی [illegible] ... حافظ ... جن کو اس فن کے امام محمد بن اسماعیل البخاری کی [illegible]

[illegible] ... "... منّا" | ہم نے تم سے زیادہ استفادہ کیا ہے جتنا کہ تم نے ہم سے کیا۔

[illegible] ... ترمذی کے قول پر جرح و تعدیل میں ان کا اعتماد ہے اور اس کا حکم [illegible] ... کی طرح ہے۔ مگر کوئی چیز ظاہر ہو جائے۔ ... قول اور حکم میں [illegible] ... تو وہ دیگر ائمہ کی طرح ہیں اور ان کے قول اور حکم کو قبول کرنے میں [illegible] ... حدیث نہیں ہوگا کیونکہ وہ معصوم نہیں۔

[illegible] ... احادیث ہیں ... ہیں جن کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا۔ [illegible] ... سے ان کو ... قرار دیا جائے گا؟

[illegible] ... ترمذی پر کلام کرتے ہوئے ابن دحیہ الکلبی نے ... [illegible]

[illegible] ... الذہبی ... حافظ ... ہونا ... ہے جیسا کہ علامہ ذہبی [illegible] ... ۱۳۲۱/۲ میں فرمایا کہ وہ بے تکی باتوں اور کھوکھلے دعووں [illegible] ... علم اور فضل میں معروف ہے اور اس کے حالات [illegible] ... واقعات ... منتقل ہیں۔

کے کلمات حذف کرکے اس پر احکام اور اوہام کو مبنی کیا یا یوں کہہ لیں ایک متأخر نے مردود و متروک قول کی پیروی کرتے ہوئے جب امام ابن قطان کی اور اس سے اپنے غلط فہم کی بناء پر امام ترمذی کا تساہل ثابت کرنے کی کوشش کی۔

یہ کلام محتاج تفصیل ہے جس کی یہاں گنجائش نہیں لیکن کچھ بھی ہو یہ کہ یہ مقام اس مثال سے خالی نہیں ہے جس کو صاحب "الکشف والتبیین" (ص۴۳) نے امام ترمذی کے تساہل پر استدلال کرنے کے لیے ذکر کیا ہے۔

حدیث سمرۃ حضرت سمرۃ رضی اللہ عنہ کی حدیث کہ

"صلّٰی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی کسوف لا نسمع له صوتاً"	ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسوف (سورج گرہن) میں نماز پڑھائی تو ہم نے آپ کی کوئی آواز نہ سنی۔

اس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اس کو صحیح کہا اور حافظ ابن حجر نے اس کی تصحیح "التلخیص الحبیر" میں نقل کی۔ لیکن ابن حزم نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے "ثعلبہ بن عباد کی جہالت کے سبب اسے معلل کیا اور ابن المدینی نے اس (ثعلبہ) کے بارے میں کہا مجہول ہے۔"

ہم کہتے ہیں: کہ یہ مصنف یا تو کچھ نہیں یا قراء کا مذاق بناتا ہے۔ حالانکہ دونوں امر کڑوے ہیں تو صواب امام ترمذی کے ساتھ ہے اور انہیں کا قول معتبر ہے۔

درج ذیل بات کو بھی دیکھئے۔ ثعلبہ بن عباد کی حدیث کی تصحیح میں امام ترمذی منفرد نہیں، بلکہ اس پر ان کی موافقت المستدرک (۱/۳۳۰) میں

امام حاکم نے اور ابن حبان نے کی ہے۔

اور اس حدیث کو درج ذیل تمام محدثین نے ثعلبہ کے طریق سے نقل کیا

امام النسائی (۳/۱۴۰) ، ابو داؤد (۱/۲۰۰)

ابن ماجہ (۱/۲۰۲) ، امام احمد فی المسند (۵/۱۶)

امام طحاوی فی شرح معانی الآثار (۱/۳۲۹) امام بیہقی فی السنن الکبری (۳/۳۳۰)، امام ترمذی، حاکم اور ابن حبان کا حدیث کو صحیح کہنے کا مقتضا یہ ہے کہ اس کے تمام رجال ان کے نزدیک ثقہ ہیں اور ابن حبان نے ثعلبہ کو ثقات لوگوں میں درج کیا ہے (الثقات: ۴/۹۸) تو یہ رجل جو روایت کرتے ہیں متن مذکورہ میں اس کی حدیث کو نقل کرنا ثعلبہ کے حال کی تعریف ظاہر کرتا ہے۔

تردید وہم اگر کہا جائے کہ ابن المدینی اور ابن القطان نے اس کو مجہول کہا ہے تو ہم کہیں گے جاننے والا نہ جاننے والے پر حجت ہوا کرتا ہے۔

امام تقی الدین کی تفریع امام تقی الدین ابن دقیق العید نے اس شخص کو بہت برا بھلا کہا ہے جو ایک راوی کی جہالت کے سبب ترمذی کی تصحیح کی تردید کرتا ہے اور امام رحمہ اللہ تعالیٰ (نصب الرایۃ ۱/۱۴۹) نے فرمایا۔

"تعجب ہے کہ ابن القطان نے عمرو بن بجدان کے حال کی معرفت میں ترمذی کی تصحیح پر اکتفا نہیں کیا، باوجود اس کے کہ وہ حدیث جس منفرد ہے اور کلام یوں نقل کیا۔"

"ھٰذا حدیث حسن صحیح تو کیا فرق ہے" ھو ثقۃ" کہتے ہیں یا "یصحح لہ حدیث انفراد بہ" کہتے ہیں؟ اگر وہ اس سے واقف ہے کہ اس سے ابن قدامہ کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کی، تو یہ اس کے مذہب کا تقاضا نہیں۔ کیونکہ جہالت حال کی نفی میں کثیر راویوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی اور اس طرح ایک راوی کے انفراد سے جہالت حال لازم نہیں ہوتی جبکہ اس کی تعدیل کا بھی تقاضا موجود ہو، اور تعدیل کا تقاضا جامع الترمذی کی تصحیح ہے۔"

اور حافظ ذہبی نے "الموقظۃ" ص ۸۰ میں کہا: "ثقہ راویوں میں سے بہت ایسے ہیں جن کی حدیث صحیحین میں نقل نہیں کی گئی اور انہیں میں سے وہ ہیں جن کی تصحیح امام ترمذی اور ابن خزیمہ نے کی پھر ان سے روایت امام نسائی اور ابن حبان نے کیا۔"

قارئین کی توثیق پر غور کرو جن کی امام الترمذی نے تصحیح کی اور امام نسائی اور ابن حبان نے جن سے روایت کیا۔

ضروری بات ہے کہ اگر تم محدثین کے طریقے پر چلنا چاہتے ہو تو ان کے قواعد کی پیروی کرو اور ائمہ کے کلام کو بطور سند پیش کرتے ہوئے ان کی مثل ہی بیان کرو اور امام ترمذی کی اتباع کرو۔ تم جیسے ثعلبہ بن عباد کی توثیق سے اعراض نہ کرو کیونکہ امام ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے، جبکہ امام حاکم اور ابن حبان کی تصحیح اور امام نسائی کا اس کی حدیث کو نقل کرنا۔

اما فقہ العلم امام ترمذی پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو اور اس پر ہے جو تقلید کرنے کا وبال اسی پر ہوگا جس نے بلا دلیل و بلا حجت تنقید کی ہے۔

(والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات)

اگر اللہ عزوجل نے توفیق بخشی تو نیت ہے کہ ایک مستقل مقالہ میں اس مسئلے پر مکمل بیر حاصل بحث کروں گا۔ اللہ رب العزت اس امر کو آسان کرے اور خصوصی مدد فرمائے۔

فصل

پہلے کلام کا خلاصہ

مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عطیہ عوفی کی یحییٰ بن سعید القطان، ابن سعد، ابن معین، ترمذی، اور ابن شاہین نے تعدیل کی ہے اور بعض متاخرین ان کے تابع ہیں، "نصب الرایۃ ۴/۲۷۲" میں ہے کہ:

"ابن قطان نے عطیہ عوفی کو "ضعیف" اور ابن معین نے "صالح" کہا ہے تو اس کی حدیث حسن ہے۔"

دوسرا فصل کلام

جنہوں نے عطیہ عوفی میں کلام کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ تین وجوہ سے تھا۔

۱۔ الموضوعات میں ابن جوزی کا قول "ضعفہ الکل" (سب نے اس کی تضعیف کی) المیزان میں ذہبی کا قول "مجمع علی ضعفہ" (اس کے ضعف پر اجماع ہے) اور مختصر المستدرک (۲/۳۲۲) میں اس کا قول "واہ" (کمزور) اور مصباح الزجاجۃ میں بوصیری کا قول "متفق علی ضعفہ" (اس کے ضعف پر اتفاق ہے) واضح غلطی ہے اور کسی دلیل پر قائم نہیں۔ یہ اقوال واقع کے خلاف ہیں لہٰذا ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ دلیل نہ لغو ہے اور نہ ہی اس کے ضعف پر علماء ہے اگر اہل علم کتب رجال میں گہری نگاہ سے تحریر حاصل نہیں کریں گے تو جلد جائیں گے۔ واللہ المستعان۔

"هٰذا حديث حسن صحيح" تو کیا فرق ہے "هو ثقة" کہنے میں
یا "الصحيح له حديث الشراء" بنے کہنے میں؟ مگر عقل اس سے واقف ہے
کہ اس سے ابو القطان کے علاوہ کسی نے بھی روایت نہیں کی، تو یہ اس کے
مذہب کا تقاضا نہیں، کیونکہ جہالت حال کی نفی میں کثیر راویوں کی طرف کوئی
توجہ نہیں دی جاتی اور اسی طرح ایک راوی کے انفراد سے جہالت حال لازم
نہیں ہوتی جبکہ اس کی تعدیل کا بھی تقاضا موجود ہو، اور التعدیل کا تقاضا جامع
الترمذی کی تصحیح ہے۔"

اور حافظ ذہبی نے الموقظة ص ۸۰ میں کہا: "ثقہ راویوں میں سے
کچھ ایسے ہیں جن کی حدیث صحیحین میں نقل نہیں کی گئی اور انھیں [illegible]
جن کی تصحیح امام ترمذی اور ابن خزیمہ نے کی، پھر ان سے روایت امام نسائی اور
ابن حبان نے کی۔"

تو اس کی توثیق پر غور کرو جن کی امام ترمذی نے تصحیح کی اور امام نسائی
اور ابن حبان نے جن سے روایت کیا۔

ضروری بات ہے کہ اگر تم محدثین کے طریقے پر چلنا چاہتے ہو تو ان کے
قواعد کی پیروی کرو اور الفت کے کلام کو بطور سند پیش کرتے ہیں جیسے ان کی عقل
کی بیان کردہ امام ترمذی کی اتباع کر۔ تو ہوتے ہوئے [illegible] عباد کی توثیق
سے اعراض کرو کیونکہ امام ترمذی نے اس کی تصحیح کی ہے جیسا کہ امام
حاکم اور ابن حبان کی تصحیح اور امام نسائی کا اس کی حدیث کو نقل کرنا۔

[illegible] اللہ تعالیٰ کی رحمت [illegible]
تقلید کرنے کا وبال اسی پر ہوگا جس نے بلا دلیل [illegible] تقلید کی ہے۔

(والحمد لله الذي بنعمته تتم الصالحات)

پھر اگر اللہ عزوجل نے توفیق بخشی تو نیت ہے کہ ایک مستقل مقالہ میں
اس مسئلے پر مکمل سیر حاصل بحث کروں گا۔ اللہ رب العزت اس امر کو آسان
بنائے اور خصوصی مدد فرمائے۔

فصل

بعض کلام کا خلاصہ

مذکورہ کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ عطیہ عوفی کی یحییٰ
بن سعید القطان، ابن سعد، ابن معین، ترمذی،
[illegible] اور ابن شاہین نے تعدیل کی ہے اور بعض متاخرین ان کے تابع
ہیں۔ نصب الرایۃ (۴/۶۶) میں ہے کہ
"ابن قطان نے عطیہ عوفی کو ضعیف اور ابن معین نے صالح کہا
ہے، لہٰذا حدیث حسن ہے۔"

حاصل کلام: جنھوں نے عطیہ عوفی میں کلام کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ
[illegible] وجوہ سے تھا

۱۔ الموضوعات میں ابن جوزی کا قول "ضعفه الكل" (سب نے اس کو ضعیف کہا)
۲۔ المیزان میں ذہبی کا قول "مجمع على ضعفه" (اس کے ضعف پر اجماع ہے)
۳۔ مختصر المستدرک (۲/۳۲۲) میں اس کا قول "واه" اور مصباح الزجاجة
میں البوصیری کا قول "متفق على ضعفه" (اس کے ضعف پر اتفاق ہے) واضح
[illegible] ہے اور اس رجل پر ظلم ہے۔ یہ اقوال واقع کے خلاف ہیں لہٰذا ان کی طرف
کوئی توجہ نہیں کی جائے گی کیونکہ رجل معتبر ہے اور نہ ہی اس کے ضعف
پر اجماع ہے اگر اہل علم کتب رجال میں گہری نگاہ سے دسترس حاصل نہیں کریں گے
[illegible] جائیں گے۔ واللہ المستعان۔

١- تدلیس، حالانکہ یہ دعویٰ قطعی طور پر صحیح نہیں۔ ۲- تشیع

۳- اس کی روایت میں کچھ کلام ہے۔

جن تینوں امور کے سبب عطیہ پر کلام کیا گیا ہے۔ تم پر واضح کر دیا گیا ہے کہ یہ تینوں امور حدیث کی قبولیت سے مانع نہیں۔

تو اس کی حدیث کو قبول کرنا اور اسے حسن لذاتہ سے اعتبار کرنا درست ٹھہرا، اس کی تصحیح اور تحسین مثل حافظ ابن حجر عسقلانی نے امالی الاذکار ۱/۲۷۱ میں کہا کہ عطیہ میں ضعف تشیع اور تدلیس کی جہت سے وارد ہے حالانکہ وہ رجل فی نفسہ صدوق ہے۔"

جب تم پر واضح ہو گیا کہ تدلیس کا دعویٰ صحیح نہیں اور تشیع کو اس کی روایت میں دخل ہی نہیں تو رجل بہرصورت صدوق ہے۔

اور حافظ ابن حجر نے عطیہ عوفی کے صدوق ہونے پر اصرار کیا ہے اور جو مدلسین کے نام علی بن المدینی نے النکت ۲/۶۴۳ میں جمع کیے ان کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے یعنی مدلسین کی دو قسمیں ہیں۔

١- وہ جو صدوق ہونے کے باوجود تدلیس سے موصوف ہیں۔

۲- جن کی تضعیف تدلیس کے علاوہ کسی اور وجہ سے کی گئی ہے۔

پھر اس نے عطیہ عوفی کو پہلی قسم میں ذکر کیا (۲/۶۴۳) یعنی جو اپنے صدق کے باوجود تدلیس سے موصوف ہیں، لہٰذا عطیہ ان کے نزدیک صدوق ٹھہرا اس وضاحت کے بعد بھی جب تم عطیہ عوفی کی تضعیف پاؤ تو جان لو کہ یقیناً یہ درست بات کے مخالف ہے۔

ہم نے عطیہ عوفی کی نصرت میں جو تحریر کیا مناسب ہے کہ اس کا نام "القول المستوفی فی الانتصار لعطیة العوفی" رکھ لو۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

۲۰۵

فصل

(روایت) ثالثہ کے بارے میں: موقوف کو مرفوع پر ترجیح دینا۔

ابن ابی حاتم نے العلل ۲/۲۴۳ (۸) میں کہا ہے۔

… تنبیہ

جب حافظ … امام عطیہ عوفی پر کلام کے دروازے کو قطعی طور پر بند کرنے … ہے تو صاحب "الکشف والتبیین" ص ۲۴ کی بات نہیں بچی جائے گی اس نے … قبول کے اعتراف اور حافظ رحمہ اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرنے کی بجائے اس سے پہلوتہی کی اور حافظ کی امالی الاذکار پر تنقید کرنے لگا جیسا کہ ان لوگوں کی عادت … ہے کہ حافظ کے وقت کتابوں پر تنقید کرتے ہیں تو جب وہ حافظ کی تصحیح و تحسین کا رد کرنا چاہتے ہیں تو اس پر تساہل کی تہمت لگا دیتے ہیں کہ اس کی کتاب … ایسی ویسی باتیں ہیں اور جب وہ کسی صحیح حدیث پر واقف ہوتے ہیں … الگ ان کے عقائد و اعمال کے موافق نہیں ہوتی تو یوں کہتے ہیں "یہ صحیحین میں نہیں۔ اس کو نہ امام احمد نے نقل کیا نہ موطا نے اور نہ ہی سنن اربعہ میں ہے اور یہ ان کتابوں میں ہے جن کو ضعیف لوگوں نے روایت کیا ہے، جیسے دارقطنی … بزار … الخ اور یہ کلام خود بخود غلط ہے جس کو غلط قرار دینے کی ضرورت نہیں … ہم نہیں دیکھتے ہیں کہ وہ کلام کرتے کہ امالی الاذکار پر طعن کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ … جرأت ہے … جرأت ہے جیسا کہ جنگ پڑ جائے … یعنی بلا دلیل دعویٰ ٹھونس دینا اور ایسی کتاب پر جھگڑنا ہے جو اس فن کی معتمد کتاب ہے جس پر کبار حفاظ متقدمین تحریر کرتے ہیں لیکن تعصب سے جاہل … اس سے … لکھتا ہے۔ واللہ المستعان۔

میں نے اپنے والد سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا جس کو یحییٰ بن صالح بن مسلم نے فضیل بن مرزوق سے انھوں نے عطیہ سے انھوں نے حضرت ابو سعید سے روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إذا خرج الرجل من بيته فقال: اللهم بحق السائلين عليك وبحق ممشاي (الحديث)

اور اس کو ابو نعیم نے فضیل سے انھوں نے عطیہ سے انھوں نے حضرت ابو سعیدؓ سے موقوف روایت کیا تو میرے والد نے کہا "موقوف أشبه"

(اس کا موقوف ہونا محفوظ ہے)

اور علامہ ذہبی نے (المیزان) میں اس کی تائید کی۔

ہم کہتے ہیں کہ محض تقلید کی بنا پر موافقت کے اعلان میں جلدی نہ کرو جیسا کہ چند لوگوں نے ایسا کیا۔ مثلاً

بشیر السہسوانی "صیانۃ الانسان" میں، البانی "الضعیفۃ" (۱/۲۰) میں حماد الانصاری "المفہوم الصحیح للتوسل" میں، تو پھر ہم کیونکہ حدیث کی روایت میں فضیل بن مرزوق پر اختلاف ہے تو یہ یقیناً مرفوع بھی روایت ہے اور موقوف بھی۔

مرفوع روایت کرنے والے محدثین

اس حدیث کو مرفوعاً روایت کرنے والے چھ محدثین ہیں۔

۱۔ یحییٰ بن ابی بکیر۔

اسے امام بغوی نے حدیث علی بن الجعد (صفحہ ۲۹۲) میں اور امام بیہقی "الدعوات الکبیر (ص ۴۷)" میں نقل کیا۔

۲۔ محمد بن فضیل بن غزوان۔

اسے ابن خزیمہ نے التوحید (۱۷) میں ذکر کیا۔

۳۔ سلیمان بن حیان ابو خالد الاحمر

اس کو بھی ابن خزیمہ نے التوحید (صفحہ ۱۸) میں بیان کیا۔

۴۔ عبداللہ بن صالح العجلی۔

اس کو شیخ طبرانی نے الدعاء (۲/۹۹۰) اور ابن السنی نے (صفحہ ۴۰) میں ذکر کیا

۵۔ الفضل بن الموفق۔

اس کو ابن ماجہ (۱/۲۵۶) نے نقل کیا۔

۶۔ یزید بن ہارون۔

امام احمد نے المسند (۳/۲۱) امام البغوی نے حدیث علی ابن الجعد (۲۹۲) اور محمد بن یحییٰ نے (جیسا کہ مصباح الزجاجۃ (۱/۹۹) میں ہے) یزید بن ہارون کے طریق سے روایت کیا کہ ہم کو فضیل بن مرزوق نے خبر دی عطیہ عوفی سے انھوں نے ابی سعید خدری سے تو میں نے فضیل سے کہا کیا اس کو آپ مرفوع کہتے ہیں؟ تو انھوں نے کہا "أحسب قد رفعه" (میرے خیال میں مرفوع ہی ہے) پھر حدیث کو مرفوعاً ذکر کر دیا۔

ہم کہتے ہیں: یہ خیال قابل ترجیح ہے جس کی تقویت حرف (قد) سے ہوتی ہے، کیونکہ وہ حرف تحقیق ہے وہ یہاں ماضی پر داخل ہو کر اس کو حال کے قریب کر دیا۔ تو اسی بناء پر بہر صورت یزید بن ہارون کی روایت مرفوع کی تقویت ہے اور ان متاخرین حفاظ نے حدیث پر کلام کیا، وہ ان کا قول ہے۔

موقوف روایت کرنے والے محدثین

اس حدیث کو دو محدثین نے فضیل ابن مرزوق سے موقوف روایت کیا۔

(العجلی بھی ثقہ ہیں اور امام بخاری کے رجال میں سے ہیں تو انہی کا قول معتبر ہوگا) تو اس حدیث کا مرفوع ہونا ہے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

ان کے بعد اسے موقوف ماننے اور اس کو ترجیح دینے والے کے قول کی بات ہرگز توجہ نہ دی جائے کیونکہ قواعد حدیث (جو ترجیح دینے والے ہیں) نے اس کے مرفوع ہونے کو ترجیح دے دی ہے۔ متعدد احادیث مرفوعہ ایسی ہیں جن کو ابو حاتم رازی نے موقوف بہت سی متصل احادیث کو مرسل اور بہت سی احادیث صحیحہ کو ضعیف قرار دیا، تو اختلافات محدثین کے وقت یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ قواعد حدیث کس کی بات کو مستحکم کرتے ہیں۔

بہت بڑا المیہ ہے کہ صاحب "الکشف والتبیین" (۲۳-۲۴) نے وکیع بن الجراح اور فضیل بن غزوان اور عبداللہ بن صالح العجلی اور الفضل بن الموفق کے درمیان اختلاف کو ظاہر کیا اس اعتبار سے کہ وکیع اور فضیل نے حدیث کو موقوف اور عبداللہ اور فضل نے مرفوع روایت کیا۔

حالانکہ یہ غلطی ہے بلکہ واضح مغالطہ ہے جس کی چند امور سے وضاحت ان بیان ہے۔

۱- فضیل بن غزوان کا یہاں کوئی دخل ہی نہیں۔

۲- یحییٰ بن ابی بکیر نے اس کو ترجیح دیتے ہوئے کتاب کے حاشیہ میں نقل کیا اور اس حدیث کے مرفوع ہونے میں متفق محدثین کا ذکر تک نہیں کیا جو واضح مذاق ہے۔

۳- صاحب "الکشف والتبیین" نے حدیث کو مرفوع روایت کرنے والے چند محدثین کے نام کو بیان نہیں کیا۔

معلوم نہیں کہ ایسے لوگ تصنیف کی جسارت کیوں کرتے ہیں جبکہ...

۱- ابو نعیم الفضل بن دکین

انہوں نے اس کو (الصلوٰۃ) میں نقل کیا جیسا کہ (ذمانی الاذکار ...) میں ہے۔

۲- وکیع بن الجراح

اس کو ابن ابی شیبہ نے (المصنف ۱۰/۲۱۱-۲۱۲) میں ذکر کیا۔

محدثین کے دو مسالک

اس مسئلے میں محدثین کے دو مسالک ہیں اور دونوں سے ہی اس کے مرفوع ہونے کو تقویت ملتی ہے۔

پہلا مسلک:- رفع زیادۃ ثقہ کا اضافہ ہے اور یہ مقبول ہے کیونکہ حکم اس پر ہوتا ہے جو اضافہ لائے۔ یہ خطیب بغدادی اور فقہ اصول اور حدیث کے آئمہ کی ایک پوری جماعت کا مذہب ہے۔

دوسرا مسلک: دوسرا مسلک یہ ہے کہ ترجیح قرائن کے اعتبار سے ہو اور یہ بھی مرفوع کے حکم کو مضبوط کرتی ہے کیونکہ حدیث کو مرفوع روایت والے تعداد میں ان سے زیادہ ہیں جنہوں نے اس کو موقوف روایت کیا۔

اسے مرفوع روایت کرنے والے چھ اور موقوف روایت کرنے والے صرف دو ہیں۔

حقیقت ہے کہ الفضل بن دکین اور وکیع دونوں ثقہ امام ہیں لیکن ان کے مقابلے میں یزید بن ہارون اور یحییٰ بن ابی بکیر بھی انتہائی ثقہ امام ہیں اور ان کی تائید میں ابن غزوان بھی ثقہ ہیں جن کو ایک جماعت نے حجت مانا اور اسی طرح سلیمان بن حبان کو بھی جماعت نے حجت تسلیم کیا ہے۔

دعوؤں کیلئے یا اپنے سود و تجارت کے لیے ؟؟ ۔ واللہ المستعان

ایک غلطی کا تدارک

تعجب ہے البانی پر کہ اس نے "الضعیفۃ" میں عطیہ یا ابن مرزوق سے اضطراب کا دعوی کیا، کیونکہ وہ مرفوع اور موقوف دونوں طرح لایا ہے جو کہ سخت غلطی ہے۔

کیونکہ اضطراب اس وقت ہوتا ہے جب وجوہات برابر ہوں اور حال متساوی نہ ہو تو وہاں ترجیح ممکن ہوتی ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ لہٰذا کوئی [illegible] نہیں۔ ہم نے اس حدیث پر البانی سے پہلے کسی کی ایسی گفتگو نہیں پائی۔ واللہ [illegible]

فصل

حدیث عطیہ کے لیے ایک اور شہادت جس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

ابوبکر ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" (ص ۳۰-۳۰) میں کہا:

ہم سے ابن منیع نے، ان سے حسن بن عرفہ نے، ان سے علی بن ثابت الجزری نے، ان سے وازع بن نافع العقیلی نے، ان سے ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے، ان سے جابر بن عبداللہ نے بیان کیا کہ مؤذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مسجد کو جاتے تو کہتے :

"بسم اللہ، آمنت باللہ، توکلت علی اللہ، لا حول ولا قوۃ إلا باللہ، اللھم بحق السائلین علیک، وبحق مخرجی ھذا، فإنی لم أخرج أشرا ولا بطرا ولا ریاء ولا سمعۃ، خرجت ابتغاء مرضاتک واتقاء سخطک، أسألک أن تعیذنی من النار وتدخلنی الجنۃ۔"

اس روایت کی سند میں وازع بن نافع العقیلی سخت ضعیف ہے۔ اسی [illegible] نے "نتائج الافکار" (۱/۲۷۱) میں کہا: یہ حدیث سخت ضعیف ہے۔ اس کو امام دارقطنی نے اسی لیے "الافراد" میں نقل کرتے ہوئے کہا اس [illegible] وازع منفرد ہے۔

[illegible] تحقیق

علامہ شیخ محمد زاہد الکوثری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے "مقالات" (ص ۳۹۵) میں اس حدیث پر کلام کرتے ہوئے کہا: عطیہ عوفی حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے منفرد نہیں بلکہ ابو الصدیق حضرت [illegible] سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ عبدالحکم بن ذکوان کی روایت میں عطیہ [illegible] متابع ہیں اور وہ ابن حبان کے نزدیک ثقہ ہیں۔ اگرچہ ابو الفرج نے اس [illegible] "العلل" میں اسے معلل کیا۔

تو البانی نے اس کا تعاقب کرتے ہوئے "الضعیفۃ" (۱/۳۷) میں کہا کہ شیخ کوثری اس میں اپنے تشدد کا اعتراف کرتے ہوئے ابن حبان کی توثیق [illegible] اعتماد کی جانب لوٹ آئے جیسا کہ ان کے بارے میں ذکر گزرا۔ ابن معین کا قول ابن ذکوان کے بارے میں یہ ہے "لا أعرفه" (میں اسے نہیں جانتا) [illegible] جرح و تعدیل کے امام اس کو نہیں جانتے تو ابن حبان اسے کس طرح معروف کہتے ہیں؟

تو واضح ہوا کہ جہالت راوی کے سبب اس متابع کی کوئی وقعت نہیں۔ تو ابو الفرج کا حدیث کو معلل کہنا حق ہے جس پر مصنف کے ہاں کوئی غبار نہیں۔

اوہام کا مجموعہ

ہم کہتے ہیں: یہ کلام کئی اوہام پر مشتمل ہے۔

یہ متابعت ہے ہی نہیں اور یہ عبدالحکم ابن عبداللہ القسملی ہیں نہ کہ ابن ذکوان اور امام ابن جوزی نے "العلل المتناہیۃ" (۱/[illegible]

میں کہا ہے۔

أنبأنا علي بن عبيد الله قال أنبأنا علي ابن احمد الشداني قال ونا الحسن بن عثمان بن بكر قال: نا عبد الله بن عبد الرحمن العسكري قال: نا عبد الملك بن محمد قال: نا سهل بن سعيد ابن ابي تمام بن رافع قال: نا عبد الحكم القسملي عن ابي الصدیق عن ابي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال

بشر المشائين في الظلم الى المساجد بالنور التام يوم القيامة۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اندھیرے میں مسجد جانے والوں کو قیامت کے دن نور تام کی خوشخبری دو۔

اور اسی کو عبد الحکم بن عبد اللہ قسملی کی روایت سے ابو یعلی نے مسند ۳/۳۹۱ میں نقل کیا۔

اور ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۲/ ۳۰) میں کہا کہ اس کو ابو یعلی نے روایت کیا اور اس میں عبد الحکم بن عبد اللہ ہے جو ضعیف ہے اور اسی رجل کو ابن حبان نے "المجروحین" ۲/ ۱۴۳ میں ذکر کرتے ہوئے کہا کہ:

"اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں بطور تعجب"۔ اور بھی ائمہ نے اس کی تضعیف کی۔

۴۔ علامہ البانی کے نزدیک عبد الحکم سے مراد عبد الحکم بن

...ی ہو تو بھی لازم ہے کہ حدیث کی تحسین کرے کیونکہ اس کو ثقہ کہتا ہے عبد الحکم بن ذکوان کی ابن حبان نے توثیق کی اور اس سے اہل بصرہ نے روایت کی اور ان کے ساتھ تین ثقہ حفاظ کرام بھی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

امام ابو داؤد الطیالسی، مروان بن معاویۃ الفزاری اور ابو عمر حفص بن عمر الحوضی یا الخوضی اور ابن ابی حاتم نے "الجرح والتعدیل" ۳/ ۳۵/۶ میں اس کے متعلق کہا:

میں نے والد سے اس کے بارے میں پوچھا تو کہا بصری ہے۔ میں نے کہا بصرہ والوں میں سے زیادہ مجہول ہیں یا عبد الحکم القسملی صاحب انس؟ تو کہا شیخ (یعنی یہ زیادہ مجہول ہے)

اور حافظ بوصیری نے "زوائد ابن ماجہ" ۴/ ۱۲۵ میں اس کی حدیث کی تحسین کی۔

حاصل یہ ہوا کہ رجل کی حدیث اگر حسن لذاتہ نہ بھی ہو تو حسن لغیرہ ضرور ہے اگرچہ سخت تعصب سے بھی دیکھی جائے اور البانی اس معاملے میں ملزم ہے۔ واللہ اعلم۔

۔ البانی کا قول کہ "جب امام الجرح والتعدیل کے ہاں وہ معروف نہیں تو ابن حبان کے ہاں کیسے معروف ہو گا؟"

ہم کہتے ہیں: اس کو ابن حبان سے قبل حافظ کبیر ابو حاتم رازی نے بھی معروف کہا ہے۔ عالم جاہل پر حجت ہوتا ہے اور البانی کا یہ قول کسی ایک نے بھی نہیں بیان کیا یہاں تک کہ اس فن کا ابتدائی طالب علم بھی ایسا نہیں کہہ سکتا۔

۲۔ البانی کا قول کہ "راوی کی جہالت کے سبب اس متابعت کی کوئی

وقعت نہیں۔

ہم کہتے ہیں اگر یہ غلطی اور بے تکی بات ہے اور ائمہ کے قول "لا نعرفہ" (ہم اسے نہیں جانتے) اور راوی پر جہالت کے حکم کے درمیان بہت بڑا فرق ہے [حافظ ابن حجر] نے "اللسان" ۱/ ۴۲۲ میں اسماعیل الصفار کے حالات میں بیان کیا: "ائمہ کی عادت ہے کہ وہ ایسے الفاظ سے تعبیر کرتے رہتے ہیں کہ "لا نعرفہ" (ہم اسے نہیں جانتے) یا "لا نعرف حالہ" ہم اس کے حال سے واقف نہیں اور کسی پر جہالت کا حکم زائد عبارت کے علاوہ واقع نہیں ہوتا۔ ہاں اس پر اطلاع پانے والا یا مہارت کہہ دینے والا ہی ایسا کر[سکتا ہے]" اب یہی کلام کافی ہے۔ ہم اللہ تعالیٰ سے حفظ و امان کی بھیک مانگتے ہیں۔

خلاصۂ کلام حاصل کلام یہ ہے کہ جس علتِ واحدہ کے سبب اس حدیث "اللّٰهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ ..." کو معلل کیا گیا ہے، وہ غیر مقبول ہے اور یہ قواعد حدیث کے سامنے ایسی ایک علت نہیں ٹھہر سکتی۔

اب ہر انصاف پسند پر یوں کہنا لازم ہوگا کہ جن حفاظ نے حدیث کو حسن کہا ہے مثلاً دمیاطی، المقدسی، عراقی اور عسقلانی اور ان سے پہلے امام الائمہ ابن خزیمہ نے کہا اور اس کی تصحیح کی ہے۔ یقیناً ان سب کی بات حق اور بلا شک ان کی حلیت ہے اور قواعد حدیث انہی کی تائید میں ہیں۔

(واللہ عزوجل اعلم بالصواب)

حدیث ۷

إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ بِأَرْضِ فَلَاةٍ فَلْيُنَادِ يَا عِبَادَ اللّٰهِ احْبِسُوا عَلَيَّ فَإِنَّ لِلّٰهِ فِي الْأَرْضِ حَاضِرًا سَيَحْبِسُهُ عَلَيْكُمْ

جب تم میں سے کسی کا جانور جنگل میں گم ہو جائے تو وہ یوں پکارے یا عباد اللہ احبسوا علی "اے اللہ کے بندو! مجھے روک لو، تو یقیناً زمین میں اللہ کا بندہ موجود ہوتا ہے جو جلد ہی وہ تمہیں لوٹا دے گا۔"

طبرانی نے المعجم الکبیر ۱۰/ ۲۶۷ میں کہا:

بیان سند ہم سے ابراہیم بن نائلۃ الاصبہانی نے، ہم سے حسن بن عمر بن شقیق نے، ہم سے معروف بن حسان السمرقندی نے، سعید بن ابی عروبۃ سے، قتادہ سے، عبداللہ بن بریدۃ سے بیان کیا کہ عبداللہ بن مسعود نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"إِذَا انْفَلَتَتْ دَابَّةُ أَحَدِكُمْ ... الخ"

اور اس کو ابو یعلی نے المسند ۹/ ۱۷۷ میں اور ابن السنی نے عمل الیوم واللیلۃ ص ۱۶۲ میں اسی طریق سے روایت کیا اور ہیثمی نے مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۳۲ میں اس حدیث کو ابو یعلی اور طبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا: "اس کی سند میں معروف بن حسان ضعیف ہے۔"

اور حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار (شرح ابن علان: ۵/ ۱۵۰) میں اس حدیث کو ابن السنی اور طبرانی کی طرف منسوب کرنے کے بعد کہا "سند میں ابن بریدۃ اور ابن مسعود کے درمیان انقطاع ہے۔"

اس کے باوجود بھی حدیث کے درج کئی اور طرق ہیں جو حدیث کو تقویت دیتے ہیں اور اس کو ضعف سے ایسے حسن کی طرف منتقل کرتے ہیں جو مقبول اور معمول بہ ہے۔

طبرانی نے المعجم الکبیر ۱۷/ ۱۱۷ میں عبدالرحمن بن شریک کے طریق سے

نقل کرتے ہوئے کہا :

حدثني أبي عن عبد الله بن عيسى عن زيد بن علي عن عتبة بن غزوان عن نبي الله صلى الله عليه وسلم قال: إذا أضل أحدكم شيئا أو أراد عونا وهو بأرض ليس بها أنيس فليقل: يا عباد الله أعينوني، أغيثوني، فإن لله عبادا لا نراهم.

(مجھ سے میرے باپ نے عبد اللہ بن عیسیٰ سے ان سے زید بن علی نے ان سے عتبہ بن غزوان نے بیان کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی آدمی کوئی چیز گم کر بیٹھے یا مدد لینے کا ارادہ کرے جبکہ وہ ایسی جگہ ہو جہاں اس کا کوئی غمخوار نہیں تو یوں کہے یا عباد اللہ أعینونی أغیثونی اے اللہ کے بندو! مدد کرو اور میری فریاد سنو! یقیناً اللہ کے ایسے بندے ہیں جنکو تم نہیں دیکھتے اور یہ مجرب ہے

میں کہتا ہوں: اس کی سند میں ضعف اور انقطاع ہے۔

حافظ ہیثمی نے المجمع الزوائد (١٠/١٣٢) میں کہا "اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس کے رجال کی توثیق ہے مگر بعض میں ضعف ہے اس کے علاوہ زید بن علی نے عتبہ کو بھی نہیں پایا۔"

حافظ ابن حجر نے اس کے اعلال میں فقط انقطاع پر اکتفا کیا اور تخریج الاذکار میں کہا: "اس کو طبرانی نے منقطع سند کے ساتھ عتبہ بن غزوان سے مرفوعاً نقل کیا۔

٣- ابن ابی شیبہ نے (المصنف ١٠/٤٢٤ : ٩٧٢٥) میں نقل کیا۔

ہم سے یزید بن ہارون نے بیان کیا کہ ہمیں محمد بن اسحاق نے أبان بن صالح سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:-

إذا نفرت دابة أحدكم أو بعيره بفلاة من أرض لا يرى بها أحدا فليقل: أعينوني عباد الله فإنه سيعان.

جب تم میں سے کسی کا جانور یا اونٹ ایسے جنگل میں بھاگ گیا کہ وہ وہاں کسی کو نہیں دیکھتا تو یوں کہے "أعینونی عباد اللہ" اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو! تو یقیناً جلد ہی اس کی مدد کی جائے گی۔

میں کہتا ہوں: یہ مرسل ہے۔ اگر محمد بن اسحاق کا عنعنہ (عن سے روایت) نہ ہوتا تو حدیث حسن الاسناد ہوتی۔

ایک شبہ کا ازالہ

البانی نے مذکورہ حدیث کو (الضعیفة ٢/١٠٩) میں اعضال سے معلل[1] کیا۔ یعنی اس کو معضل[2] کہا۔ حالانکہ یہ صریح غلطی ہے کیونکہ أبان بن صالح چھوٹی عمر کے تابعین میں سے ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

٤- البزار نے اپنی مسند میں نقل کیا (کشف الأستار ٤/٣٣-٣٤) حدثنا موسى بن إسحاق ثنا منجاب ...

---

[1] معلل وہ حدیث ہے جو بظاہر علت سے محفوظ ہوتی ہے کیونکہ اس میں صحت کی تمام شرطیں موجود ہوتی ہیں۔ لیکن اس میں کوئی علت خفیہ قادحہ ہوتی ہے جس پر فن حدیث کے ماہر علماء ہی واقف ہوتے ہیں۔

[2] معضل وہ حدیث ہے جس کی سند سے صحابی سے پہلے مسلسل دو یا دو سے زیادہ راوی ساقط ہوں جیسے امام مالک کہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اس کا دوسرا نام منقطع ہے۔

بن الحارث ثنا حاتم بن
إسماعيل عن أسامة بن زيد
عن أبان بن صالح عن مجاهد
عن ابن عباس أن رسول الله
صلى الله عليه وسلم قال
إنّ لله ملائكة في الأرض سوى
الحفظة يكتبون ما يسقط من
ورق الشجر فإذا أصاب أحدكم
عرجة بأرض فلاة فليناد
أعينوا عباد الله۔

سوائے کراماً کاتبین یا حفظہ کے [illegible] بھی اللہ کے فرشتے ہیں جو [illegible] سے گرنے والے پتوں کو [illegible] ہیں تو جب تم میں سے کسی کو جنگل [illegible] کوئی مصیبت آن [illegible] تو یوں پکارے: أعينوا عباد الله [illegible] اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔

حافظ ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۱۰/۱۳۲) میں کہا [illegible] بزار نے روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں۔

حافظ ابن حجر نے تخریج الاذکار (شرح ابن [illegible] ۵/۱۵۱) میں حسن الاسناد غریب جداً کہا۔ حافظ کا اس کی تحسین پر اکتفا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسامہ بن زید اللیثی اس سند میں موجود [illegible] جن میں اختلاف ہے۔

اور امام بیہقی نے بھی شعب الایمان میں ابن عباس سے بھی اس کو نقل کیا ہے لیکن وہ موقوف ہے جو کہ جعفر بن عون کے طریق سے ہے کہ ہم سے اسامہ بن زید نے ابان بن صالح سے، انہوں نے مجاہد سے، انہوں نے ابن عباس سے اس کو بیان کیا۔

البانی کی غلطی اور اس کا محاسبہ

البانی نے (الضعیفہ ۲/۱۱۲) میں ابن عباس کے مرفوع طریق کو اس موقوف کے سبب معلل کیا اور کہا: جعفر بن عون، حاتم بن اسماعیل سے زیادہ ثقہ ہے۔ اور مخالفت کے سبب حدیث میرے نزدیک معلول ہے اور راجح اس کا موقوف ہونا ہی ہے۔

میں کہتا ہوں: یہ قاعدہ غلط ہے جس کی وضاحت دو امور میں کی گئی ہے۔

علم حدیث میں یہ اصول مقرر ہے کہ جب مرفوع اور موقوف میں تعارض ہو تو حکم مرفوع کے لیے ہوتا ہے۔ امام نووی نے مقدمہ شرح مسلم ۱/۳۲ میں کہا:

جب ایک روایت کو بعض ثقہ ضابط لوگ متصل روایت کریں اور بعض مرسل، یا بعض موقوف اور بعض مرفوع، یا وہ اسے کبھی موصول مرفوع اور کبھی مرسل یا موقوف روایت کریں تو صحیح وہی ہے جو محققین محدثین نے، فقہا اور اصحاب اصول نے کہا اور خطیب بغدادی نے بھی اس قاعدہ کو صحیح بتایا کہ

إنّ الحكم لمن وصله أو رفعه
سواء كان المخالف له مثله
أو أكثر وأحفظ لأنه زيادة
ثقة وهي مقبولة

حکم اسی کے لیے ہوگا جس نے اس کو موصول یا مرفوع روایت کیا ہے چاہے اس کا مخالف اس کی مثل یا اکثر اور احفظ ہی کیوں نہ ہو کیونکہ وہ ثقہ کا اضافہ ہے جو مقبول ہے۔"

اور ابن عبد الہادی نے "التنقیح" (۱/۳۵۰ طبع مصر) میں اسی کی تصریح

کی ہے۔

۲۔ حاتم بن اسماعیل حدیث کو مرفوع روایت کرنے میں منفرد نہیں، کہ محمد بن اسحاق اس کے موافق ہے، جس کی مرفوع روایت کی ہوئی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی پہلی حدیث پر بطور شاہد گزر چکی ہے۔

اس مقام پر یوں کہنا ہی مناسب ہوگا کہ ابان بن صالح کبھی حدیث کو مرفوع روایت کرتے ہیں اور کبھی ۔۔۔ کا ذکر نہیں کرتے۔ اس طرح کی مثالیں ملتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

البانی کا مرفوع طریق کو موقوف کے سبب معلل قرار دینا ایک ۔۔۔ کوشش ہے اور کوئی ایسی علت قابل سماعت نہیں جس سے وہ ۔۔۔ اور اس کے حکم سے بچنا ہونے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اگرچہ قواعد ۔۔۔ کی مخالفت ہی کیوں نہ ہو جائے۔ (فالله هو مقدر ذلك)

حاصل کلام مذکورہ بیان سے واضح ہو گیا کہ حدیث جید مقبول ہے اور ۔۔۔ "تیسری حدیث جو بطور شاہد پیش کی گئی ہے" وہ بہر صورت "حسن الإسناد لذاته" ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

فائدہ جب حدیث سند ضعیف سے وارد ہو تو وہ اس وقت مقبول ہو جاتی ہے جب اُمت اسے قبول کرے اور وہ صحیح اور حسن سے عام ہوتی ہے اور جب اس پر بعض ائمہ کا عمل بھی ہو تو ان کے عمل سے حدیث کو تقویت ملتی ہے، جیسا کہ ہماری پیش کردہ مذکورہ حدیث۔

حافظ بیہقی نے (السنن الکبریٰ ۳/۵۲) میں صلوٰۃ التسبیح والی حدیث بیان کرنے کے بعد کہا: کہ "عبداللہ بن مبارک اس کو پڑھا کرتے تھے اور صالحین ایک دوسرے سے اس کو سیکھا کرتے تھے۔ تو اس وجہ سے

۔۔۔ مرفوع کی تقویت ہوئی۔"

اور بیہقی کے شیخ امام حاکم نے بھی (المستدرک ۱/۳۲۰) میں اسی ۔۔۔ اور اس حدیث پر آئمہ نے عمل بھی کیا ہے اور تجربہ بھی۔ دیکھئے ذیل نمبر ۔۔۔ "المسائل" "شعب الایمان" از حافظ بیہقی میں ہے کہ حضرت عبداللہ ۔۔۔ امام احمد نے کہا کہ میں نے اپنے والد محترم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

حججت خمس حجج منها	"میں نے پانچ حج کیے جن میں سے دو
ثنتين راكبا وثلاثة ماشيا	سواری پر اور تین پیادہ، یا دو پیادہ
أو اثنتين ماشيا وثلاثة راكبا	اور تین سواری پر۔ تو میں ایک پیادہ
فضللت الطريق في حجة وكنت	حج کے سفر میں راستہ بھول گیا تو میں
ماشيا فجعلت أقول يا عباد الله	یوں پکارنے لگا: اے اللہ کے بندو!
دلوني على الطريق، فلم أزل أقول	مجھے رستہ بتاؤ تو میں یہی کہتا رہا یہاں
ذلك حتى وقعت على الطريق	تک کہ مجھے رستہ مل گیا۔"

أو كما قال أبي۔

۱۔ ابوالقاسم الطبرانی نے (المعجم الکبیر ۱۰/۱۷۷) میں حدیث نقل کرنے کے بعد کہا: "وقد جرب ذلك" (یہ مجرب ہے)

۲۔ امام نووی نے (الاذکار ص ۲۳۱) میں حدیث ذکر کرنے کے بعد ۔۔۔ کہ مجھ سے ایک بہت بڑے علامہ شیخ نے بیان کیا کہ اس کا خچر گم ہو گیا اور وہ اس حدیث کو جانتے تھے تو انہوں نے وہی (حدیث والے) الفاظ کہے تو اللہ نے اسی وقت ان کو ملا دیا اور میں ایک مرتبہ ایک جماعت کے ہمراہ تھا تو ایک چارپایہ گم ہو گیا اور لوگ اس کی تلاش سے تھک گئے تو میں نے وہی حدیث والے الفاظ پڑھے تو چارپایہ مل گیا۔

حالانکہ ان الفاظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں کہا تھا۔"

خلاصہ حاصل کلام یہ ہے کہ تحقیق کرنے والے کے لیے اس حدیث کی تقویت میں دو صورتیں ہیں۔

۱۔ اس کی تقویت شواہد سے ہو تو بلاشبہ یہ حدیث حسن ہوگی۔

۲۔ امت کے عمل سے اس کی تقویت ہو۔

اور دونوں صورتیں ایک دوسرے سے قوی ہیں اور اللہ اعلم بالصواب۔

حدیث ۸

لیأتین علی الناس زمان یخرج الجیش من جیوشهم فیقال هل فیکم احد صحب محمدا؟ فتستنصرون به فتنصروا ثم یقال هل فیکم من صحب محمدا؟ فیقال لا فمن صحب أصحابه؟ فیقال لا فیقال من رأی من صحب أصحابه؟ فلو سمعوا به من وراء البحر لأتوه۔

لوگوں پر ایک زمانہ ضرور ایسا آئے گا کہ ان میں سے ایک گروہ نکلے گا، کہا جائے گا کہ کیا تم میں سے کوئی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی ہے جس کے توسل سے تم مدد طلب کرو اور تمہاری مدد کی گئی ہو؟ پھر کہا جائے گا کیا تم میں سے کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟ تو جواب ملے گا نہیں، یا کوئی ایسا ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی صحبت حاصل ہو؟ کہا جائے گا نہیں، پھر پوچھا جائے گا کوئی ایسا ہو جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کی صحبت

پانے والے کو دیکھا ہو؟ اگر وہ لوگ سمندر کے دوسرے کنارے بھی ایسے شخص کے متعلق سن لیں تو اس کو لے آئیں۔"

ابو یعلی الموصلی نے اپنی (المسند لابی یعلی ۴/۱۳۲) میں کہا:

حدثنا عقبہ، حدثنا یونس، حدثنا سفیان الاعمش عن ابی سفیان، عن جابر، ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال "لیأتین علی الناس زمان یخرج الجیش ..... الخ

توثیق سند اس کی سند صحیح ہے۔

اعمش اگرچہ مدلس[1] ہے لیکن ان کے مرتبہ ثانیہ میں شمار ہوتا ہے جن کی حدیث مقبول ہے چاہے سماع کی تصریح کریں یا نہ کریں۔

اور ابو یعلی نے (المسند ۴/۲۰۰) میں ملتے جلتے الفاظ سے ایک اور روایت کی۔

حدثنا ابن نمیر، حدثنا محاضر، عن الاعمش عن ابی سفیان عن جابر قال: سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول۔

یبعث بعث فیقال لهم: هل فیکم احد صحب محمدا؟ فیقال: نعم فیلتمس فیوجد

ایک ایسا گروہ نکلے گا جس سے کہا جائے گا: کیا تم میں کوئی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے؟ جواب ملے گا

---

[1] مدلس ایسے راوی کو کہتے ہیں جو حدیث بیان کرتے وقت اپنے شیخ کا نام نہ لے بلکہ اوپر والے شیخ کا نام اس طرح لے جیسے اس نے خود ان سے سماع کیا ہو۔

الرجل فيستفتح فيفتح عليهم ثم يبعث بعث فيقال: هل فيكم من رأى أصحاب محمد؟ فيلتمس فلا يوجد حتى لو كان من وراء البحر لأتيتموه، ثم يبقى قوم يقرؤون القرآن لا يدرون ما هو"

جی ہاں، تلاش کرنے سے ایک آدمی ملے گا جو فتح مانگے گا تو انھیں فتح نصیب ہوگی، پھر ایک اور گروہ آئے گا تو پوچھا جائے گا کیا تم میں کوئی ہے جس نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کو دیکھا ہو؟ تلاش کریں گے لیکن نہیں ملے گا یہاں تک کہ اگر وہ دریا کی دوسری طرف بھی ہو تو اسے لے آئیں، پھر ایک باقی ... جو قرآن پاک تو پڑھے گا لیکن مفہوم سے آگاہ نہیں ہوگی۔ یہ سند بھی صحیح ہے

ہیثمی نے (مجمع الزوائد: ۱۰/۱۸) میں کہا کہ

اس کو ابو یعلیٰ نے دو طریق سے روایت کیا اور دونوں کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے جس سے نیک لوگوں کے ساتھ وسیلہ کا مستحب ثابت ہوتا ہے۔

حدیث ۹

"كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح بصعاليك المهاجرين"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقراء مہاجرین کے سبب سے فتح طلب کیا کرتے تھے۔"

طبرانی نے المعجم الکبیر ۱/۲۹۲ میں کہا۔

"حدثنا محمد بن إسحاق بن راهويه، ثنا أبي، ثنا عيسى بن يونس، حدثني أبي عن أبيه عن أمية بن عبد الله بن خالد بن أسيد قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح بصعاليك المهاجرين"

پھر ایک اور سند میں یوں بیان کیا۔

حدثنا عبد الله بن محمد بن عبد العزيز البغوي ثنا عبيد الله بن عمر القواريري ثنا يحيى بن سعيد عن أبي إسحاق عن أمية بن خالد قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يستفتح بصعاليك المهاجرين"

پھر اس کو قیس بن الربیع عن ابی اسحاق عن المہلب بن ابی صفرۃ عن امیۃ بن خالد کے طریق سے اسی طرح مرفوعاً روایت کیا۔

حافظ ہیثمی نے (مجمع الزوائد ۱۰/۲۶۲) میں کہا کہ:

"اس کو طبرانی نے روایت کیا اور یہی روایت کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔"

مصنف کی رائے

امیہ بن عبداللہ بن خالد تابعی ہے اور اس کو صحیح میں نقل نہیں کیا گیا لیکن یہ ثقہ ہے اگر ابو اسحاق السبیعی کا عنعنہ نہ ہو جس کا مدلسین کے تیسرے طبقے میں ذکر آیا ہے۔ تو حدیث مرسل صحیح الاسناد ہوگی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیث ۱۰

لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله، ولكن ابكوا عليه إذا وليه غير أهله.

دین پر مت رویا کرو جب اس کا والی اہل دین ہو لیکن اس وقت دین پر [illegible] کرو جب اس کا والی [illegible]

امام احمد نے (۵/ ۴۲۲) میں کہا۔

بیان حدیث

حدثنا عبد الملك بن عمرو ثنا كثير بن زيد عن داود بن أبي صالح قال: أقبل مروان يوما فوجد رجلا واضعا وجهه على القبر فقال: أتدري ما تصنع؟ فأقبل عليه فإذا هو أبو أيوب فقال: نعم جئت رسول الله صلى الله عليه وسلم ولم آت الحجر، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: لا تبكوا على الدين إذا وليه أهله، ولكن ابكوا عليه إذا وليه غير أهله.

ہم سے عبدالملک بن عمرو نے، انہیں کثیر بن زید نے، داؤد بن ابی صالح سے بیان کیا کہ انہوں نے کہا کہ ایک دن مروان آیا تو اس نے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر پہ اپنا چہرہ رکھے ہوئے پایا تو اس نے کہا کیا تو جانتا ہے کہ تو کیا کر رہا ہے؟ انہوں نے توجہ کی تو وہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے تو انہوں نے کہا ہاں میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا ہوں نہ کہ پتھر کے پاس، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے:

لا تبكوا على الدين إذا ...... الخ

اس روایت کو امام حاکم نے اسی طریق سے (المستدرک ۴/ ۵۱۵) میں نقل کیا اور کہا: یہ صحیح الاسناد ہے اور امام ذہبی نے اس کو تسلیم کیا۔

سند کی توثیق

عبدالملک بن عمرو کہ جو قیسی ابو عامر عقدی ہے ثقہ ہے جس کو ایک بڑی جماعت نے ثقہ مانا، کثیر بن زید کی حدیث کو درجہ حسن میں رکھا۔

اور داؤد بن ابی صالح کے بارے میں امام ذہبی نے (المیزان ۲/ ۹) میں کہا کہ "وہ معروف نہیں" اور ابن ابی حاتم الرازی نے اس کے بارے میں سکوت کیا (الجرح ۳/ ۴۱۶)۔

حافظ ابن حجر نے اس کا علیحدہ ذکر کرتے ہوئے "التقریب" میں کہا مقبول ہے۔ "اگر ہم تشدد سے کام لیں اور امام حاکم کی تصحیح اور امام ذہبی کی موافقت سے اعراض بھی کر دیں مگر حدیث کو صحیح قرار دینا راوی کی توثیق ہے تو پھر بھی اسناد میں جو تھوڑا سا ضعف ہے وہ متابعت سے ختم ہو جاتا ہے۔

دیکھیے داؤد بن ابی صالح کی مطلب بن عبداللہ بن حنطب نے متابعت کی ہے جس کو طبرانی نے المعجم الکبیر ۴/ ۱۵۹ اور الاوسط ۱/ ۱۹۹ اور ابوالحسین یحیی بن الحسن نے "اخبار المدینہ" میں نقل کیا ہے جیسا کہ شفاء السقام ص ۱۱۳ میں ہے۔

مطلب بن عبداللہ بن حنطب صدوق ہے اور تدلیس کرتا ہے۔ اس صورت میں متابعت کی صلاحیت ہوتی ہے چاہے وہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے ان کی ابو ایوب سے ملاقات پائی یا نہ پائی۔

اس سند کی غرض یہ ہے کہ اس میں ایسا انقطاع پایا جاتا ہے جو متابعت سے ختم ہو جاتا ہے۔

اس متابعت کے ساتھ حدیث ثابت ہو گئی اور حسن لغیرہ قسم رہی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ایک غلطی کا ادراک

البانی کا یہ حق ہے کہ حدیث کو ضعیف قرار دے تو دیکھئے اس کی تضعیف میں کس حد کیا گیا؟

اس نے صرف امام احمد اور امام حاکم کی روایت پر اکتفا کیا جس میں داؤد بن ابی صالح ہے اور اس وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا جبکہ یہ اس کم علمی کی دلیل ہے کیونکہ داؤد بن ابی صالح کا متابع معلوم ہو چکا ہے۔

پھر البانی نے الحافظ العلم نور الدین الہیثمی پر نکیر کی کہ حافظ ہیثمی نے داؤد بن ابی صالح کی علت سے ذہول کیا کہ انہوں نے مجمع الزوائد ۵/۲۴۵ میں کہا کہ

اس کو امام احمد نے اور طبرانی کبیر اور اوسط میں روایت کیا اس میں کثیر بن زید ہے جس کی امام احمد وغیرہ نے توثیق کی اور امام نسائی وغیرہ نے تضعیف کی ہے۔

یہ البانی کی خطا ہے کہ اس نے ہیثمی کو ذہول والا قرار دیا ہے کیونکہ جب حافظ ہیثمی نے امام احمد اور طبرانی کے اسناد کو دیکھا اور جب اس کا متابع یعنی داؤد بن ابی صالح پایا گیا جو مطلب بن عبداللہ بن حنطب سے ہے تو کلام کثیر بن زید کے علاوہ کوئی صحیح کلام نہیں پایا تو اسے مخالف نہ کہا تو اس طرح کی حدیث کو درجہ حسن میں شمار

کیا جائے گا۔

حافظ ہیثمی نے فقط کثیر بن زید پر کلام کیا جو درست ہے۔

البانی کی غلطی کا دارومدار متابعت سے ناواقفیت پر ہے جب کہ واقف ماہر ہوتا ہے۔

اس قصہ کا بیان یوں ہے کہ جب طبرانی سے حدیث سامنے آئی تھی البانی کی سند پر خوب غور و خوض سے کام لینا چاہیے تھا۔ یہی ناقدین محققین کا طریقہ ہے لیکن البانی نے ایک سند کو ہی سامنے رکھا اور حدیث کو ضعیف قرار دے دیا باوجودیکہ دوسرا طریق موجود تھا یہ بات شرط ہے۔ البانی کے اس قول کی مثالیں بہت کتابوں میں متعدد دیا۔

مسئلہ اس حدیث میں ایک صحابی کا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی قبر شریف کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے

حدیث ——— ۱۱

اللّٰهُمَّ أَنْتَ أَحَقُّ مَنْ ذُكِرَ وَأَحَقُّ مَنْ عُبِدَ وَأَنْصَرُ مَنِ ابْتُغِيَ وَأَرْأَفُ مَنْ مَلَكَ وَأَجْوَدُ مَنْ سُئِلَ وَأَوْسَعُ مَنْ أَعْطَى، أَنْتَ الْمَلِكُ لَا شَرِيكَ لَكَ وَالْفَرْدُ لَا تَهْلِكُ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَكَ لَنْ تُطَاعَ إِلَّا بِإِذْنِكَ وَلَنْ تُعْصَى إِلَّا بِعِلْمِكَ تُطَاعُ فَتَشْكُرُ وَتُعْصَى

اے اللہ! تو ہی زیادہ حقدار ہے جس کا ذکر کیا جائے اور زیادہ حقدار ہے جس کی عبادت کی جائے اور مددگار ہے جس سے مدد مانگی جائے اور زیادہ مہربان ہے کہ بادشاہ ہو اور زیادہ سخی ہے جس سے سوال کیا جائے اور زیادہ وسعت والا ہے جو عطا کرے تو بادشاہ ہے کہ تیرا کوئی شریک نہیں اور ایسی ذات ہے

تنظر، أقرب شهيد، وأدنى حفيظ، حلت دون الثغور، وأخذت بالنواصي، وكتبت الآثار، ونسخت الآجال، القلوب لك مفضية، والسر عندك علانية، الحلال ما أحللت، والحرام ما حرمت، والدين ما شرعت، والأمر ما قضيت، والخلق خلقك، والعبد عبدك، وأنت الله الرؤوف الرحيم، أسألك بنور وجهك الذي أشرقت له السماوات والأرض، بكل حق هو لك، وبحق السائلين عليك أن تقبلني في هذه الغداة أو في هذه العشية، وأن تجيرني من النار بقدرتك.

جس پر ہلاکت نہیں تیری ذات کے علاوہ ہر چیز نے ہلاک ہونا ہے، کی اطاعت نہیں ہوگی مگر تیرے اذن اور تیری نافرمانی ہوگی مگر تیرے علم سے تیری فرمانبرداری کی جائے تو شکر قبول کرتا ہے اور تیری اگر نافرمانی ہو جائے تو تو بخش دیتا ہے تو سب سے قریب رہنے والا اور اعلیٰ حفاظت کرنے والا ہے، شہوات سے تو پاک ہے اور پیشانیوں سے تیری گرفت ہے اور تو نے آثار و نشانیاں لکھی اور آجال (مدتوں) کو مٹا دیا، سب دل تیری طرف جھکنے والے ہیں اور بھید تیرے نزدیک ظاہر ہے، حلال وہ ہے جسے تو نے حلال کیا، حرام وہ ہے جسے تو نے حرام ٹھہرایا اور دین وہ ہے جسے تو نے جائز کیا، امر وہ ہے جس کا تو نے فیصلہ کیا اور مخلوق وہ ہے جسے تو نے پیدا کیا اور بندہ وہ ہے جو تیری عبادت کرے اور تو اللہ ہی مہربان اور رحم والا ہے، میں تجھ سے تیری ذات کے نور سے

جس کے لیے زمین و آسمان روشن ہو گئے اور ہر حق کے ساتھ جو تیرے لیے ہیں اور تمام سائلین و سوال کرنے والوں کے حق کے ساتھ سوال کرتا ہوں کہ تو مجھے اسی صبح یا شام میں قبول کر لے اور اپنی قدرت کے ساتھ مجھے جہنم سے پناہ عطا فرما۔

بیانِ سند: الطبرانی نے "المعجم الکبیر" (۸/۲۶۴: ۷۸۸۲) میں کہا:

حدثنا أحمد بن علي بن الأبار البغدادي، ثنا العباس بن الوليد النرسي، ثنا هشام بن هشام الكوفي، ثنا فضال بن جبير عن أبي أمامة الباهلي قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا أصبح وأمسى دعا بهذه الدعوات:

«اللهم أنت أحق من ذكر، وأحق من عبد، وأنصر من ابتغي، وأرأف من ملك .... وأن تجيرني من النار بقدرتك» (مذکورہ حدیث)

میں کہتا ہوں: اس سند میں فضال بن جبیر ہے۔

ابن عدی نے "الکامل" (۶/۲۰۴۳) میں کہا کہ:

"فضال بن جبیر کی ابو امامہ سے تقریباً دس احادیث ہیں جو ساری کی ساری غیر محفوظ ہیں۔"

ابن حبان نے "المجروحین" (۲/۲۰۴) میں کہا کہ:

"ابو امامہ سے جو روایت کرتا ہے وہ اس کی حدیث نہیں اور اس کے ساتھ کسی حال میں بھی استدلال درست نہیں، اسی لیے حافظ ہیثمی نے

(مجمع الزوائد ۱۰/۱۷۰) میں کہا کہ:
اس کو طبرانی نے روایت کیا اور اس سند میں فضال بن جبیر ہے جو کہ ضعیف ہے۔ اس کے ضعف پر اجماع ہے۔
میں کہتا ہوں: اگر فضال بن جبیر میں قوت ضعف نہ ہوتی تو اس کے ساتھ حدیث "اللّٰھم انی اسئلک بحق السائلین علیک ..... (الحدیث) کے لیے استشہاد جائز ہوتا۔

حدیث ——— ۱۴

إذا طنّت أذنُ أحدكم فليذكرني وليصلّ عليّ

"جب تم میں سے کسی کے کان گونجنے لگیں تو وہ میرا ذکر کرے اور مجھ پر درود شریف پڑھے۔"

طبرانی نے (المعجم الکبیر ۱/۳۲۰) میں کہا:

حدثنا نصر بن عبد الملك السنجاري بمدينة سنجار سنة ۲۷۸ ثمان وسبعين ومائتين حدثنا معمر بن محمد بن عبيد الله بن أبي رافع صاحب النبي صلى الله عليه وسلم حدثنا أبي محمد عن أبيه عبيد الله عن أبيه أبي رافع قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم

ہم سے نصر بن عبد الملک سنجاری نے شہر سنجار میں ۲۷۸ھ کو ان سے معمر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع صحابی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے میرے باپ محمد نے اپنے باپ عبید اللہ سے اپنے باپ رافع سے بیان کیا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"...... ولیصلّ علیّ"
... رافع سے یہ حدیث اس سند کے علاوہ نہیں ملتی اور اس میں معمر بن ... ہے۔
میں کہتا ہوں: اس میں معمر بن محمد منفرد نہیں جیسا کہ اس کا بیان ان شاء اللہ ... آئے گا۔

اس روایت کو اسی طریق سے بزار نے اپنی مسند (کشف الاستار ۴/۴۶) ... بیہقی نے "الدعوات" میں اور ابو یعلی نے، ابن عدی نے (الکامل ۲۲۳۳) میں اور عقیلی نے (الضعفاء ۴/۲۶۱) میں نقل کیا اور عقیلی نے کہا (۴/۱۰۴): "اس کی کوئی اصل نہیں" اسی لیے اس نے اس کو ابن ... کے طریق سے نقل کیا (الموضوعات ۳/۷۶) اور اس کو ابن طاہر نے تذکرۃ الموضوعات ص ۲۳ میں ذکر کیا۔
معمر بن محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع اور اس کا باپ دونوں ضعیف ... کذاب ہے۔ امام بخاری نے کہا: منکر الحدیث ہے اور محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع کے بارے میں بھی امام بخاری نے "منکر الحدیث" کہا ... نے ضعیف الحدیث اور منکر الحدیث، اور دارقطنی نے متروک کہا۔
باوجود اس کے ابن حبان نے اس کو "الثقات" میں ذکر کیا اور حافظ "التقریب" میں اس کی تضعیف پر اقتصار کیا، حالانکہ معمر بن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع اس میں منفرد نہیں جیسا کہ طبرانی نے کہا بلکہ اس کا ... طریق ہے۔ لیکن اس کا مدار اس کے والد محمد بن ابی رافع پر ہے اور ... اس کی قوت معلوم ہے۔
اس کو ابن خزیمہ نے "الصحیح" خرائطی نے مکارم الاخلاق ص ۹۰ ...

ابن السنی نے "عمل الیوم واللیلۃ ص" طبرانی نے "المعجم الکبیر" "ابن عدی نے "الکامل ۱۴۶۱/۴" اور ابن حبان نے "المجروحین" میں نقل کیا۔

اور حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد: ۱۰/۳۴۷" میں کہا "طبرانی کی المعجم الکبیر میں حسن ہے"

جب متفرد راوی کا ضعف واضح ہو گیا بلکہ ضعف میں اس کی قوت ہو گئی تو ابن خزیمہ کا اسے "الصحیح" میں نقل کرنا عجیب ہے۔

اور حافظ نے اس پر تنقید کی ہے اور امام سخاوی نے "القول البدیع فی الصلوٰۃ علی الحبیب الشفیع ص ۲۲۵" میں کہا کہ

(ابن خزیمہ کا اسے صحیح میں نقل کرنا بڑا عجیب ہے کیونکہ اس کی اسناد ہے اور اس کے ثبوت میں نظر ہے۔

اور اسی طرح ابن کثیر نے اپنی تفسیر ۲۹۶/۶ میں کہا اور امام مناوی نے فیض القدیر: ۲۹۹/۱ میں ابن خزیمہ اور ہیثمی کی تقلید کی اور حق سے دور ہو گئے۔ (واللہ تعالیٰ اعلم)

حدیث ——— ۱۳

لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ قَالَ يَا رَبِّ أَسْأَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ لَمَّا غَفَرْتَ لِي فَقَالَ اللّٰهُ يَا آدَمُ وَكَيْفَ عَرَفْتَ مُحَمَّدًا وَلَمْ أَخْلُقْهُ قَالَ يَا رَبِّ لِأَنَّكَ لَمَّا خَلَقْتَنِي بِيَدِكَ وَنَفَخْتَ فِيَّ مِنْ رُوحِكَ رَفَعْتُ رَأْسِي فَرَأَيْتُ عَلَى قَوَائِمِ الْعَرْشِ مَكْتُوبًا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ فَعَلِمْتُ أَنَّكَ لَمْ تُضِفْ إِلَى اسْمِكَ إِلَّا أَحَبَّ الْخَلْقِ إِلَيْكَ فَقَالَ اللّٰهُ صَدَقْتَ يَا آدَمُ إِنَّهُ لَأَحَبُّ الْخَلْقِ إِلَيَّ اُدْعُنِي بِحَقِّهِ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُكَ۔

جب حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ السلام نے لغزش کا ارتکاب کیا، عرض کی اے میرے رب میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے کس طرح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا حالانکہ میں نے اسے پیدا نہیں کیا تو عرض کی اے میرے پروردگار جب تو نے مجھے پیدا کیا اپنے دست قدرت سے اور مجھ میں اپنی روح پھونکی تو میں نے اپنا سر اٹھایا تو عرش کے ستونوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ تو میں جان گیا کہ یقیناً جس کو تو نے اپنے نام کے ساتھ ملایا ہے وہ مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم تو نے سچ کہا: بیشک وہ مجھے تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہے تو نے اس کے وسیلہ سے مجھے پکارا تو میں نے تجھے معاف کر دیا اگر محمد نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

امام حاکم نے المستدرک ۶۱۵/۲ میں کہا۔

بیان سند ——— ہم سے ابو سعید عمرو بن محمد بن منصور العدل نے، ان سے ابو الحسن محمد بن اسحاق بن ابراہیم حنظلی نے ان سے ابو الحارث عبد اللہ بن مسلم الفہری نے ان سے اسماعیل بن مسلمہ نے بیان کیا کہ ہمیں عبد الرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے والد سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے حضرت

عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خبر دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے:

"لَمَّا اقْتَرَفَ آدَمُ الْخَطِيئَةَ . . . . فَمَا خَلَقْتُكَ" اھ

یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور یہ پہلی حدیث ہے عبد الرحمن بن زید بن اسلم کی جس کا میں نے اس کتاب میں ذکر کیا ۔"

اور ابن ابو الآجری نے الشریعۃ ۴۲۷ میں اسی طریقے سے فہری اور اس کے شیخ کے درمیان ایک آدمی کے اضافہ کے ساتھ روایت کی لیکن وہ موقوف ہے

امام بیہقی نے اس کو دلائل النبوۃ ۵/۴۸۹ میں امام حاکم سے نقل کیا اور کہا اس طریق سے عبد الرحمن بن زید بن اسلم منفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

لیکن ذہبی نے تلخیص المستدرک ۲/۶۱۵ میں کہا کہ اس کا علم آثار ہے اور یہ موضوع ہے اور عبد الرحمن لغو ہے۔ اس کو عبد اللہ بن مسلم الفہری نے روایت کیا اور مجھے نہیں معلوم کہ اسماعیل بن مسلمہ سے اس عبد الرحمن کی روایت والا کون ہے؟

لیکن امام ذہبی نے عبد اللہ بن مسلم کے حالات میں رد المیزان ۲/۵۰۴ کہ اس نے اسماعیل بن مسلمہ بن قعنب سے، عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے خبر باطل کو روایت کیا جس میں "یا آدم لولا محمد ما خلقتک" بھی ہے۔ اس کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں روایت کیا اور حافظ نے اس کو اللسان ۳/۳۶۰ میں ذکر کیا لیکن عبد اللہ بن مسلم اس میں منفرد نہیں اس لیے کہ اس کا تابع موجود ہے۔

دیکھیے طبرانی نے المعجم الصغیر ۲/۸۲ میں کہا:

"ہم سے محمد بن داؤد بن اسلم الصدفی المصری نے، ان سے احمد بن

سعید المدنی الفہری نے، ان سے عبد اللہ بن اسماعیل المدنی نے، عبد الرحمن بن زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے روایت کی انہوں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

"جب حضرت آدم علیہ السلام نے اپنی کی ہوئی لغزش کا اعتراف کیا تو اپنا سر عرش کی طرف اٹھایا اور عرض کی میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے توسل سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے معاف فرما دے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی کہ کیا ہے اور کون محمد صلی اللہ علیہ وسلم؟ آدم نے کہا تیرا نام برکت والا ہے جب تو نے مجھے پیدا کیا میں نے اپنا سر تیرے عرش کی طرف اٹھایا تو اس میں لکھا ہوا پایا۔ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ، تو میں جان گیا کہ تیرے نزدیک قدر و منزلت میں اس سے بڑھ کر کوئی بھی نہیں ہو سکتا ۔ ـــــ جس کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ ملا رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ عزّ وجل نے ان پر وحی کی اے آدم بے شک یہ تیری اولاد سے آخری نبی ہیں اور ان کی امت تیری اولاد کی آخری امت ہے۔ اگر یہ نہ ہوتے تو اے آدم میں تجھے پیدا نہ کرتا؟"

طبرانی نے کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت اسی اسناد سے کی جاتی ہے اور اس میں احمد بن سعید منفرد ہے۔

مصنف کی رائے

میں کہتا ہوں کہ معاملہ اس طرح نہیں جیسے طبرانی نے کہا اس لیے کہ احمد بن سعید کا متابعت ہے جیسا کہ امام حاکم کے حوالے سے گزر گیا۔ لیکن اس سند میں ایسے لوگ ہیں جن کے

ترجمہ ہم نے نہیں پایا۔

حافظ ہیثمی نے "مجمع الزوائد" (۸/۲۵۳) میں کہا کہ

"اس کو طبرانی نے "الاوسط" اور "الصغیر" میں روایت کیا اور اس میں ایسے لوگ بھی ہیں جن کو میں نہیں پہچانتا۔"

حاصل کلام اس روایت میں عبدالرحمن بن زید بن اسلم متفرد ہے جو ضعیف ہے، جیسا کہ بیہقی نے کہا، ذہبی نے اس کی تضعیف کی سوائے ابن عدی کے۔ اس نے اس کی باوجود منکر روایات الکامل (۲/ ۲۳۱) میں کہا "اس کی احادیث حسن ہیں اور یہ ان میں سے ہے جسے لوگوں نے قبول کیا اور بعض نے اس کو "صدوق" کہا اور یہ ان میں سے ہے جن کی حدیث لکھی جاتی ہے۔"

اور بعض نے اس کے بارے میں اتنی شدت سے کام لیا ہے اور اس کی تصحیح پر امام حاکم کے تساہل پر تعجب ہے جب حافظ نے "النکت علی ابن الصلاح" (۲/۱۰۱) میں کہا:

"تعجب ہے امام حاکم پر کہ انہوں نے عبدالرحمن بن زید بن اسلم کی یہ حدیث نقل کرنے کے بعد کہا یہ صحیح الاسناد ہے اور یہ عبدالرحمن کی پہلی حدیث ہے جس کو میں نے ذکر کیا، باوجودیکہ انہوں نے اپنی کتاب جس میں ضعفاء کو جمع کیا میں کہا کہ عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے اپنے باپ سے موضوع احادیث روایت کی ہیں۔ اہل فن پر مخفی نہیں کہ اس روایت کا دارومدار اسی عبدالرحمن پر ہے۔

اور اس کتاب کے آخر میں کہا: جن کو میں نے ذکر کیا ان پر جرح بھی میرے نزدیک ثابت ہے کیونکہ جرح کو میں محض تقلید کی بنا پر جائز نہیں سمجھتا۔

ہاں اس کا شاہد موقوف ہے لیکن ضعیف ہے۔ اس کو آجری نے "الشریعۃ" (۴۲۱-۴۲۵) میں نقل کیا۔

ہمیں ابوحامد ہارون بن یوسف بن زیاد التاجر نے خبر دی کہ ہم سے ابو مروان العثمانی نے بیان کیا کہ مجھ سے ابو عثمان بن خالد نے عبدالرحمن بن ابی الزناد سے انہوں نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ

"وہ کلمات جن کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول کی وہ یہ ہیں کہ انہوں نے عرض کیا "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ مُحَمَّدٍ عَلَيْكَ" (اے اللہ میں تجھ سے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق سے سوال کرتا ہوں۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا اے آدم تو نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے پہچان لیا؟ تو عرض کی اے میرے پروردگار میں نے اپنا سر اٹھایا تو تیرے عرش پر لکھا ہوا پایا "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" تو میں جان گیا کہ یہ تمام مخلوق سے بڑھ کر تجھے عزیز ہے۔

ہم کہتے ہیں:

ابو مروان العثمانی ان کا نام ہے اور اس کا والد عثمان بن خالد متروک ہے۔ اس کے باوجود وہ معضل اور موقوف بھی ہے اور اس کا دوسرا شاہد مرسل موقوف ہے لیکن اس کے الفاظ میں انکار ہے۔

ابن المنذر نے اپنی تفسیر میں نقل کیا جیسے کہ الدرالمنثور (۱/۶۰) میں ہے محمد بن باقر بن علی بن حسین علیہم السلام سے مروی ہے کہ:

"جب حضرت آدم علیہ السلام نے خطا کی تو ان کو بہت زیادہ تشویش ہوئی اور سخت ندامت کا سامنا کرنا پڑا تو حضرت جبریل علیہ السلام نے

آگر کہا: اے آدم کیا میں تجھے توبہ کا دروازہ بتاؤں جس کے ذریعے سے
اللہ تعالیٰ تیری توبہ قبول کرے گا، تو آپ نے کہا: ہاں جبریل۔ جناب جبریل
علیہ السلام نے کہا: اپنے اس مقام پر کھڑے ہو جاؤ جہاں اپنے رب سے مناجات
(سرگوشیاں) کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کی بڑائی اور مدح بیان کرو۔ اللہ تعالیٰ کو
مدح سے بڑھ کر کوئی چیز پسند نہیں۔ تو آپ نے کہا: اے جبریل وہ کیا ہے؟
تو جبریل نے کہا: تو کہہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ واحد ہے اس کا
کوئی شریک نہیں، اسی کی بادشاہی ہے اور اسی کی تعریف ہے۔ وہ زندہ کرتا اور
مارتا ہے اور وہ ایسا زندہ ہے جس کو موت نہیں۔ اس کے ہاتھ میں خیر
ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

پھر تو اپنی غلطی سے رجوع کر اور کہہ: اے اللہ تو پاک ہے اور تمام
تعریفیں تیری ہی ہیں۔ اے میرے پروردگار تیرے سوا کوئی معبود نہیں بیشک
میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور میں نے غلطی کو جان لیا، پس مجھے بخش دے۔
یقیناً تیرے سوا کوئی گناہوں کو نہیں بخشتا۔ اے اللہ میں تجھ سے تیرے بندے
محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت و عظمت کے وسیلے سے سوال کرتا ہوں
کہ تو میری غلطی کو بخش دے۔ آدم علیہ السلام نے ایسا کیا، تو اللہ تعالیٰ
نے کہا: اے آدم! تجھے یہ کس نے سکھایا؟ تو عرض کی: اے اللہ! جب تو نے
مجھ میں روح پھونکی تو میں ایک آدمی کی حیثیت سے کھڑا ہوا، سننے والا،
دیکھنے والا اور سمجھنے والا ہے تو میں نے تیرے عرش کے پائے پر لکھا ہوا پایا
بسم اللہ الرحمن الرحیم لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ محمد
رسول اللہ۔ جب میں نے تیرے نام کے ساتھ کسی مقرب فرشتے کا نام
دیکھا نہ ہی مرسل نبی کا، تو میں نے اس نام کے اثر سے جان لیا کہ یہ تیری ساری

مخلوق سے عزیز ہے۔ اللہ نے فرمایا: تو نے سچ کہا اور میں نے تیری توبہ قبول
کر لی ہے اور تیری خطا کو تیرے لیے معاف کر دیا ہے۔ تو آدم علیہ السلام
نے اپنے رب کی حمد کی اور شکر ادا کیا اور انتہائی سرور و مستی میں واپس لوٹے
اس انداز سے کوئی بھی اپنے رب کی بارگاہ سے واپس نہیں لوٹا۔

اور آدم علیہ السلام کا لباس نور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان دونوں سے
لباس اتار لیا جائے تاکہ نورانی کپڑے ان دونوں کو ایک دوسرے کی طرف
رہنمائی کریں۔

پھر فرشتے فوج در فوج آئے، مبارک باد دینے کے لیے جو کہتے: "تجھے
مبارک ہو اللہ نے توبہ قبول کی۔ اے ابو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)"

امام محمد باقر علیہ السلام تک اس کی سند سے آگاہ نہ ہو سکا۔ ہاں وہ
جلیل القدر امام ہیں اور ائمہ تابعین اور ثقہ لوگوں کے سرفہرست ہیں لیکن
اس روایت کے متن میں واضح نکارت ہے اور وہ ایسی نکارت کی نسبت
سے کہیں بالاتر ہیں۔ ہو سکتا ہے یہ نکارت آپ سے روایت کرنے والوں
سے ہو۔ (واللہ اعلم)

حضرت آدم علیہ السلام اور وسیلہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

گزشتہ تحریر کے بعد ہم ایک اور حدیث قارئین کی نظر
کرتے ہیں۔ جس میں حضرت آدم علیہ السلام نے حضور نبی
صلی اللہ علیہ وسلم کا وسیلہ پکڑا۔ یہ حدیث مبارک اس باب
میں انتہائی قوی دلیل ہے۔

حافظ ابو الحسن بن بشران نے نقل کیا ہے کہ ہم سے ابو … محمد بن عمرو نے، احمد بن اسحاق بن صالح نے، محمد … سنان عوقی نے، ابراہیم بن طہمان نے، بدیل بن میسرہ … بیان کیا ہے کہ عبد اللہ بن شقیق فرماتے ہیں کہ … عرض کی یا رسول اللہ! آپ منصب نبوت پر کب فائز … تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "

لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْأَرْضَ وَاسْتَوٰى
إِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ
وَخَلَقَ الْعَرْشَ كَتَبَ عَلٰى سَاقِ الْعَرْشِ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ خَاتَمُ الْأَنْبِيَآءِ
وَخَلَقَ الْجَنَّةَ الَّتِيْ أَسْكَنَهَا آدَمَ وَ
حَوَّآءَ فَكَتَبَ اِسْمِيْ عَلَى الْأَبْوَابِ
وَالْأَوْرَاقِ وَالْقِبَابِ وَالْخِيَامِ،
وَآدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ فَلَمَّا
أَحْيَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى نَظَرَ إِلَى الْعَرْشِ

جب اللہ نے زمین کی تخلیق فرمائی … آسمانوں کا قصد کیا تو سات آسمان … میں ان کو برابر کیا اور عرش کو … فرمایا تو عرش کے پائے پر یہ تحریر … "محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء" … اور جنت کو پیدا فرمایا جس میں آدم … سکونت بخشی، تو میرا نام جنت کے … دروازوں، گنبدوں اور محلات پر تحریر فرمایا … اس وقت آدم علیہ السلام ابھی روح …

---

[1] فتاوی ابن تیمیہ (۲/۱۵۰) میں عبد اللہ بن سفیان کا نام درج ہے جبکہ درست نام عبد اللہ بن شقیق ہے۔ (۱) اکثر کی یہی تصریح ہے جنہوں نے اس حدیث کو نقل کیا مثلاً امام حاکم (۲/۶۰۸) البیہقی فی الدلائل (۱/۸۵) … ابو نعیم فی الحلیہ (۹/۵۳) التاریخ الکبیر للبخاری (۷/۳۷۴) ترجمہ ۱۶۰۶ اور … لابن ابی عاصم (۱/۱۷۹) ہمارے شیخ غماری نے الرد المحکم المتین (ص ۱۳۹) میں درست بات کو سند کے اعتبار سے ثابت کیا ہے۔

… فَأَخْبَرَهُ اللّٰهُ أَنَّهُ … وَلَدِكَ، فَلَمَّا غَرَّهُمَا … تَابَا وَاسْتَشْفَعَا … إِلَيْهِ۔

اور جسم کے درمیان تھے جونہی اللہ
تعالیٰ نے انہیں لذت حیات سے
سرشار فرمایا، تو انہوں نے بجانب
عرش نظر اٹھائی اور میرا نام دیکھا
تو اللہ نے انہیں خبردار کیا کہ یہ تیری
اولاد کے سردار ہیں، جب شیطان
لعین نے انہیں بہکایا تو انہوں نے
توبہ کی اور بارگاہِ ایزدی میں میرے
نام کو حصولِ شفاعت کیلئے پیش کیا۔"

اس روایت کو محدث ابن جوزی نے "الوفا" میں فضائل مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ضمن میں ابن بشران کے طریق سے نقل کیا ہے، اور انہی سے ہی ابن تیمیہ نے الفتاوی (۲/۱۵۰) میں بطور شہادت نقل کیا۔

ہمارے شیخ علامہ محقق السید عبد اللہ بن الصدیق الغماری قدس اللہ سرہ الرد المحکم المتین (۱۳۸-۱۳۹) میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"اسناد ھذا الحدیث قوی (اس حدیث کی سند مضبوط ہے) اور یہ نہایت مضبوط دلیل ہے۔ یعنی عبد الرحمن بن زید کی حدیث کیلئے اس پر واقف ہوا۔" اور حافظ ابن حجر کا بھی یہی کہنا ہے۔

ہم کہتے ہیں اس کی سند میں مسلسل ثقہ راوی ہیں ماسوا ایک راوی کے، اور وہ بھی صدوق ہے۔ جن کی ترتیب حسب ذیل ہے۔

(۱) ابو جعفر محمد بن عمرو بن البختری رزاز ہیں جو کہ ثقہ ثبت ہیں، ان …

کے حالات تاریخ بغداد (۳/۳۲۲) میں موجود ہیں۔

(۲) احمد بن اسحاق بن صالح یہ ابوبکر وزان ہیں۔ یہ بھی صدوق ہیں اور ان کے حالات بھی تاریخ بغداد (۴/۲۸) میں موجود ہیں۔

(۳) محمد بن صالح، یہ ابوبکر انماطی ہیں جو کہ کیلجہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ بھی ثقہ حافظ اور تہذیب کے رجال میں سے ہیں اور ممکن ہے کہ یہی محمد بن صالح واسطی کعب الذراع بھی ہوں۔ یہ بھی ثقہ ہیں تاریخ خطیب (۵/۳۶۰) میں ان کے حالات بھی موجود ہیں اور ان کے تعین میں اختلاف ممکن نہیں۔

(۴) محمد بن سنان عوقی وہ ثقہ ہیں جن کی تائید میں تہذیب کے ثقہ لوگ رہے ہیں۔

حق بات یہ ہے کہ یہ اسناد کی ہر شرط پر پوری اترتی ہے اور حفاظ اس کی تصحیح کرتے ہیں جو کہ بھی صحیح ہی میں شمار کرتے ہیں۔

حدیث ۱۴

من أراد أن يحفظ الله حفظ القرآن وحفظ العلم فيكتب هذا الدعاء في إناء نظيف بعسل ثم يغسله بماء مطر يأخذه قبل أن يقع على الأرض

"جو شخص ارادہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ اسے حفظ قرآن اور حفظ علم کی دولت سے مالامال فرمائے تو وہ صاف ستھرے برتن میں یہ دعا شہد کے ساتھ لکھے پھر اس کو بارش کے پانی سے جو زمین پر گرنے سے پہلے اس کو سنبھال لے، پھر اس کو تھوڑا تھوڑا تین دن تک پیتا رہے، تو یقیناً وہ اللہ کے حکم سے حفظ کر جائے گا (وہ دعا یہ ہے)

[illegible] يشربه على الريق ثلاثة [illegible] فإنه يحفظ بإذن الله

[illegible] إني أسئلك بأنك [illegible] مسؤل لم يسأل مثلك [illegible] أسألك بحق محمد رسولك [illegible] إبراهيم خليلك [illegible] وموسى كليمك [illegible] وعيسى كلمتك [illegible] ...... الحديث)

اے اللہ بیشک میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اس امر کے ساتھ کہ تجھ سے ہی سوال کیا جاتا ہے تیری مثل کسی سے سوال نہیں کیا جاتا۔ میں تجھ سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حق سے سوال کرتا ہوں جو تیرے رسول اور نبی ہیں اور ابراہیم کے حق سے جو تیرے خلیل اور صفی ہیں اور موسیٰ کے حق سے جو تیرے کلیم اور نجی ہیں اور عیسیٰ کے حق سے جو تیرے کلمہ اور روح ہیں۔ ... حدیث طویل ہے۔

بیان سند

خطیب بغدادی نے الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع (۲/۲۹۱) میں کہا

ہمیں محمد بن الحسین بن محمد المتوثی نے خبر دی کہ ان سے عثمان بن احمد الدقاق نے، ان سے محمد بن خلف بن عبد السلام نے، ان سے موسیٰ بن ابراہیم المروزی نے، ان سے وکیع نے جبیرہ سے شقیق نے انہوں نے ابن مسعود سے بیان کیا کہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من أراد أن يؤتيه الله حفظ القرآن وحفظ العلم ..... فيه كلمات ونحسابات۔

میں کہتا ہوں: یہ موضوع ہے اور اس میں موسیٰ بن ابراہیم ابو عمران المروزی ہے، یحییٰ بن معین نے اسے "کذاب" اور دارقطنی وغیرہ نے "متروک" کہا اور حافظ ذہبی نے المیزان ۴/۱۹۹ میں اس حدیث کو موسیٰ بن ابراہیم کی آفات میں سے شمار کیا ہے۔

اور اس کو اس (موسیٰ) سے عمر بن صبح الخراسانی کذاب نے چرایا اور اس کے لیے ایک اور سند ترکیب دی اور وہ وہی ہے جس کو ابن جوزی نے الموضوعات ۳/۱۴۷، ۱۵۰ میں نقل کیا۔

اور اس کو ابو الشیخ نے "الثواب" میں حسن بن عرفہ کے طریق سے روایت کیا جیسا کہ اللآلی ۲/۳۵۵ میں ہے۔

"ہم سے زید بن الحباب نے، ہم سے عبد الملک بن ہارون بن عنترہ نے اپنے باپ سے بیان کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ

"میں قرآن سیکھتا ہوں تو وہ مجھ سے بھول جاتا ہے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تو کہہ اے اللہ میں تجھ سے تیرے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تیرے خلیل ابراہیم، تیرے نجی موسیٰ اور تیرے روح عیسیٰ کے توسل سے سوال کرتا ہوں ..... (الحدیث)

(التوسل والوسیلہ صفحہ ۹۸) میں یوں ہے کہ

اس کو ابو موسیٰ المدینی نے زید بن الحباب کی حدیث عبد الملک ابن ہارون

بن عنترہ سے روایت کیا، اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور باوجود اس کے متصل نہیں۔ ابو موسیٰ نے کہا:

اس کو محرز بن ہشام نے عبد الملک سے انہوں نے اپنے باپ سے انہوں نے اپنے دادا سے انہوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا اور عبد الملک قوی نہیں اور اس کا باپ اور دادا دونوں ثقہ ہیں۔

اور ابن معین، العجلی اور ابن سعد نے ہارون بن عنترہ کی توثیق کی ہے۔

اور اس کا باپ عنترہ بن عبد الرحمٰن اکثر تابعی ہیں، بعض کا یہ بھی خیال ہے کہ ان کو صحبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہے اور اس کا اسناد متصل ہے۔ نہیں اس کی آفت عبد الملک بن ہارون بن عنترہ ہالک ہے۔ اس کے بارے میں یحییٰ بن معین نے "کذاب" اور ابو حاتم نے "متروک" اور اصحاب الحدیث حدیث مجہول بنانے والا کہا۔

حاصلِ کلام

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ حدیث موضوع ہے، اور وہ ان لوگوں سے ہے جن کا ذکر ابن جوزی نے "الموضوعات" میں کیا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

حدیث ـــــــــــــــــ ۱۵

قُحِطَ أَهْلُ الْمَدِينَةِ قَحْطًا شَدِيدًا فَشَكَوْا إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَنْظُرُوا قَبْرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاجْعَلُوا مِنْهُ كُوًى إِلَى السَّمَاءِ حَتَّى لَا

اہل مدینہ ایک سال سخت قحط کا شکار ہو گئے تو انہوں نے ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس شکایت کی تو انہوں نے کہا کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قبر کی زیارت

يَكُوْنُ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ السَّمَاءِ سَقْفٌ قَالَ فَفَعَلُوْا فَمُطِرُوْا مَطَرًا حَتّٰى نَبَتَ الْعُشْبُ وَسَمِنَتِ الْاِبِلُ حَتّٰى تَفَتَّقَتْ مِنَ الشَّحْمِ فَسُمِّيَ عَامَ الْفَتْقِ۔

کہ اس سے آسمان کی طرف ایک سوراخ اس طرح کرو کہ اس کے درمیان اور آسمان کے درمیان کوئی آڑ باقی نہ رہے تو لوگوں نے ایسا ہی کیا تو بہیں بارش برسی یہاں تک کہ نباتات اگ گئی اور اونٹ موٹے ہو گئے یہاں تک کہ وہ چربی سے بھرپور ہو گئے اور اس سال کا نام "عام الفتق" رکھا گیا۔

بیان سند حافظ دارمی نے اپنی (السنن ۱/۴۳) میں باب "ما اکرم اللہ تعالیٰ نبیہ بعد موتہ" رقمت کیا۔

ہم سے ابو النعمان نے، ان سے سعید بن زید نے، ان سے عمرو بن مالک النکری نے، ان سے ابو الجوزاء اوس بن عبد اللہ نے بیان کرتے ہوئے کہا،

"قحط اهل المدينة ..... فسمي عام الفتق" (الحديث)

ہم کہتے ہیں کہ یہ سند حسن ہے۔ انشاء اللہ۔

ابو النعمان، وہ محمد بن الفضل السدوسی ہیں، ان کا لقب "عارم" ہے اور وہ ثقہ و مشہور ہیں۔

اگرچہ انہوں نے آخر عمر میں اختلاط الفاظ (یعنی رد و بدل) کیا ہے تو پھر بھی یہاں ان کی حدیث دو امور کے پیش نظر مقبول ہے۔

۱۔ حافظ ابن صلاح نے (المقدمۃ ص ۳۹۶) کہا کہ "عارم محمد بن فضل نے آخر عمر میں اختلاط کیا، لیکن ان سے امام بخاری اور محمد بن یحییٰ الذہلی وغیرہ نے روایات لی ہیں وہ اختلاط سے پہلے کی

اور حافظ عراقی نے (التقیید والایضاح ص ۴۴۲) میں اس کا تعقب کرتے ہوئے کہا: کہ اس (عارم) سے حدیث بیان کرنے والے اگر امام بخاری و مسلم کے شیوخ میں سے ہوں تو پھر بھی روایت قبول ہوگی۔

ہم کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عبد الرحمن الدارمی امام بخاری اور مسلم کے شیوخ میں سے ہیں اور لامحالہ یہ ان لوگوں سے ہیں جنہوں نے محمد بن فضل السدوسی سے اختلاط سے قبل احادیث بیان کی ہیں۔

۲۔ امام ذہبی نے (المیزان ۴/۸) میں عارم کے حالات میں کہا اور دارقطنی نے بھی کہا کہ وہ آخر عمر میں الفاظ تبدیل کر جاتے تھے لیکن جو اختلاط کے بعد ان سے ظاہر ہو وہ حدیث منکر ہے، حالانکہ وہ خود ثقہ ہیں۔

ہم کہتے ہیں:

کہ یہ قول اس حافظ العصر کا ہے جن کی مثل امام نسائی کے بعد کوئی نہیں آیا تو پھر کیا حیثیت ہے ابن حبان کے قول کی، جو عارم کے بارے میں ہے کہ وہ آخری عمر میں اس قدر تغیر و تبدل کر جاتے کہ انہیں معلوم نہ ہوتا کہ کیا بیان کر رہے ہیں اور ان کی حدیث میں منکرات کثیرہ واقع ہیں۔ ان سے جو متاخرین نے روایات لی ہیں ان کی تحقیق ضروری ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تو سب کو ترک کیا جائے گا اور اس سے کچھ بھی نہ لیا جائے گا۔

ہم کہتے ہیں کہ

ابن حبان کو یہ قدرت نہیں ملی کہ ان سے کوئی ایک حدیث منکر بیان کریں تو پھر ان کی رائے کا کیا مقام ہے؟ اور حافظ عراقی نے بھی (التقیید والایضاح ص ۳۹۶) میں ابن حبان کی جرح میں امام ذہبی کے کلام کو ثابت رکھا ہے۔

امام ذہبی نے (الکاشف ۳/۸۵) میں اس بات کی تصریح کی۔
کہ وہ قبل از موت متغیر ہو گئے تھے، اور حدیث بیان نہ کرتے تھے۔

حافظ ذہبی کا کلام جیسے جو انصاف پر دلالت کرتا ہے اور اس کی تائید کرتے ہیں تو جب رجل نے اختلاط کیا ہے تو جو اس کے اختلاط کے بعد ظاہر ہو جائے وہ "حدیث منکر" ہے۔ جیسا کہ دارقطنی نے اس کی تصریح کی ہے اور وہ حدیث "عن ابی النعمان" ہیں لیکن وہ حدیث کرنے سے رک گئے تھے تو جو شخص عارم جیسے ثقہ آدمی کی مخالفت کرے کہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی اور بقول شاعر

" اللہ تعالیٰ نے کچھ آدمی میدان جنگ میں لڑنے کے لیے اور کچھ صرف نان و نفقہ کے لیے پیدا کئے ہیں"۔ واللہ اعلم

اب تو روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا کہ جس کو امام دارمی نے ابو النعمان محمد بن فضل السدوسی سے روایت کیا وہ مقبول ہے جس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں۔

البانی کا کارنامہ بڑا حیرت انگیز ہے کہ اس نے اپنی کتاب "التوسل" صـ۱۲۶ میں نقل کیا کہ "ابن الصلاح نے ابوالنعمان کو مختلطین میں ذکر کیا" پھر اس نے ابن الصلاح کا وہ کلام نقل ہی نہیں کیا جو اس غلبہ کو زائل کرتا ہے اور وہ ابن الصلاح کا وہ قول ہے جس کا ذکر اوپر گزر گیا ہے کہ اس سے بخاری اور محمد بن یحییٰ الذہلی وغیرہ نے اختلاط سے قبل اس سے حدیث لی ہے۔

امام دارمی بھی کبار حفاظ میں سے ہیں اور امام بخاری اور ذہلی کے شیوخ میں سے ہیں اور اس سے بھی بڑھ کر البانی نے اپنی مذکورہ کتاب کے حاشیہ

(صـ۱۲۶) میں کہا کہ شیخ غماری نے بھی (المصباح صـ۲۴۳) میں اس ابوالنعمان کے اختلاط والی علت سے غفلت برتی ہے"۔

حالانکہ صواب یہ ہے کہ شیخ البانی کے کلام کا غلو ہونا حق ہے اور ایسا ہی اچھا کسی شاعر نے کہا ہے۔

" اور کتنے ہی لوگ صحیح بات کو عیب لگانے والے ہیں اور اس کی وجہ ان کی غلط سوچ ہوتی ہے"۔

سعید بن زید

سعید بن زید میں بھی کلام ہے، لیکن ابن معین، ابن سعد، العجلی، سلیمان بن حرب وغیرہم نے اس کی توثیق کی۔

اور امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں اس کے ساتھ حجت قائم کی۔

اور حافظ ذہبی نے اس کی حدیث قبول کرنے میں جو مفصل قول نقل کیا ہم کو وہ کافی ہے جو انہوں نے اس کو "اجزء من تکلم فیہ وھو موثق" صـ۲۰۸ میں ذکر کرتے ہوئے فرمایا اور ان لوگوں کی حدیث امام (ذہبی) کے نزدیک درجہ حسن سے پیچھے نہیں جیسا کہ انہوں نے اس کی تصریح (کتاب) مذکور کے مقدمہ صـ۲ میں کر دی۔

اے انصاف پسندو! اب اس کے قول کی طرف کوئی توجہ نہیں کی جائے گی جس نے ویسے ہی شور و غوغا ڈالنے کی کوشش کی اور ان لوگوں کی تضعیف کی جن سے تخریج "صحیح" میں کی گئی۔

عمرو بن مالک النکری

ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے (الثقات ۷/۲۲۸) اور کوئی بھی نہیں کہے گا کہ یہ رجل ان (لوگوں) میں سے ہے جن کو اس نے اپنی کتاب "الثقات" میں داخل کیا اور یہ رجل ایسا ہے کہ ثقہ جماعت نے اس سے روایت کی ہے اور اس رجل کے بارے میں

ذکر ابن حبان نے "الثقات" میں کیا ہے اس کا کہنا ہے کہ

"عمرو بن مالک النکری کی کنیت ابو مالک ہے جو اہل بصرہ سے ہے اس نے ابو الجوزاء سے روایت کی ہے اور اس سے حماد بن زید، جعفر بن سلیمان، اس کے بیٹے یحییٰ بن عمرو نے روایت کی اور اس کی حدیث معتبر ہوتی ہے بشرطیکہ اس کا بیٹا اس سے روایت نہ کرے اور یہ ۱۲۹ھ میں انتقال کر گئے۔"

مزید برآں کہ ابن حبان نے عمرو بن مالک النکری کے حالات "مشاہیر علماء الامصار" ص ۱۵۵ میں بصرہ کے طبقہ اتباع التابعین کے ضمن میں کیے اور کہا کہ اس کی حدیث میں مناکیر ہیں جب اس سے روایت اس کا بیٹا کرے اور وہ فی نفسہ صدوق ثبت ہے۔

ابن حبان کا فیصلہ

تم نے دیکھی کہ ابن حبان راوی کا نام، کنیت، مشہور علمی شہرت کو بیان کرتا ہے اور اس سے روایت کرنے والوں کو بھی بیان کرتا ہے اور اس نے اس کی روایات میں تحقیق کی اور مندرجہ ذیل الفاظ کو بے جھجک نقل کر دیا جبکہ ابن حبان جرح میں متشدد بھی ہے۔

۱- یعتبر حدیثہ من غیر روایۃ ابنہ عنہ۔

۲- وقعت المناکیر فی حدیثہ من روایۃ ابنہ عنہ۔

ابن حبان کی توثیق کو قبول کرنا حق ہے جس میں کوئی شک نہیں اور اس پر حافظ نے بھی اعتماد کرتے ہوئے "التقریب" ص ۴۲۶ میں کہا "صدوق ہے اور اس کے لیے اوہام ہے۔"

لیکن حافظ کا قول فقط "صدوق" حق ہے اور اس کے حق کا بیان "التہذیب" ۸/۹۶ میں واقع ہے کہ میں نے ابن حبان کے کلام سے زیادہ

ثقات" میں نہیں پایا یعنی "یخطئ ویغرب" یہ کاتب کی غلطی ہے جس پر حافظ نے "لہ اوھام" کی بنیاد رکھی۔

تعجب: یہ اضافہ ختم ہو گیا جس کی ابن حبان کے کلام سے کوئی اصل نہیں تو حافظ کا کلام بھی اکھڑ گیا اور عمرو بن مالک کے بارے میں حافظ کا اور صحیح قول یہی "صدوق" ہے۔ فقط واللہ اعلم۔

ایک وہم اور اس کا تدارک

اگر کہا جائے کہ ہم بھی تمہیں دکھاتے ہیں کہ تم نے عمرو بن مالک کے بارے میں احمد کے کلام سے اعراض کیا ہے۔

عبداللہ بن احمد نے اپنے باپ سے "المسائل" ص ۸۹ میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے اس کو گویا ضعیف کہا۔

ہم کہتے ہیں: "کأنہ" محض ظن ہے جس کے ساتھ حجت قائم نہیں ہو سکتی۔ اور اسی طرح حافظ نے حسن بن موسیٰ الأشیب کے حالات میں "مقدمۃ الفتح" ص ۳۹۶ میں کہا عبداللہ بن علی بن المدینی نے اپنے باپ سے روایت کیا کہ حسن بن موسیٰ بغداد میں تھے اور انہوں نے گویا اس کی تضعیف کی۔

میں کہتا ہوں (یعنی حافظ) یہ ظن ہے جس سے حجت قائم نہیں ہوتی۔

ہم اس ظن کو مرجوح قرار دیتے ہیں یہ اضافہ کرتے ہیں کہ یقیناً یہ جرح غیر مفسر ہے جس کا حکم یہ ہے کہ تعدیل کے مقابلے میں رد کر دو جیسا کہ اصول حدیث کا ضابطہ ہے تو اس بیان کے بعد عمرو بن مالک کی توثیق میں کوئی شبہ باقی نہ رہا اور اسی کی تصریح حافظ ذہبی نے "المیزان" ۳/۲۸۶ اور "المغنی" ۲/۴۸۵ میں کی ہے۔

جب یہ امر واضح ہو گیا کہ عمرو بن مالک النکری ثقہ ہے تو پھر تعجب ہے

البانی کے اس قول پر جو اس نے الضعیفۃ (۱۲/۱) میں حافظ منذری اور حافظ ہیثمی کا تعقب کرتے ہوئے نقل کیا کیونکہ ان دونوں نے عمرو بن مالک النکری کو حسن کہا۔ شیخ البانی کا قول ہے۔

اس کے بارے میں جید دونوں نے کہا وہ محل نظر ہے "ابن حبان کے علاوہ عمرو کی کسی نے توثیق نہیں کی اور وہ توثیق میں متساہل ہے یہاں تک کہ وہ ان کی توثیق کر دیتا ہے جو ائمہ نقاد کی نظر میں مجہول ہیں۔"

ہم کہتے ہیں: عمرو کے متعلق ابن حبان کی توثیق کی قبولیت گزر گئی اور یہ محل تعجب ہے کہ اس نے "التعلیق علی فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص ۸۸" میں کہا کہ

عمرو بن مالک النکری ثقہ ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے کہا۔

پھر دوسری مرتبہ اس کی توثیق (الضعیفۃ ۵/۶۰۷) میں کی .....

محل تعجب تو یہ ہے کہ کبھی تصحیح کرتا ہے اور کبھی تضعیف، ہمیشہ اپنی حرص و ہوس کے درپے رہتا ہے۔ اسی لیے تو اکثر یہ تناقض کا شکار رہتا ہے اور قواعد کو ترک کر دیتا ہے۔ ہم حرص و ہوس سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

تنبیہ: ابن عدی نے (الکامل: ۵/۱۷۹۹) میں عمرو بن مالک النکری اور عمرو بن مالک الراسبی کے ذکر کو خلط ملط کر دیا اور کہا:

"یہ منکر الحدیث ہے ثقات سے حدیث چراتا ہے۔ پھر اس نے ترجمہ اس قول پر ختم کیا جو میں نے ذکر کیا اس کے علاوہ عمرو کے لیے احادیث منکرات ہیں گو اس نے قوم ثقات سے چرایا۔"

مگر اس نے ترجمہ کا عنوان "عمرو بن مالک النکری" قائم کیا اور حق یہ

ہے حالانکہ وہ عمرو بن مالک الراسبی ہے۔

اور ابن عدی کے وہم پر حافظ نے (التہذیب ۸/۹۵) میں تنبیہ کی ہے اور حافظ ذہبی نے ان دونوں کے درمیان (المیزان: ۳/۲۸۶) اور (المغنی ۲/۴۸۹) میں تفریق کی ہے۔

ابن عدی کے خلط ملط سے ایک جماعت نے دھوکا کھایا جن میں سے [illegible] ہیں۔

ابن الجوزی نے الضعفاء (۲/۲۲۷) اور الموضوعات (۲/۱۴۴) میں اور ابن تیمیہ نے "التوسل" وغیرہ میں۔

اسی بات کا اثر ہے کہ اس (اثر) حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگایا گیا جو کہ بلا شک و شبہ باطل ہے اور اس کی وجہ محض ابن عدی کی تقلید ہے۔

ابو الجوزاء، اوس بن عبداللہ: ابو الجوزاء اوس بن عبداللہ بصری ہے۔ وہ ثقہ ہے جس کے ساتھ ایک جماعت نے حجت قائم کی ہے اور اس کے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع میں کلام ہے۔

اور درست بات یہ ہے کہ ان کا سماع ام المؤمنین سے ثابت ہے۔

دلائل ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ابو الجوزاء کی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی حدیث کو امام مسلم نے اپنی "الصحیح" میں نقل کیا ہے اور یہی حجت اور دلیل کافی ہے۔

۲۔ امام بخاری نے (التاریخ الکبیر ۲/۱۷) میں کہا کہ

ہم سے مسدد نے ان سے جعفر بن سلیمان نے ان سے عمرو بن مالک النکری نے ان سے ابو الجوزاء نے کہا کہ میں نے ابن عباس اور ام المؤمنین

عائشہ کے ساتھ بارہ سال گزارے، قرآن کی کوئی ایسی آیت نہیں جس کے متعلق میں نے ان سے دریافت نہ کیا ہو۔

ایک اور روایت میں ابن سعد نے اس کو (۷/۲۲۴) میں نقل کیا کہ ہمیں عارم بن فضل نے خبر دی کہ ہم سے حماد بن زید نے ان کو عمرو بن مالک نے ان کو ابی الجوزاء نے بیان کیا کہ میں ابن عباس کے ساتھ ان کے گھر میں بارہ سال رہا، کوئی ایسی قرآنی آیت نہیں جس کے متعلق میں نے ان سے دریافت نہ کیا ہو۔

اور اس کی تخریج ابو نعیم نے (الحلیۃ ۳/۷۹) میں اضافہ کے ساتھ کی کہ میرا قاصد ام المؤمنین سے صبح و شام تک جاتا رہا کہ میں نے کسی عالم سے نہ سنا اور رب کی اللہ تعالیٰ کو کسی گناہ کے متعلق یوں فرماتے سنا کہ میں بخشوں گا سوائے شرک کے۔

حافظ نے (التہذیب ۱/۳۸۴) میں کہا کہ

"ان کی ام المؤمنین سے ملاقات کے جواز میں کوئی مانع نہیں بلکہ امام مسلم کے مذہب پر ملاقات کا امکان کافی ہے۔"

تو جب ابو الجوزاء کی ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات ہے تو ابو الجوزاء مدلس نہیں اور اس کی ام المؤمنین سے روایت دار و مدار سماع پر ہوگا جیسا کہ مذہب ہے امام مسلم کا، بلکہ جمہور کا عمل اسی پر جاری ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

ابو نعیم اصبہانی نے "الحلیۃ" میں ابو الجوزاء کے ترجمہ میں اس کی ام المؤمنین سے مروی چند احادیث کو صحیح کہا ہے۔

اور ابن قیسرانی کی (الجمع بین الصحیحین ۱/۴۶) میں ہے کہ اس—

عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماعت کی ہے۔

تمام تر گفتگو کا لب لباب یہ ہوا کہ یقیناً یہ سند حسن ہے

ماحصل کلام یا صحیح اور اس کے رجال صحیح مسلم کے رجال ہیں۔ سوائے عمرو بن مالک النکری کے اور وہ بھی ثقہ ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

حدیث —— ۱۴

أثر مالك الدار

أصاب الناس قحط في زمن عمر، فجاء رجل إلى قبر النبي صلى الله عليه وسلم فقال: يا رسول الله استسق لأمتك فإنهم قد هلكوا، فأتى الرجل في المنام فقيل له: ائت عمر فأقرئه السلام وأخبره أنكم مستقيمون وقل له: عليك الكيس، عليك الكيس. فأتى عمر فأخبره فبكى عمر ثم قال: يا رب لا آلو إلا ما عجزت عنه.

امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں لوگ قحط کا شکار ہو گئے۔ تو ایک آدمی روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضر ہوا، اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! اپنی امت کے لیے بارش مانگو، بیشک وہ ہلاک ہو رہے ہیں۔ اس آدمی نے خواب میں دیکھا، اسے کہا گیا کہ حضرت عمر کے پاس جا اور سلام کہہ پھر انہیں اطلاع دے کہ تم بارش کے طلبگار ہو اور ان سے کہہ: تجھ پر ذمہ داری ہے، تجھ پر ذمہ داری ہے۔ تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور آپ کو خبر دی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے پھر کہا اے میرے

پروردگار! میں کوتاہی نہیں کرتا مگر جس سے میں عاجز ہوں۔

بیان سند ابن ابی شیبہ نے المصنف: ۱۲/۳۱-۳۲ میں کہا: ہم سے ابو معاویہ نے، ان کو اعمش نے، ان کو ابو صالح نے، ان کو مالک الدار نے بیان کیا کہ امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن طعام نے کہا:

أصاب الناس قحط . . . . . . إلا ما عجزت عنه

اس روایت کو اسی طریق سے ابن ابی خیثمہ نے جیسا کہ الاصابہ ۳/۴۸۴ میں، امام بیہقی نے دلائل النبوۃ ۷/۴۷ میں، الخلیلی نے الارشاد ۱/۳۱۳-۳۱۴ میں، ابن عبد البر نے الاستیعاب ۲/۴۶۴ میں نقل کیا۔

اور حافظ نے الفتح: ۲/۴۹۵ میں کہا کہ

"سیف نے "فتوح" میں روایت کیا ہے کہ جس شخص نے مذکورہ خواب دیکھا وہ بلال بن حارث المزنی صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔"

اس کا اسناد صحیح ہے۔ حافظ ابن کثیر نے (البدایہ: ۷/۱۰۱) میں اور حافظ ابن حجر نے الفتح: ۲/۴۹۵ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ نیز ابن کثیر نے جامع المسانید۔ مسند عمر (۱/۲۲۳) میں کہا:

"اس کی سند جید قوی ہے۔"

ابن تیمیہ نے بھی (اقتضاء الصراط المستقیم: ۳۷۳) میں اس کے ثبوت کا اقرار کیا۔

اوہام یا غلط اور ان کا رد بعض لوگوں نے چند ایسے امور کے ساتھ اس روایت کی تضعیف کی کوشش کی

جو درحقیقت قواعد کے ہی مخالف ہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ ان کو بیان کریں، پھر حق واضح کرنے کے لیے ان کی تردید کریں۔

۱۔ اعمش مدلس ہے اور اس نے سماع کی تصریح بھی نہیں کی۔

۲۔ مالک الدار مجہول ہے۔

۳۔ ابو صالح اور مالک کے درمیان انقطاع کا گمان ہے۔

۴۔ اگر روایت صحیح بھی ہو تو حجت نہیں ہو سکتی کیونکہ اس کا مدار ایک ایسے شخص پر ہے جس کا نام معلوم نہیں اور سیف کی روایت میں اس کا نام بلال مذکور ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں کیونکہ سیف کے ضعف پر اتفاق ہے۔

۵۔ مالک مجہول منفرد ہے۔ دیکھئے یہ ایک عظیم حادثہ اور شدید واقعہ تھا کیونکہ لوگ اس وقت سخت مصیبت میں تھے لہذا کوئی ایسا سبب نہیں تھا جس نے ان کو اس واقعہ کی نقل پر ابھارا ہو تو جب انہوں نے اس کو نقل ہی نہیں کیا تو یہ اس امر پر دال ہے کہ امر اس طرح نہیں جس طرح اس کو مالک نے روایت کیا شاید کہ یہ اس کا اپنا ہی ظن ہو۔

تردید بالترتیب ۱۔ پہلا وہم اعمش کی تدلیس کا ہے۔

اعمش اگرچہ مدلس ہے لیکن اس کی حدیث دو امور کی بنا پر یہاں مقبول ہے، چاہے وہ سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔

(۱) اعمش کا ذکر مدلسین کے مرتبہ ثانیہ میں ہوتا ہے اور ان لوگوں کی حدیث ائمہ نے قبول کی ہے اور صحیح میں تخریج کی ہے جس کا سبب ان کی روایت

[illegible] امامت اور ثقاہت [illegible] ہے۔ [illegible] تمام مرویات کے
لہذا اعمش کی حدیث مقبول ہے چاہے سماع کی تصریح کرے یا نہ کرے۔

۲۔ اگر تمام حدیث تصریح سماع کی وجہ سے قبول کریں جس طرح [illegible]
[illegible] والے مدلسین کا مقام ہے تو پھر بھی اس کی حدیث یہاں مقبول
کیونکہ وہ ابو صالح سے روایت کر رہا ہے جو کہ ذکوان السمان [illegible]
[illegible]

[illegible] اس کی تدلیس کا احتمال باقی رہ جاتا ہے
[illegible] جن سے وہ اکثر روایت لیتے ہیں۔ جیسے ابراہیم ابن ابی وائل
اور ابو صالح السمان کیونکہ اس نوع سے اس کی روایت اتصال پر محمول ہوتی

مالک الدار کا مجہول ہونا

علت ثانیہ یعنی مالک الدار کا مجہول ہونا
انتہائی تعجب ہے، یہ محض ان کی تمام [illegible]
شیخ البانی [illegible] سے روگردانی کی انتہا کرتے ہوئے (التوسل
۱۳۰ - ۱۳۱) میں [illegible]

مالک الدار کی عدالت [illegible] معروف نہیں اور استدلال یوں کیا کہ
ابن ابی حاتم نے ابو صالح کے علاوہ ان سے کوئی روایت کرنے والا ذکر
نہیں کیا، جس میں اس بات کی خبر ہے کہ وہ مجہول ہے جس کی تائید خود
ابن ابی حاتم نے یوں کی کہ [illegible] باوجود وسعت حفظ و اطلاع کے اس کی
توثیق نہیں کی، لہٰذا وہ جہالت پر باقی رہا۔ پھر اس کی مزید تائید یہ کہ حافظ
منذری نے مالک الدار کی روایت سے قصہ نقل کرتے ہوئے کہا،
مالک الدار کو میں نہیں پہچانتا اور ایسے ہی حافظ ہیثمی نے مجمع الزوائد
میں کہا: -

[illegible] تعالیٰ کی مدد سے ہم کہتے ہیں: مالک الدار [illegible]
[illegible] پر اتفاق ہے۔ اس کی [illegible] نے مدح کی ہے۔

اس مسئلہ کو ہم چند طریقوں سے بیان کرتے ہیں۔

پہلا طریقہ

مالک ، یہ مالک بن عیاض حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان کا ذکر حافظ ابن حجر نے (وہ
[illegible] نے جاہلیت اور اسلام کے زمانوں کو دیکھا) میں ذکر کرتے
ہوئے کیا (الاصابۃ: ۳ / ۴۸۴)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات اور سماعت
[illegible] ہے اور انہوں نے شیخین (حضرت ابوبکر و عمر) حضرت معاذ اور
حضرت ابو عبیدہ سے روایت کی

اور ان سے ابو صالح السمان اور ان کے دونوں بیٹوں عون اور عبداللہ
نے روایت کی، پھر ان سے روایت کرنے والوں میں کا ہے بعد ذکر کیا کہ
عبدالرحمٰن بن سعید بن یربوع ثقہ ہے۔

اور ابن سعد نے ان کا ذکر اہل مدینہ کے پہلے طبقہ کے تابعین میں کیا ہے
(۵ / ۱۲) اور کہا وہ معروف ہے اور ابو عبیدہ نے کہا (الاصابۃ ۳ / ۴۸۴)
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے عیال کی کفالت ان کے سپرد کی
اور جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور آیا تو انہوں نے تقسیم
ان کے حوالے کی۔

لے اس کی حدیث اپنے والد سے مروی امام طبرانی کی المعجم الکبیر (۲۲ / ۲)
حلیہ اور ابن مبارک کی "الزہد" میں موجود ہے۔

اور اسی (الاصابۃ) میں ہے کہ اسماعیل القاضی نے علی بن المدینی سے روایت کی کہ مالک الدار حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خازن تھے

اور حافظ ابو یعلیٰ خلیلی نے خوب واضح کرتے ہوئے الارشاد (۱/۱) میں کہا :

کہ مالک الدار حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام متفق علیہ قدیم تابعی ہیں جن کی تابعین نے ثنا بیان کی۔"

اور ابن حبان نے الثقات (۵/۳۸۴) میں ان کی توثیق کی۔

اب کون سی شئی باقی ہے جو اس کی حدیث کی تصحیح کے لیے مطلوب ہو، اور وہ کونسی بات ہے جو اس کے بعد بھی رجال کی توثیق کے لیے مطلوب ہو، ان کے لیے ایک جمیعت کی توثیق موجود ہے خصوصاً یہ کہ جب معاصرین اور قرن اول کے بعد خیر القرون کے تابعین نے ان کو ثقات کے گروہ میں شامل کیا اور علی کی حجت پر بلا مخالفت اتفاق ہوا جس میں شک نہیں، جیسا کہ حافظ خلیلی کے کلام سے بھی ظاہر ہے۔

اور ان کے دین اور امانت کی پختہ دلیل یہ ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کو عامل بنایا۔

دوسرا طریقہ

اگر تم انتہائی تشدد کرتے ہوئے ابن حبان کی توثیق سے بھی گریز کرو اور خلیلی کا کلام جو قاطع نزاع ہے اس کو بھی تسلیم نہ کرو تو پھر بھی اس شخص کا عادل ہونا ظاہر ہے اس لیے کہ اس سے چار ثقہ راویوں نے روایت کیا مزید یہ کہ اس پر ائمہ صحابہ کا بھی اعتماد ہے اور مستور حال تابعین[1] لوگوں میں سے ہونے کی وجہ سے اس کی گنجائش

---

[1] ایسے تابعین جن کے حالات زندگی مکمل طور پر واضح نہ ہوں۔

کی باقی دیگر کا عمل تشدد ہے، حالانکہ ایسے لوگوں کی حدیث کو ائمہ نے قبول کیا ہے۔

ابن الصلاح نے (المقدمۃ ص ۱۴۵) میں کہا

حدیث کی کثیر کتب مشہورہ میں ایسے (یعنی مستور کی حدیث قبول ہے) پر عمل کرنا موجود ہے یعنی ایسے راوی سے جس کا دور گذر گیا اور اس کی باطنی شناخت متعذر ہو۔ (واللہ اعلم)

مستور کی روایت قبول کرنے پر سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری و مسلم نے ان کی حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

حافظ ذہبی نے المیزان (۱/۵۵۶) میں حفص بن بغیل کے حالات کے تحت کہا۔

"بخاری و مسلم میں اسی طرح کے کثیر لوگ مستور الحال ہیں، ان کی کسی نے تضعیف کی اور نہ ہی وہ مجہول ہیں۔"

اور امام ذہبی نے المیزان (۳/۴۲۶) میں مالک بن الخیر الزبادی کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا :

بخاری و مسلم کے راویوں میں کثیر تعداد ایسی ہے کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کسی نے ان کی توثیق کی تصریح کی ہو اور جمہور مشائخ کا موقف یہی ہے کہ جس سے ایک جماعت روایت کرے اور وہ کوئی منکر روایت نہ لایا ہو تو اس کی حدیث صحیح ہے۔"

ہم کہتے ہیں :

کہ مالک بن الخیر تبع تابعی ہے اور حفص بن بغیل ان سے چھوٹے لوگوں سے ہے (یعنی کم عمر ہے) تو پھر کہاں یہ لوگ اور کہاں مالک الدار جن کے

دین اور امانت کا اعتراف سیدنا عمر اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہما سے ثابت ہے۔ اور انہوں نے دونوں ادوار کو پایا۔

جب امر لازم ہے کہ جب ائمہ نے ایسے لوگوں کی حدیث کو صحیح کہا، یعنی وہ لوگ جن کا ذکر اوپر گزر گیا، تو مالک الدار بن عیاض کی حدیث یقیناً صحیح ہے۔

مزید برآں کہ حافظ ذہبی کا المیزان ۲/۴۰ میں الربیع بن زیاد الہمدانی کے حالات میں کہنا ہے کہ

"کسی نے اس کے بارے میں کسی کی تضعیف نہیں پائی، لہذا وہ جائز الحدیث ہے۔"

اور اسی المیزان: ۲/۹۲ میں زیاد بن علاقہ کے حالات میں کہا:

"شيخ مستور ما وثق ولا ضعف فهو جائز الحديث"

شیخ مستور جس کی نہ توثیق ہوئی نہ تضعیف، وہ جائز الحدیث ہے۔

یاد رہے کہ زیاد ان لوگوں سے روایت کرتا ہے جو مالک الدار سے کافی متاخر ہیں جیسے اعمش اور ان کے معاصرین۔

مالک الدار جیسے مخضرم راویوں کی باہمی اتفاقی ثقاہت پر متفق ہے اور اعتبار کا دارومدار راوی کے حسن ظن پر ہے اسی لیے ائمہ نے ایسے لوگوں کی حدیث کو قبول کیا ہے۔

اس قسم کی تصریح امام سخاوی نے شرح الالفیۃ (۱/۲۹۹) میں کی ہے اور وہ یہ کہ ابوالحسن الدارقطنی جو کہ حدیث میں امیر المومنین ہیں فرماتے ہیں: جیسا کہ فتح المغیث (۱/۲۹۷) میں ہے:

من روى عنه ثقتان فقد ارتفعت جهالته وثبتت عدالته	(جس شخص سے دو ثقہ راوی روایت کریں اس کی جہالت ختم اور عدالت ثابت ہو جاتی ہے)

المخضرم: حسب ائمہ کے گزشتہ اقوال سے مالک بن عیاض جیسے لوگوں کی حدیث کا قبول ہونا معلوم ہو گیا تو اب کسی اور بات کی طرف توجہ نہیں کی جائے گی اگر کوئی قول اس کے خلاف ملے بھی تو وہ حقیقت و تحقیق سے بعید ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

مالک الدار کا آنحضرت ﷺ سے ادراک ثابت ہے۔

اللطیفہ: جن لوگوں کے لیے ادراک ثابت ہے، بعض نے ان کا ذکر صحابہ میں کیا، جیسا کہ حافظ نے التہذیب (۱/۱۳۵) میں ابراہیم بن الادمی الاشعری کے حالات میں کہا:

ذكره جماعة في الصحابة لكونه ... فيمن له ادراك	لوگوں کی ایک جماعت نے اس کو اپنی عادت کے مطابق صحابہ میں ذکر کیا اس لیے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری حیات کو پایا۔

اور اسود بن مسعود العنبری کے حالات (۱/۲۳۲) میں کہا:

ذكره البغوي وجماعة معه في الصحابة لادراكه	بغوی نے مع جماعت ان کا ذکر بسبب ادراک کے ان لوگوں میں کیا جو صحابہ میں شامل ہے۔

علامہ حافظ السیوطی نے حسن المحاضرۃ (۱/۲۰۳) میں احمد بن حزم کے حالات میں کہا کہ:

مخضرم وہ شخص ہے جس نے جاہلیت اور اسلام کے زمانوں کو پایا۔ اور ادراک کا مطلب یہ ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو پایا لیکن اسلام نہ لایا، مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ نے "الاصابہ" میں ان
کی قسم میں شمار کیا اور یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے نبی کریم
وسلم کا زمانہ پایا اور اسلام قبول نہ کیا مگر آپ صلی اللہ علیہ
وصال شریف کے بعد۔ اور یہ لوگ ابن عبد البر اور ایک
کے مطابق صحابہ ہیں۔

اسی لیے امام بیہقی نے اس کو "د الصحابۃ فیمن
من الصحابۃ" میں ذکر کیا

ہم کہتے ہیں کہ بعض دوسرے لوگوں نے کہا صحابی نہیں
جب زمانہ پانے والے آدمی کی صحبت میں لوگوں کا اختلاف
یعنی بعض نے اس کو ثابت کیا اور بعض نے نفی۔ تو تمہارے
کہنا ضروری ہوگا کہ جس شخص کے لیے ادراک ہے اس کی
اختلاف ہے۔

جب یہ قاعدہ معلوم ہوگیا تو حافظ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک
جس کی صحبت میں اختلاف ہے ان ثقات لوگوں میں ذکر کیا
حالات دریافت نہیں کئے جاتے یعنی وہ مقبول ہوتا ہے۔
حافظ ابن حجر نے "التلخیص الحبیر ۱/۷۲" میں "لا وضوء لمن
یذکر اسم اللہ علیہ" (الحدیث) پر کلام کرتے ہوئے اسماء
بن زید بن عمر و پر کلام کے وقت کہا کہ

"اس کا حال صحابہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ اگر اس کے لیے صحبت
ثابت ہو تو اس کی مثال ایسی ہے کہ حال دریافت نہیں کیا جاتا
یعنی مقبول ہوگا۔

مالک الدار کے لیے ادراک ثابت ہے اور ہر شخص جس کے
لیے ادراک ہو اس کی صحبت میں اختلاف ہے اور جس کی
میں افراد نے احادیث کی وہ ثقہ ہے، اور اس کا حال نہیں پوچھا جائیگا
سابقہ کلام سے نتیجہ یہ نکلا کہ مالک الدار ثقہ ہے اور اس کے حال
متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور وہ مقبول ہوگا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

مالک بن عیاض جو "مالک الدار" کے لقب سے مشہور
ہے اور آئمہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ان پر
ہے ان کی روایت کو شیخ البانی جہالت کے دعویٰ سے رد کرتا
ان کی روایت قبول کرتا ہے جو مرتبہ میں ان سے کم ہیں۔ ہمارے پاس
بے شمار مثالیں ہیں جو بانگ دہل اس کے مسالک کے تناقض کا
کرتی ہیں اور اسے اقوی دلائل کے ساتھ برداشت کرتی ہیں کہ اس
نے مذکورہ اشخاص میں کلام دیکھا یا جبکہ وہ مالک الدار سے مرتبہ
کم ہیں اور تجھے مالک الدار کی حدیث قبول کرنا تو لازم ہوگا۔

(واللہ المستعان)

اب قاری کی خدمت میں دس مثالیں ہم پیش کرتے ہیں جو مذکورہ بیان
کی وضاحت کریں گی۔

۱۔ جریر بن ابی مسلم کی حدیث کی اس نے الصحیحۃ ۳/۴۸۷ میں
کیا ہے اس لیے کہ ثقات کی جمعیت نے اس سے روایت لی اور ابن
نے اس کی توثیق کی۔
ہم کہتے ہیں کہ "التقریب صـ ۵۴" میں ہے کہ "مقبول" ہے۔
۲۔ یحییٰ بن العریان الہروی کی حدیث کو اس نے "الصحیحۃ

۳۹/۱) میں حسن کہا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ خطیب بغدادی
(تاریخ ۴/۱۶۱) میں اس کے حالات میں ذکر کیا کہ یہ محدث ہے۔
ہم کہتے ہیں: ہمیشہ ہم اس کے مسلک پر تعجب کرتے ہیں
محدث المحدث اور یہ تعدیل کی عبارات سے نہیں اور نہ ہی
لازم آتا ہے کہ رجل محدث یا الحافظ کی حدیث کی تصحیح یا تحسین کی
یہ امر ایسا واضح ہے کہ محتاج بیان نہیں۔

۳۔ موسیٰ بن عبداللہ بن اسحاق بن طلحہ القرشی کی حدیث کو اس
الصحیحۃ ۱/۲۹۵ میں صحیح کہا جبکہ التقریب ۲/۲۸۵ میں ہے
"مقبول" ہے۔

۴۔ اس نے الصحیحۃ ۲/۳۰۸ میں مالک بن الخیر الزبادی کی حدیث
لیے صحیح کہا کہ ثقات کی جمعیت نے اس سے روایت لی اور ابن حبان نے
یا ہے۔

۵۔ عون بن محمد بن الحنفیۃ کی حدیث کو اس نے الصحیحۃ ۲/۲۰۳ میں
تحسین کہا حالانکہ یہ رجل مثل سابق ہے۔

۶۔ عبداللہ بن دینار الاعرج المکی جو ابن عمر رضی اللہ عنہ کے غلام ہیں
شیخ البانی نے ان کی حدیث کو الصحیحۃ ۲/۲۹۰ میں جید کہا ہے
یہ بھی پہلے رجل کی مانند ہی ہے جبکہ التقریب ۲/۳۳۰ میں ہے کہ
مقبول ہے۔

۷۔ محمد بن الاشعث کی حدیث کو بھی اس نے الصحیحۃ ۲/۱۳ میں …
اس کا سبب ابن حبان کی توثیق اس سے جمعیت کا روایت کرنا اور اس کا
تابعی کبیر ہونا ہے۔ (التقریب ص ۴۶۹) میں مقبول ہے

… الغفاری کی حدیث کو بھی اس نے الصحیحۃ ۲/۲۹۷ میں جید
… اور اس نے جہالت ذاتیہ اٹھانے کے بعد اس کا کہنا ہے۔
… تابعی ہے۔ ایسے لوگوں کی حدیث کو حفاظ کی جماعت نے "حسن"
… اور حافظ عراقی نے اس کے اسناد کو جید کہا اس بنا پر مجھے الغزالی
… میزان المطمئنین …

… کہتے ہیں: ابن الغفاری اور مالک الدار میں کیا چیز فارق ہے؟
… بن عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کی حدیث کو اس نے الصحیحۃ ۲/۲۹۲
… قرار دیا ہے جس کا سبب ابن ابی حاتم کا سکوت اور … جمعیت
… کی اس سے روایت اور اس کا ابن حبان کی ثقات میں ہونے کا
… ہے۔

… کہتے ہیں: کہ ابن حبان نے اس کو تبع الاتباع (۶/۳۰۰) میں …
لیکن اس کا شخص مالک الدار کی نسبت بہت ہی … ہے۔ مالک الدار
… نے آنحضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد کو پایا لیکن بعد از
اسلام قبول کیا، آقا اور کبار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے
… ذیل لیا۔

… چیز کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کرتی ہے ہم ہوئی جو اکی پیروی سے
… کی پناہ مانگتے ہیں۔

… کی حدیث کو الصحیحۃ ۲/۳۲۹ میں اسی نے "حسن"
… جمعیت کی اس سے روایت ہے اور ابن حبان کی توثیق ہے
ہم کہتے ہیں: التقریب صفحہ ۲ میں "مقبول من اهل الثالثۃ"
… یعنی کہ مقبول ہے۔ پھر کہاں اس کا مقام جو اهل الثانیۃ

دوسرے درجے سے ہے، جو کہ مالک الدار ہیں۔

شیخ البانی کی عبارات میں غلطیوں کی نشاندہی

اب ان غلطیوں پر کلام کرنا باقی ہے جو البانی کی عبارت میں [illegible] ہیں، ہم محسوس کرتے ہیں ان پر سکوت اختیار کرنا اچھا نہیں۔ البانی کا قول [illegible]

"مالك الدار غير معروف العدالة والضبط"

(مالک الدار عدالت و ضبط میں معروف نہیں)

ہم کہتے ہیں: عدالت سے یہاں مقصود عدالتِ ظاہر ہے جو کہ [illegible] ہے بلاشک و شبہ اس سے چار رجال نے روایت لی اور اس پر مزید [illegible] صحابہ کے اماموں نے اس بیان امور میں اعتماد کیا جو کامل عدالت و [illegible] کی شہادت دے رہے ہیں

شیخ البانی کا دوسرا قول:

"ابن ابی حاتم نے اس کو الجرح والتعدیل: ۴/۱/۲۱۳ میں [illegible] اور ابو صالح کے علاوہ اس سے کوئی راوی ذکر نہیں کیا، لہٰذا اس میں اس کے مجہول ہونے کی خبر ہے اور اس کی مزید تائید یوں کہ خود ابن حاتم نے وسعت حفظ و اطلاع کے باوجود اس میں توثیق نقل نہیں کی [illegible] جہالت پر باقی رہا۔"

ہم کہتے ہیں:

یہ زبردست [illegible] مغالطہ ہے [illegible] اس شخص کے منصب [illegible] خلاف [illegible] ہونے والا اور احادیث پر حکم لگانے والا [illegible] البانی کا اعتماد فقط ایک رازی کی کتاب پر ہے جس کو اس نے [illegible]

[illegible] پیش کیا اور تم نے جان لیا کہ ان میں شدید قصور برتا گیا ہے [illegible] دیکھو اس رجل کو ابن حبان نے "الثقات" میں، ابن کثیر نے البدایۃ [illegible] ۱۰۱) میں، حافظ ذہبی نے (تاریخ الاسلام ۳/۶۹) میں، حافظ [illegible] نے [illegible] ۳/۴۸۱) میں، امام خلیلی نے (الارشاد ۱/۳۱۳) میں اور امام [illegible] نے (التحفۃ اللطیفۃ: ۳/۴۹۵) میں ذکر کیا اور اس کا ذکر [illegible] التہذیب ۸/۲۱۷، ۲۲۶/۱۰) میں بھی موجود ہے۔

[illegible] سے مالک الدار کی عدالت کا ثبوت ملتا ہے اور مزید یہ بھی ثابت [illegible] ابو صالح السمان کے علاوہ ایک جماعت نے اس سے روایت لی۔

[illegible] امر ثانی: ابن ابی حاتم کا رجل سے سکوت کرنا اس کی جہالت کو [illegible] لازم نہیں، جیسا کہ البانی نے تصریح کی اور اس سے بھی بڑھ کر شیخ حماد [illegible] انصاری کا یہ قول ہے۔

[illegible] من سکت عنه ابن أبي [illegible] فی "الجرح والتعديل" [illegible] مجهول"

ہر وہ شخص جس سے ابن ابی حاتم جرح و تعدیل میں سکوت کریں وہ مجہول ہے۔

شیخ حماد نے اس کو قضیہ کلیہ کی صورت میں بیان کیا [illegible] اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے۔

[illegible] اس کے مجموعہ مقالات میں ہے مجلۃ الجامعۃ الاسلامیۃ میں [illegible] مفهوم الصحيح للتوسل، أو تحفة القاري في الرد على الغماري" [illegible] ان سے شائع ہوا اور قاری جو احادیث توسل کی تحقیق اس کتاب میں [illegible] ہے یہ اس کے "تحفہ" کے لیے قاطع ہے (والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات)

ہم کہتے ہیں: کہ

ابن ابی حاتم نے راوی سے سکوت کیا کیونکہ انہوں نے اس میں جرح …
نہ تعدیل، اور جرح و تعدیل کی مباحث پر کلام ختم کرتے ہوئے کہا: …
ہم نے بے شمار ایسے نام ذکر کر دیے ہیں جو "الجرح والتعدیل" سے خالی …
ہیں اور بلکہ صرف اس لیے دیے ہیں کہ کتاب ان تمام اشخاص پر مشتمل …
جن سے علم نقل کیا گیا اور ان کو ذکر کرنا اسی امید پر ہے کہ شاید ان میں …
تعدیل پائی گئی ہوئی اور ہم اس کو بعد میں ان سے لاحق کرنے والے ہیں
ان شاء اللہ تعالیٰ"

جرح و تعدیل کا نہ پایا جانا، جہالت کو مستلزم نہیں ہوتا کیونکہ …
جرح ہے، جبکہ اسکی کوئی تصریح نہیں کی گئی اور نہ ہی اس کی طرف اشارہ …
بلکہ واقع اس کے قطعی طور پر خلاف ہے۔ کتنے ہی راوی ایسے ہیں، جن …
ابن ابی حاتم نے سکوت کیا ہے لیکن دیگر ائمہ کی ان کے بارے میں جرح …
موجود ہے، کتب رجال ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہیں۔

مزید براں کہ ابو حاتم، جس کے قول پر ابن ابی حاتم جرح و تعدیل …
میں اعتماد کرتے ہیں، انہوں نے کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو …
"مجہول" سے تعبیر کیا ہے اور حافظ نے (التہذیب ۳/ ۳۵۷) میں اس …
تصریح کی۔

پھر البانی نے (التوسل، ۱۲۰) میں حافظ ابن حجر کی اس سند کے …
تصحیح کی اور ایسے مضطرب کلام کے ساتھ توجیہ بیان کی جس کے …
رد میں مشغول نہیں ہوا جائے گا کیونکہ یہ فضول ہے جس میں کوئی فائدہ …
واللہ المستعان

فصل

ایک وہم کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ فرض کریں ہم نے تسلیم کیا کہ "مالک الدار" مخضرم اور ثقہ ہے اور کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ان کو عامل بنایا تو کیا جواب ہوگا ان دو حفاظ یعنی المنذری اور الہیثمی کا؟ جنہوں نے "مالک الدار" کے بارے میں کہا: "لا أعرفه" (میں اس کو نہیں پہچانتا)۔

ہم کہتے ہیں:

یہ دونوں اس کو نہیں پہچانتے تھے لیکن ان کے علاوہ دیگر ائمہ اس کو پہچانتے ہیں، پھر حکم کیا ہوگا؟

معرفت رکھنے والا، نہ پہچاننے والے پر حجت ہوتا ہے، انہوں نے یہ تو نہیں کہا کہ "جو نہیں پہچانتا، وہ معرفت والے پر حجت ہے"۔

یہاں ایک اہم نکتہ ہے جو فائدہ سے خالی نہیں اور وہ یہ کہ دونوں حافظ منذری اور ہیثمی نے فقط معرفت کی نفی کی ہے اور جہالت کو کسی نے بھی بیان نہیں کیا جو کہ ان دونوں کی معرفت تامہ بالفن پر دلالت کرتا ہے۔

یہاں شیخ البانی نے بڑی بے تکی سے رجل کی جہالت کا دعوے کر دیا، حالانکہ دونوں لفظوں میں بہت بڑا فرق معروف ہے۔

حافظ نے "اللسان" میں اسماعیل بن محمد الصفار کے حالات کے تحت کہا (۱/ ۴۳۲)

"ابن حزم کو اس کی معرفت نہیں ہوئی اور اس نے "المحلی" میں کہا: کہ یہ "مجہول" ہے . . . . حالانکہ ائمہ کی عادت ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو

ان الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی لا نعرفہ یا لا نعرف حالہ،
لہٰذا اس پر جہالت کا حکم کسی امر زائد کے علاوہ واقع نہیں ہوگا، سوائے کسی
اطلاع پانے والے یا اٹکل سے حکم لگانے والے کے"۔

اب قاری کو چاہیے کہ دونوں امور میں فرق کو پہچانے، دیکھئے ایک
اصطلاح ہے اہل فن کی اور ایک اغیار کی، دونوں میں فرق ملحوظ رکھنا
انتہائی ضروری ہے اور تھوڑی سی عدم توجہ سے آدمی کہیں سے کہیں جا پہنچتا
ہے، جیسا کہ شیخ البانی نے "عدم معرفت" سے "الحکم بالجہالۃ" کی
طرف کتنی بے دردی سے عدول کیا جو کہ اس کی کتب میں مشہور خطا ہے
اور مصنف فرماتے ہیں، میں نے "العقد الصحیح لما اعترض علیہ
من احادیث المصابیح" از حافظ صلاح الدین علائی کے مقدمہ میں اس پر
تنبیہ کی۔؟

تیسری علت

تیسری علت یہ گمان کہ ابو صالح ذکوان السمان اور مالک الدار
کے درمیان انقطاع ہے۔

یہ ایک محض وہمی علت ہے جس کو صاحب کتاب "ھذہ مفاھیمنا"
(ص۴۳-۴۴) نے ذکر کیا۔

یہ جو صاحب کتاب مذکور نے گمان کیا، یہ ظن باطل ہے، جو حق بات سے
ذرا بھی مستغنی نہیں ہو سکتا، اور اس کے بطلان میں صرف اتنا ہی کافی ہے جو تم
نے دیکھ لیا کہ ابو صالح ذکوان السمان جناب مالک الدار کی طرح مدنی ہیں اور صحابہ
سے اس کی روایت واضح ہے اور وہ مدلس بھی نہیں اور سند پر اتصال کا حکم
لگانے کے لیے معاصرت کافی ہے جیسا کہ کتب اصول حدیث میں ضابطہ
موجود ہے اور یہاں اتنا ہی کافی ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

چوتھی علت

چوتھی علت ان کا یہ کہنا ہے کہ اگر روایت صحیح بھی ہو تو حجت نہیں
کیونکہ اس کا دارومدار ایسے شخص پر ہے جس کا نام نہیں
لیا، اگر اس کا نام سیف کی روایت میں بلال ہے تو اس کی کوئی حیثیت
نہیں کیونکہ سیف کے ضعف پر ائمہ کا اتفاق ہے۔

ہم کہتے ہیں:

ٹھیک ہے، سیف سخت ضعیف ہے، لیکن قبر انور علی صاحبہا
الصلوٰۃ والسلام کی طرف آنے والا چاہے صحابی ہے یا تابعی، جہالت سے مضر
نہیں کیونکہ حجت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کا اقرار و عمل ہے، کہ آپ نے
اس عمل سے منع نہیں فرمایا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ثابت رکھا
اور رو پڑے اور کہا:

یا رب ما آلو إلا ما عجزت عنہ "اے میرے پروردگار! میں رجوع کرتا
ہوں اس سے جس میں عاجز ہوں"۔

پانچویں علت

پانچویں علت یہ ہے کہ مالک الدار اس روایت کے نقل
کرنے میں منفرد ہے جبکہ یہ ایک عظیم واقعہ ہے۔

اور مجہول عند ھو" کی دلالت اس بات پر ہے کہ امر اس طرح
نہیں جس طرح مالک الدار نے روایت کیا۔ شاید کہ یہ محض ظن ہی ہو۔
اس اعتراض کو صاحب کتاب "ھذہ مفاھیمنا" (ص۶۴) نے
بھی وارد کیا۔

ہم کہتے ہیں: کہ علم اصول میں یہ قاعدہ مقرر ہے کہ خبر کو جھوٹا
کہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل تین شرائط پائی جائیں۔
(۱) جب ایک شخص خبر میں منفرد ہو

رفع المنارة لتخريج

احاديث التوسل والزيارة

۲- ایسی خبر پر جس کی نقل کے لیے مختلف تقاضے اور دواعی

۳- خلق کثیر اس کے ساتھ اس واقعے کے وقت شریک ہو جس

دعویٰ کرتا ہے۔

اگر دونوں شرطیں مالک الدار کی خبر میں نہیں پائی جاتیں یقینا

کہ اس خبر کی نقل پر لوگوں کے دواعی نہ تھے (تو غور و فکر سے کام

یہ امر گزر چکا کہ مالک الدار قطعی طور پر معروف ہے جس پر امام

ہے جیسا کہ ابو یعلی الخلیلی نے کہا۔

ہم آثار صحیحہ کے رد کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں جیسے

یہ وہمیات کے سبب اور اہل بدعت اور اہل ہوا (ہوس و

ہے کی پیروی کی وجہ سے رد کر رہے ہیں۔

کتنی ہی ایسی احادیث ہیں جو اصول دین سے شمار ہوتی

ان کے راوی منفرد ہیں جیسے یہ حدیث "انما الاعمال بالنیات

(عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے) یہ بھی فرد ہے اور علم کی چوتھائی

جیسا کہ متعدد ائمہ نے کہا۔

حاصل کلام یہ ہوا کہ جو ذکر کیا گیا یہ اثر صحیح ہے اور جو اس میں طعن

کرے وہ صحیح نہیں

(والحمد للہ الذی بنعمتہ تتم الصالحات)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم العلیم

اختتام: ۱۰، رجب المرجب ۱۴۱۹ بروز

محمد اکرام اللہ زاہد قادری رضوی

جامعہ غوثیہ رضویہ کوٹھہ شریف منڈی بہاؤالدین